اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کا مقام
تصنیف
علامہ محمد عمر الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
تقدیم و تحقیق
علامہ پروفیسر محمد اکرم رضا
قادری رضوی کتب خانہ ۔ لاہور

گنج بخش روڈ، لاہور 042-37213575

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام کتاب	————	اولیاء اللہ کا مقام
مؤلف	————	مرزا محمد عمر الدین نعیمی مرحوم
تقدیم و تحقیق	————	علامہ پروفیسر محمد اکرم رضا
ترتیب و تخریج	————	محمد نعیم اللہ خاں قادری
ترتیب فہرست	————	ریاست علی مجددی
طبع	————	اول
صفحات	————	352
تعداد	————	500
قیمت	————	300روپے
ناشر	————	صاحبزادہ منیر احمد مغل (یو-ایس-اے)

ملنے کے پتے

1. منیر احمد مغل (کمشنر ہاؤسنگ اتھارٹی) 13-مارگریٹ ڈرائیو، پائن بروک، نیو جرسی 07058۔ یو-ایس-اے۔
2. قادری رضوی کتب خانہ، گنج بخش روڈ، لاہور
3. امریکن مسلم ایسوی ایشن، 604-برج اسٹریٹ، بون ٹون، نیو جرسی، یو-ایس-اے
4. جملہ برادران، انجینئر محمد اسلم جواد، صاحبزادگان محمد سلیم مغل مرحوم، حاجی محمد امین، عبدالحفیظ ہمایوں، منیر احمد مغل (یو-ایس-اے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلی اللہ علی حبیبہ
سیدنا محمد وآلہ وسلم

انتساب

اپنے والدین کریمین

کے نام

جن کے حُسنِ تربیت سے

میں اس سلسلہ تبلیغ واشاعت کو

آگے بڑھانے کے قابل ہوا۔

منیر احمد مغل

(یو۔ایس۔اے)

فہرست

اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کے فضائل

شعائر اللہ کی تعظیم خدا کے فرمان کی تعمیل ہے

امداد و استعانت کا ثبوت

اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کی کرامات

ایصالِ ثواب/ختم گیارھویں شریف کا ثبوت

اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے حالات

عالمِ برزخ کے پراسرار حالات پر انکشافات

اِبتدائیہ

وقت ہمیشہ اُن فرزندانِ روزگار کے سامنے سرخمیدہ نظر آتا ہے' جنہوں نے اپنی سیرت کی خوشبو' کردار کے حسن اور عمل کی قوتِ تسخیر سے ہر دور کو متاثر کیا ہوتا ہے۔ یہی خوش بخت اصحابِ نظر ہوتے ہیں' جن کی زبان کی تاثیر اور فکر و عمل کی شوکت تعمیر سے ہر زمانے کو صراطِ حق سے آشنائی عطا ہوتی ہے۔ ظلمت جس قدر گہری ہو اُجالوں کی تمنا اُتنی ہی زیادہ بڑھتی جاتی ہے۔ اشرارِ باطل جس قدر بھی قوی ہوں' چراغِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری کی تمنا اُتنی ہی زیادہ دلوں میں اُبھرنے لگتی ہے۔ تقدیرِ خداوندی تو بندگانِ حق و صداقت کے دلوں سے اُبھرنے والی تمناؤں کی منتظر ہوتی ہے اور پھر یہیں سے الطافِ خداوندی کا دھارا ایسے نفوسِ قدسیہ کو صدیوں کا اعزاز بنا دیتا ہے جو اپنے علم و عمل سے قلعوں کو نہیں بلکہ دلوں کو تسخیر کرتے ہیں۔ ان نفوسِ قدسیہ کا ظاہر و باطن احکاماتِ خدا و مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں اس قدر ڈھل چکا ہوتا ہے کہ یہ جدھر بھی بڑھتے ہیں تقدیرِ خداوندی کا لہراتا ہوا پھریرا ان کے سروں پر جلوہ فگن رہتا ہے اور پھر دُنیاوی و اُخروی اعزازات اور ازلی و ابدی اکرامات ان کا سرمایۂ اعزاز بن جاتے ہیں۔ یہ اپنے کردار کو عشق و عقیدت کی روشنی بخش کر خود کو تقدیرِ یزداں کے حوالے کر دیتے ہیں۔ وہ خدائے لَمْ یَزَل جو خطاکاروں کو بھی محرومِ کرم نہیں رکھتا ان کو اپنی لامتناہی قوتوں کا مظہر بنا دیتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ؕ ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰہِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ عَلِیْمًا ﴿پارہ ۵' رکوع ۱۰ سورۃ النساء آیت نمبر ۶۹' ۷۰﴾

ترجمہ:- جس نے اطاعت کی اللہ اور اُس کے رسول کی پس ایسے لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے اِنعام کیا اور وہ انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین ہیں اور یہ حضرات اچھے ساتھی ہیں۔ یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور کافی ہے اللہ باعتبار علم کے۔

حق یہ ہے کہ جب بندۂ خدا کی رضا میں ڈھل جاتا ہے اس کی ایک ایک سانس نبضوں کی حرارت ذہنوں کی ذہانت افکار کی ندرت اس کا کھانا اس کا پینا اسکی نماز اور قربانی اس کا ناز و نیاز اس کی سحر کا گداز اس کے ایمان کی حرارت اس کی ذہنی تب و تاب سب کچھ خدا اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے وقف ہو جاتے ہیں۔ لفظ دم توڑ جاتے ہیں۔ عمل خمیدہ سر بارگاہِ ایز دی میں ہدیہ نیاز بجالاتا ہے تو پھر خدا کی رحمتیں اس کے اِنعاماتِ قدسیہ کا رُوپ دھار کر اس بندۂ مومن کے روپ میں ظاہر ہو جاتی ہیں اور اس کے سرِ عجز و نیاز پر۔

"اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ"

کا تاج روحانیت سجا دیا جاتا ہے۔ پوری کائنات اسکی جاگیر ہوتی ہے وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے کیونکہ اب اس کا اپنے لیے کچھ نہیں سب کچھ ربّ ذوالجلال کیلئے ہوتا ہے۔ وہ رب ذوالجلال جس کے اِنعامات اس خاک نشیں کو افلاک بداماں کر دیتے ہیں مگر وہ عطا ہونے والے تمام انعامات کو محبوبِ دو عالم ممدوحِ کائنات حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کی پیروی سے مشروط کر دیتا ہے رب کریم اسے "مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ" ﴿النساء: ۸۰﴾ کا پیغامِ سرمدی عطا کر کے جلوہ ہائے مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت تجلیاتِ ربانی سے بہرہ اندوز ہونے کی توفیق عطا کرتا ہے۔ "اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ" کے منصب نور پر فائز ہوتے ہی اس بندۂ حق پر فقر و درویشی کے دروازے کھلنے لگتے ہیں۔ اُسے شریعت کے آئینہ خانے میں جھانک کر ہی طریقت اور معرفت کا حصۂ وافر عطا ہوتا ہے۔ اسکی ضرب ضربِ یَدُ اللّٰهِی اور اس کے راست گوئی صدق صدیق کی ترجمان بن جاتی ہے مگر بات لفظ و آہنگ کی نہیں بلکہ عمل اور فقط عمل کی ہے۔ خدا کے نام پر عمل کی میزان پر تلنے والا کبھی سرنگوں نہیں ہوتا اور ظاہریت کے جمال میں گم ہونے والا خرد کی پہلی ہی منزل ہو جاتا ہے۔ اس کے نصیب میں عشق سرفراز کی نوازشیں کہاں؟

فقر و تصوف کو جو نام چاہے دے لیں' اس کا خمیر ہمیشہ شریعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اٹھا ہے۔ شریعت کا دشمن ہواؤں میں اُڑ کر' آگ اور پانی پر چل کر شعبدہ باز تو ہوسکتا ہے' قربِ الٰہی کی منزلِ اوّلین کا مسافر بھی نہیں بن سکتا۔ اب یہی فقر و درویشی اس کیلئے عطائے خداوندی بن جاتی ہے' عرفانِ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہرہ یاب ہونے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ یہی وہ مقام ہوتا ہے جب قدم اس کے ہوتے ہیں حرکت خدا کی ہوتی ہے' ہاتھ اس کے ہوتے ہیں قوت خدا کی ہوتی ہے' زبان اسکی ہوتی ہے' ترجمانی ربِّ ذوالجلال کی ہوتی ہے اور یہی وہ کیفیت ہوتی ہے کہ جب

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود
اللہ اللہ گفتن اللہ مے شود
یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

اب ان کے مقامات ملاحظہ کیجئے جو "اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ" کی رفعتوں کے حق دار بنے۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "سات آدمی قیامت کے دن وہ ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے نیچے رکھے گا جس دن اللہ کے عرش کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ حاکمِ عادل' وہ جوان جو اللہ کی عبادت کرتا ہوا جوان ہوا' وہ آدمی جس کا دل ہر وقت مسجد سے معلق رہے۔ وہ دو آدمی جو آپس میں صرف اللہ ہی کیلئے محبت کرتے ہیں' اس پر جمع ہوتے ہیں اس پر جدا ہوتے ہیں' وہ آدمی جس کو حسن و جمال والی عورت نے برائی کی دعوت دی لیکن وہ یہ کہہ کر کنارہ کش ہوگیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ وہ جو اپنے دائیں ہاتھ سے خرچ کرتا ہے لیکن بائیں ہاتھ کو پتہ بھی نہیں لگنے دیتا کہ میں نے کیا خرچ کیا۔ وہ شخص جو اللہ کو یاد کرتا ہے' خوفِ خدا سے اس کے آنسو نکل آتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ "اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ" کے مقام پر فائز ہونے کیلئے عمر' لباس' وقت اور کسی

مخصوص طرزِ عمل کی ضرورت نہیں۔ لازم ہے کہ وہ رضائے الٰہی اور رضائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا متلاشی رہے۔ اس کے قول و فعل میں معمولی سا تضاد نہ ہو وہ جس نیک گفتاری کا سہارا لیتا ہے اس کی خلوتیں اور اسکی جلوتیں اس کی شاہد ہوں۔ وہ خوفِ خدا میں اس قدر ڈوب جائے کہ شاہانِ وقت کے سامنے کلمۂ حق کی سربلندی کے نام پر ہر سختی اور سزا کو خالقِ کونین کا اِنعام خیال کرے۔

مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحبِ فروغ
عشق ہے اصلِ حیات' موت ہے اس پر حرام

یہی "انعام یافتہ ہستیاں" ہیں جو فقر و درویشی کو چراغِ راہ بنا کر منزلِ معرفتِ الٰہی کی طرف بڑھتی ہیں۔ علم ان کا اعزاز' عشقِ خداوندی ان کا اِفتخار' محبتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کا امتیاز' قرآن ان کی پہچان' عمل ان کی زندگی کا اعزاز' فقر ان کی ڈھال' سادگی و درویشی ان کی زرہ بن کر انہیں جادۂ عمل پر چلتے رہنے کا حوصلہ بخشتے ہیں۔ زمانہ انہیں دیکھے تو پہچان نہ پائے' وقت ان کی گردِ راہ تک نہ پہنچ سکے۔ شاعرِ مشرق نے بھی اس تصورِ خداشناسی کو اس طور اُجاگر کیا ہے۔

عقل ہے تیری سپر' عشق ہے شمشیر تیری
مرے درویش' خلافت ہے جہانگیر تیری
ماسوا اللہ کے لئے آگ ہے تکبیر تیری
تو مسلمان ہو تو تقدیر ہے تدبیر تیری
کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

خدائے قدوس کی طرف سے رحمتوں کی خوشخبری "ہم تیرے ہیں" اور ہم ہی نہیں "لوح و قلم بھی تیرے ہیں" دراصل وہ انعامِ قدسی ہے جو مقدر سے ہی کسی کا اعزاز بنتا ہے۔ خدا کی طرف سے "انعام یافتہ" ہونے تمنا تو سبھی کرتے ہیں مگر اس کے حصول کے لئے جس طرح سے اپنی حیاتِ مستعار کا لحہ لحہ انعامِ خداوندی کے نام پر تصدُّق کرنا پڑتا ہے۔ وہ شوکتِ ایمان کی داستانِ نور کا حسین باب ہے۔

خدا کی قدرت کے اسرار قرآن حکیم اور احادیث کے شہ پاروں سے انوار کی صورت چھن چھن کر ابھر رہے ہیں اور انہی فیوض کی قوسِ قزح سے بزمِ ہستی منور ہو رہی ہے۔ اِس ضمن میں یہ حکایت ہر صاحب نظر کی راہنمائی کرتی ہے۔

سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا لنگر بہت بڑا تھا۔ جس سے اپنے بیگانے' مسافر' راہرو سبھی فیضیاب ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص آپ سے شرف بیعت حاصل کرنے کی غرض سے آیا۔ اس نے آپ کی کرامات کا شہرہ سن رکھا تھا۔ وہ قریباً ایک سال وہاں مقیم رہا اور پھر اچانک واپسی کا ارادہ کر کے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ روشن ضمیر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: اے مردِ صالح تو ایک عرصہ ہمارے ہاں مقیم رہا' نہ آنے کا سبب بتایا اور اب جانے کے بارے میں کچھ نہیں بتا رہے۔ اس نے کہا: حضرت! میں آپ کی کرامات کا شہرہ سن کر آیا تھا' مگر اس ایک سال کے عرصہ میں مَیں نے آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی۔

آپ نے فرمایا: تم نے اور مقامات پر کیا کیا دیکھا ہے؟ اس آدمی نے کہا: میں نے ایک مقام پر ایک مردِ درویش کو ہوا میں پرواز کرتے دیکھا۔ ایک اور مقام پر ایک درویش کو پانی پر چلتے دیکھا۔ ایک جگہ ایک صوفی کو آگ پر چلتے دیکھا' لیکن آپ کے ہاں تو میں نے ایسی کوئی بات نہیں دیکھی۔ حضرت نے مسکرا کر کہا: کیا تم نے میرا کوئی عمل خلاف شریعت دیکھا ہے' میں نے نماز نہ پڑھی' روزے نہ رکھے' قرآن وسنت کا درس نہ دیا ہو' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے راستے کو چھوڑا ہو۔ کبھی کوئی ایسا جملہ میری زبان سے نکلا ہو جو خدا و مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے منافی ہو۔ اس شخص نے کہا: نہیں حضرت ایسی تو کوئی بات نہیں۔ آپ نے فرمایا: شریعت کی یہی پابندی تو عین کرامت ہے۔ پھر فرمایا: تم ہوا میں اُڑنے والے کو صاحب کرامت صوفی سمجھتے ہو تو ہوا میں تو مچھر اور مکھیاں بھی اُڑتی ہیں' تم ان کی بیعت کر لو۔ تم نے پانی پر چلنے کو کرامت سمجھا ہے۔ پانی میں تو مچھلیاں اور مینڈک بھی تیرتے ہیں۔ تم ان کے جادو پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ تم آگ پر چلنے کو کرامت سمجھتے ہو تو یہ تو سراسر شعبدہ بازی ہے۔ تم ان شعبدہ بازوں کے غلام کیوں نہیں بن گئے؟ اب اس شخص کی نگاہِ باطن بہت کچھ دیکھ رہی تھی' وہ کرامت اور شعبدہ بازی میں فرق سمجھ رہا تھا' بے اختیار رونے لگا اور عرض کیا ''حضرت! پھر ارشاد فرمایئے کہ کرامت

کسے کہتے ہیں؟ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے جلال میں اس طالب حق کو دیکھا۔ اس کے دل پر نگاہ کی اور فرمایا ''اصل کرامت یہ ہے کہ مردِ مومن کسی طالب حقیقی کے دل میں برمے کے بغیر سوراخ کر کے اللہ ہو کی ضرب لگاتا ہوا اس طرح جا بیٹھے کہ مومن کا دل اللہ کی تجلی گاہ بن جائے ۔ یہ فرما کر آپ نے عظمت کبریائی کا نعرہ لگایا تو اس طالب حقیقی کو ایسا لگا جیسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے دل کے ایوان میں تشریف فرما ہیں اور خدا کی رحمت و عنایات کے انوار سے اس کا دل بھرپور ہوتا جا رہا ہے۔

دراصل یہی وہ کرامت ہے جو خدا سے بے بہرہ انسانوں کو معرفت الٰہی کی منزل عطا کرتی ہے۔ دنیا کی برکات اور آخرت کی عنایات کو اس کے نام کر دیتی ہے۔ چاردانگِ عالم میں اسلام جس تیزی سے پھیلا ہے اس کا سب سے بڑا سبق ان صوفیائے عظام کی کراماتِ ظاہری نہیں تھیں بلکہ وہ کراماتِ باطنی تھیں، جنہوں نے تاریک دل جگمگا دیئے۔ خدا سے بے خبر انسانوں کو خدا کی ذات سے آگاہی عطا کی ۔ ان مردانِ حق کا اپنا کوئی وطن نہیں ہوتا۔ مشرق و مغرب، شمال و جنوب سب ان کی جاگیر ہوتے ہیں ۔ یہ عبادتِ الٰہی میں شب و روز محو رہ کر کرامات طلب نہیں کرتے بلکہ کرامات تو ان کیلئے اضافی اِنعام ہوتا ہے تا کہ ''اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ'' کی منزل پر فائز ہونے والوں کو جو انعام عطا ہوتا ہے اس سے ساری دُنیا باخبر ہو جائے' کیونکہ دُنیا کی باخبری کے لئے کچھ ظاہری مظاہر بھی ہوتے ہیں' کسی مردِ حق نے کبھی دُعا میں کرامات طلب نہیں کیں۔ انہوں نے تو خدا سے خدا ہو کو مانگا ہے اور اس شان سے خدا کی عبادت کے جلوؤں میں گم ہو گئے کہ عبد ہو کر معبود کے جلوؤں کے ترجمان بن گئے۔ یہی وہ منزل ہوتی ہے جب بندۂ مومن خدا کا ہاتھ بنتا ہے' اس کی زبان بنتا ہے' اس کی نظر اور اس کے پاؤں بنتا ہے۔ ربُّ العالمین ان سب چیزوں سے بے نیاز ہے مگر ان بندگانِ خاص کے ذریعہ ہی پہچان کرانے کیلئے انہیں غیر معمولی جلالت' فہم و بصیرت' دور رس نظر اور کبھی شکست نہ کھانے والی قوت سے نوازتا ہے۔

وہ جس کے بازوؤں سے اِک زمانہ سہما جاتا ہے
نگاہِ پاک سے آئینہ دِل جھلملاتا ہے

دل پر نور جس کا ایک جہاں کو جگمگاتا ہے
قدم اس کا جدھر اُٹھتا ہے باطل لڑکھڑاتا ہے
یہی ہیں جن پہ لطف خالق دارین ہوتا ہے
ہر اک درویش کامل حاصلِ کونین ہوتا ہے

(رضا)

جن ہستیوں کا انعام خداوندی مقدر بنتا ہے' ان کے تذکرے ربُّ العالمین ازخود زمانے بھر میں عام کردیتے ہیں۔ اپنی ولایت کا ڈھنڈورا خود پیٹنے والے تو بتان عجم کے پجاری ٹھہرے مگران کا کیا کہیے جو رضائے الٰہی میں زندگی گزار کر آسودۂ لحد ہوجاتے ہیں مگر بزمِ ہستی یکا یک ان کی رُوحانی چکاچوند اور ایمانی جگمگاہوں سے ضوبار ہوجاتی ہے۔ لاہور کے داتا گنج بخش سید علی ہجویری ہوں یا اجمیر کے غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی اجمیری' سرہند کے مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی ہوں یا بغداد کے غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی' پاکپتن کے بابا فرید الدین مسعود گنج شکر ہوں یا ملتان کے حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی' دہلی کے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ہوں یا خواجہ نظام الدین اولیاء' تونسہ کے صحراؤں میں معرفت الٰہی کے گلاب اُگانے والے حضرت شاہ سلیمان تونسوی ہوں یا عصر حاضر میں شرقپور کے شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ' ان میں سے کسی کی خوشبوئے کرم نوازی کتابوں' رسائل وجرائد اور من گھڑت کرامات کی مرہونِ منت نہیں ہے۔ یہ تو عین فضل الٰہی ہے جو بنجر وادیوں کو آبِ حیات بخشتا' ظلمتوں کو انوار سے ضوبار کرتا اور اپنی رضا میں سرمست ہو کر زندگی گزارنے والوں کو زمانے بھر کے لئے اپنی عظمتوں کا لافانی مظہر بنا دیتا ہے۔ وہی انعام سے نوازے تو کیسے ممکن ہے کہ کائنات کے سب سے بڑے حکمران کے انعام یافتہ افراد کے تذکار وقت کے دُھندلکوں میں چھپ جائیں۔ یہ لوگ خدا کی دلیل ہے۔ ان کے کردار کی پاکیزگی سے تو رب پہچانا جاتا ہے' پھر رب العالمین اپنی دلیل کو کیسے تاریکیوں کے حوالے کرسکتا ہے۔ سچ کہا حکیم الامت نے

فطرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے
دُنیا میں بھی میزان' قیامت میں بھی میزان

یہ بندگانِ خدا گفتار اور کردار میں اللہ کی برہان ہوتے ہیں اس لئے ان کے ارادوں کی مضبوطی میں قوتِ خداوندی کا پرتو ہوتا ہے اور ان کے عزائم کی وسعت میں شوکت الٰہی کے لامتناہی مظاہر پوشیدہ ہوتے ہیں۔ جن کو ان کا خدا ہمیشگی عطا کر رہا ہو' حیاتِ دوام سے نواز رہا ہو' جن کے ہر نقشِ حیات کو اہلِ ایمان کے جادۂ حق کی منزل قرار دے رہا ہو' وہ وقت کی آندھیوں سے کس طور مٹ جائیں گے۔ خدا کی قوت جب ان مردانِ حق کا اعزاز بنتی ہے تو انہی میں سے ایک درویش چنگیز و ہلاکو کی اولاد کو اسلام کی تجلیات میں گم کر دیتا ہے۔ تا کہ چنگیز خاں کی قہر سامانیوں نے اسلام کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے اس کی اولاد آنے والے ادوار میں نہ صرف اس نقصان کا ازالہ کرے بلکہ اسی کی بدولت فروغِ اسلام اور ترویج دین مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر معمولی وسعت اور ہمہ گیری عطا ہو سکے۔

ہمارے الفاظ کیا حقیقت رکھتے ہیں' یہ تو خدا کا فیصلہ ہے جو وہ مختلف ادوار میں صادر کر چکا ہے کہ

تو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے
نشۂ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے
ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے
کشتیِ حق کا زمانے میں سہارا تو ہے
عصرِ نو رات ہے دھندلا سا ستارا تو ہے

اگر ہم بنظرِ غائر دیکھیں تو ان حق پرستوں نے اپنے لئے قصر و ایوان تعمیر نہیں کیے' ارادت مندوں کی بڑی تعداد رکھتے ہوئے بھی سنگِ مرمر کی خانقاہیں نہیں بنوائیں' میلوں تک پھیلے ہوئے لنگر خانے تعمیر نہیں کروائے' یہ تو رضائے الٰہی میں سرمست و سرخوش رہنے والے مردانِ خوش نہاد تھے۔ جو تختۂ دار کو چوم کر بھی خوشنودیٔ خدا کے نام پر زندگی بھر تابندگی کا نمونہ بنے رہے۔ برف کی سلوں پر لیٹ کر بھی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی طرح مسکراتے رہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کوڑے کھا کر بھی رضائے الٰہی پر راضی رہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح غریب الوطنی کی زندگی بسر کر کے بھی اپنے خالق و مالک کے جلووں میں گم

رہے۔ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کی طرح وطن سے بے وطن ہوئے۔ سیدنا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح افغانستان سے بے سروسامانی کے عالم میں ہجرت کر کے لاہور میں دریائے راوی کے کنارے ڈیرہ ڈالے رہے۔ کس کس کا نام لیا جائے' ان میں سے کسی کا عمل بھی اپنی خواہشات کے تابع نہیں تھا' اور پھر انعام خداوندی نے انہیں یوں نوازا کہ جہاں جہاں انہوں نے قیام کیا وہ مقامات اہل شوق کے لئے مرکز تجلیات بن گئے۔

رزم گاہ حق و باطل میں تاریخ نے ہزاروں معرکے دیکھے۔ ایک طرف یہ بے سروسامان اَصحابِ تصوف تھے' جن کا اسلحہ فقط رضائے الٰہی تھا' یہ خوشنودیٔ رسول کے لئے جیتے تھے' شریعت ان کا نور تھی' طریقت ان کا روحانی پیرہن تھا' صداقت ان کی صدائے حریت تھی' معرفت الٰہی اُن کے لئے خدا کا اِنعام تھی' یہ دُنیاوی اسباب سے بے نیاز تھے' تیغ و سپر کے تصور سے بھی نا آشنا تھے۔ یہ جہاں جاتے تھے اپنا حجرہ بعد میں بناتے تھے' مسجد پہلے تعمیر کرتے تھے تاکہ قال اللہ اور قال الرسول ﷺ کی وجد آفریں صداؤں سے زمانہ منور ہو جائے۔ یہ بوریا نشین اپنی سادگی میں بھی قوتِ سکندر و دارا کو قدموں تلے روندنے کی قوت رکھتے تھے۔ یہ چلتے تھے تو ایک زمانہ ان کے ہمراہ ہوتا تھا' یہ بڑھتے تھے تو کہسار و دریا راستہ چھوڑ دیتے تھے۔ یہ بولتے تھے تو منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ جدھر نگاہیں اُٹھاتے تھے زمانہ اپنی نگاہیں اُن کے قدموں تلے بچھا دیتا تھا۔ یہ خدائے مہربان پر اعتمادِ کامل کا ثمر تھا۔ اپنے مالک اور اس کے محبوب ﷺ سے غیر متزلزل وابستگی کا اعزاز تھا' ان کا ہر نقشِ عمل لوحِ فطرت کی تحریر تھا' یہ خودی و خودداری کی تصویر تھے۔

خودی ہو زندہ تو ہے فقر بھی شہنشاہی
نہیں ہے سنجر و طغرل سے کم شکوہ فقیر
خودی ہو زندہ تو دریائے بے کراں پایاب
خودی ہو زندہ تو کہسار و پرنیان و حریر
نہنگ زندہ ہے اپنے محیط میں آزاد
نہنگ مردہ کو فوج سراب بھی زنجیر

معلوم ہوا کہ ولایت وایمان کی رِم جھم ہے جو بندگانِ خدا کے دلوں پر اُترتی ہے اور انہیں اسی طرح سیراب کرتی ہے کہ وہ علم وعمل کا پیکرِ صد رنگ بن جاتے ہیں۔ خوش بخت ہیں وہ لوگ جنہیں ولایت کے انوار کو سمیٹنے اور ان کی اشاعت اور ابلاغ کی سعادت عطا ہوتی ہے۔ مستند کتب کے مصنف، مردِ باصفا حضرت مرزا محمد عمرالدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسے ہی صاحب ایمان تھے، جنہوں نے اپنے ذوقِ مطالعہ اور درویشوں کی بارگاہ میں حاضری کی بدولت خود کو ایک روشن مثال بنادیا۔

مرزا محمد عمرالدین رحمۃ اللہ علیہ کی زیر نظر کتاب ''اولیاء اللہ کا مقام'' حقیقی معنوں میں ولایت اور معرفت کی روشن تحریر ہے۔ یہ ایک ایسی شمع روشن ہے، جس سے بے شمار دل ضو بار ہو رہے ہیں۔ ولایت بذاتِ خود قندیلِ نور ہے، آفتابِ معرفت ہے، ماہتابِ عشق وسرمستی ہے۔ مرزا محمد عمرالدین رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آفتاب سے حیات نو حاصل کی اور اس سے حاصل ہونے والے فیوض کو زمانے بھر میں تقسیم کردیا۔

آپ شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہِ فیض رساں کے اِنعام خوردہ تھے۔ اس ولی کامل نے ان کی خوب خوب راہنمائی کی۔ اور شیر ربانی کے انوارِ معرفت سے ان کا جو حصہ بچا وہ حضرتِ والا قدر میاں رحمت علی گھنگ شریف والے نے عطا کردیا۔ حضرت میاں رحمت علی رحمۃ اللہ علیہ صاحب فقر واستغناء تھے۔ درویشی وخدامستی کی زندہ تصویر تھے۔ میاں صاحب نے حضرت مرزا محمد عمرالدین رحمۃ اللہ علیہ کے رُوحانی مراتب کو جلا بخش کر آپ کو کہیں سے کہیں پہنچادیا۔

حضرت مرزا محمد عمرالدین رحمۃ اللہ علیہ نے جن دیگر درویشوں اور خدامست فرزندگانِ روزگار سے کسب فیض کیا اُن میں سے ایک کھیالی دروازہ والے حضرت بابا جی دھلو شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جن کے فیوض کے گلستان کی خوشبو سے بے شمار دل مہک رہے ہیں۔ مرزا محمد عمرالدین رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت بابا جی دھلو شاہ سے کئی نسبتیں حاصل ہیں۔ آپ ایک دور میں اُن کی خانقاہ کے سجادہ نشین بھی رہے اور تمام روحانی تقاریب بصد شان بجالاتے رہے۔ ضُعف اور پیری نے غلبہ پایا تو یہ نگرانی کے اُمور ترک کردیئے، مگر حضرت بابا جی رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی تصرفات کے حصول کا

سلسلہ برابر قائم رہا۔ آج حضرت قبلہ مرزا محمد عمر الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے درمیان موجود نہیں، مگر آپ کی رُوحانی تعلیمات کی تجلیات سے ایک زمانہ روشنی حاصل کر رہا ہے۔

بنا کر دند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

آپ کی دوسری کتب کی طرح یہ کتاب ''اولیاء اللہ کا مقام'' بھی میرے عزیز شاگرد حضرت علامہ مولانا محمد نعیم اللہ خاں قادری آف کامونکی کی تصحیح وتخریج سے منظرِ عام پر آرہی ہے، خصوصاً اُنہوں نے ترتیب جدید، پیرہ بندی اور ذیلی سُرخیاں قائم کر کے اِس کتاب میں مزید نکھار پیدا کر دیا۔ اگرچہ اب بھی کچھ مقامات ایسے ہیں کہ جہاں مرزا محمد عمر الدین نعیمی صاحب نے سخت لہجہ اختیار کیا ہے، جس سے اختلاف ہوسکتا ہے، لیکن آپ کی محنت اور خلوص کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ علمائے کرام کی نظر میں وہ مقامات اصلاح طلب ہیں، جہاں آپ نے مخالفین پر کچھ شرعی حکم لاگو کیے ہیں، مگر ہم نے اُن مقامات کو اسی طرح رہنے دیا ہے۔ اگر ضرورت محسوس کی گئی تو آئندہ ایڈیشن میں اُن کی اِصلاح کر دی جائے گی۔ آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا ہے کہ آپ کی کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

پروفیسر محمد اکرم رضا

اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کا مقام
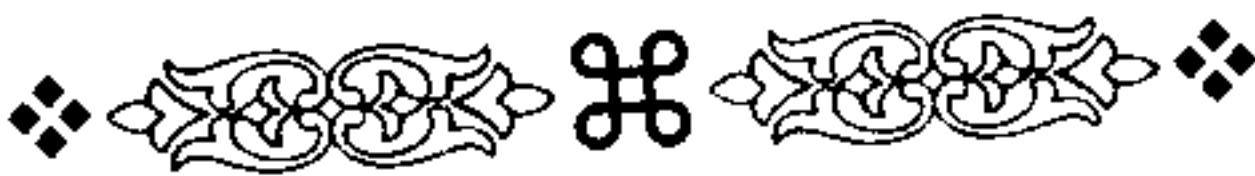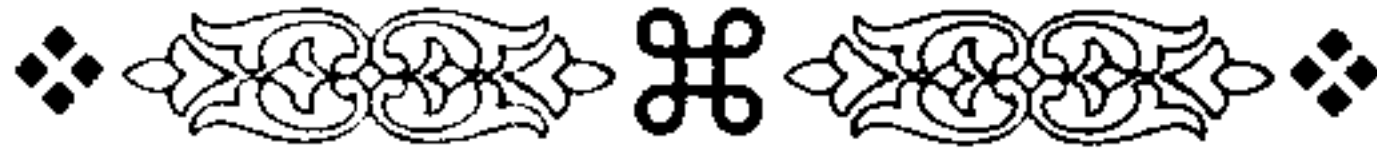
اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کا مقام

اولیاء اللہ کا تعارف اور فضائل

ولی کے معنی ہیں' خدا کا دوست اور محبت رکھنے والا یعنی مستقل جذبہ عشق والا' ایسا عشق جو طالب کو مطلوب کی ذات میں ہوتا ہے کہ اسکو محو اور مستغرق کر دیتا ہے کہ اس کی اطاعت اور رضا سے ذرہ بھر سرتابی نہیں کر سکتا' اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے......

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط

﴿پ۳ سورۂ البقرہ آیت نمبر ۲۵۷﴾

کہ اللہ ایمان والوں کا دوست ہے جو ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔ اس کے برعکس کفار اور گستاخوں کے بارے میں ارشاد ہے کہ کفار کا کوئی دوست اور حمایتی نہیں کہ وہ اس دوستی اور محبت سے محروم ہیں۔

خدا کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ ایسے صاحب حال خدا کے بندے ہیں کہ وہ کسی معاملہ میں قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اُن کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔ اُن کا دوست اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور اُن کو یہ مقام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور کمال درجۂ محبت کے صدقہ میں عطا ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم کے رُقعہ بنام نیل دریا سے ظاہر ہوا' جو خشک ہو چکا تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں جب تک ایک

98371

نوجوان لڑکی کو زیور پہنا کر دریا کی بھینٹ نہ چڑھایا جاتا اُس میں پانی نہ آتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی اِس کا یہ حال ہوا تو لشکر اِسلامی کے سپہ سالار نے خلیفۃ المسلمین کو اس سے آگاہ کیا اور دریافت کیا کہ کیا کیا جائے۔ اِس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریائے نیل کے نام رُقعہ لکھا کہ اگر خدا کے حکم سے رُک گیا ہے تو ٹھیک ورنہ مَیں حکم دیتا ہوں کہ جاری ہو جا اور اپنے پانی سے ضرورت مندوں کی حاجتیں پوری کر' اور اگر اپنی مرضی سے رُک گیا ہے تو ہمیں تیری ضرورت نہیں۔ جب یہ کاغذ کا ٹکڑا دریا میں ڈالا گیا تو اُسی وقت دریا جاری ہو گیا۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صاحب حال تھے' اِس لئے اُن کا حکم دریا نے بھی مانا۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

مَنْ عَادَ لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ۔

﴿مشکوٰۃ شریف باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ﴾

کہ جس کسی نے میرے ولی کو تکلیف دی میرا اُس کے خلاف اعلانِ جنگ ہے

یہ مقام صاف ظاہر کرتا ہے کہ ولی اللہ صاحب حال ہوتے ہیں' جن سے کرامات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ یہ محض اِس لئے ہوتا ہے کہ وہ ہوا و ہوس کا شکار نہیں ہوتے' جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ اُن کی پاسداری فرماتا رہتا ہے اور اُن کے دُشمن ذلیل و خوار ہو جاتے ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اعلان "نَحْنُ اَوْلِیٰٓـئُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ" ﴿پ ۲۴ سورہ حٰم سجدہ آیت نمبر ۳۱﴾ کے مُطابق اللہ تعالیٰ ان کا دوست اور معاون ہوتا ہے اور خدا کی مدد سے اُن کا مقام بلند رہتا ہے۔

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت جامع الفاظ میں اولیاء اللہ کے فضائل بیان فرمائے ہیں کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ اَنبیاء اور شہداء اُن پر رشک کرتے ہیں کیونکہ وہ خدا کی ذات کے ساتھ عشق و محبت کسی غرض کے بغیر محض خدا کی رِضا کے لئے رکھتے

ہیں جس سے اُن کے چہرے منور ہوتے ہیں' اور جس وقت لوگ خوف زدہ ہوں گے اُن پر کوئی خوف نہ ہوگا' اور جس وقت لوگ غم زدہ ہوں گے اُن پر کوئی غم نہ ہوگا کیونکہ خدا کا فرمان "اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝" ﴿پ ۱۱ سورۂ یونس آیت نمبر ۶۲﴾ اسی وقت کے لئے جاری ہوا ہے۔ مگر گستاخ اور بے ادب لوگ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم "بُرْهَانٌ رَّبِّیْ" کے مقامات اور کمالات کے منکر ہیں' وہ اولیاء اللہ کے مقامات کی کیا پرواہ کرتے ہیں' حالانکہ اولیاء اللہ کا وجود ہر زمانہ میں تا قیام قیامت آیاتِ قرآنِ کریم اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی صداقت کے روشن چراغ ہیں۔ اِن کے وجود کی برکت سے بارانِ رحمت کا نزول ہوتا ہے' جس سے مخلوق کو رزق کی عطا ہوتی ہے۔ کفار پر غلبہ ہوتا ہے' ہر زمانہ میں یہ لوگ معیّن تعداد میں چھپے رہتے ہیں کہ خدا کے سچے سپاہی ہیں جن میں ۳۰۰/اخیار کہلاتے ہیں' ۴۰/ابدال اور ۷/ابرار اور ۴/اوتاد ہوتے ہیں اور ۳/نقباء ہوتے ہیں' جس پر اہل سنت و جماعت کا اِتفاق ہے۔ تمام مومن اگرچہ ایمان میں مشترک ہیں' مگر سارے ایک ہی سطح پر نہیں ہیں کیونکہ اِن میں عظیم فرق ہے۔ اِن میں اولیاء اللہ کا مقام بہت بلند ہے کہ اُن کی رُوحانی قوت بلند ہوتی ہے جس سے کرامات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ وہ استقامت دِین کے روشن مینار ہیں جن سے یہ حقیقت واضح طور پر آشکار ہو جاتی ہے کہ فلاح اور کامیابی کا راستہ دینِ اِسلام میں ہے جو خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا ہے۔

ذِکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دِل میں تڑپ پیدا کیجئے
شیطان بدنصیب کو تڑپاتے جایئے

اولیاء اللہ' اِمام الانبیاء' حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دریائے ہدایت' فیض و رحمت کی نہریں ہیں' اُن کی کرامات درحقیقت خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا ظہور ہے

جو تا قیامت جاری اور ساری ہے۔ کیونکہ خدا کے فرمان......

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ○ الَّذِیْۤ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ○

﴿پ ۳۰ سورۃ الم نشرح آیت ۲، ۳﴾

کہ تم پر سے وہ بوجھ اُتار دیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑ دی تھی' کی یہ تفسیر ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دُکھ تھا کہ وصال کے بعد تبلیغ دِین کا کام کیسے ہوگا تا کہ دُنیا ہدایت پر قائم رہے' یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ علمائے کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے تالاب بن گئے اور اولیاء اللہ اُس علم کی نہریں۔ علمائے کرام شریعت مُطہرہ پر چلنے کے طریقے بتانے والے ہیں۔ نماز' روزہ اور جملہ احکامِ شرعیہ کا درس دینے والے اور وُضو کرا کر خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق مُصلیٰ پر کھڑا کرنے والے ستون ہیں تو اَولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اُن احکامات پر اِستقامت عطا کرنے والے روشن مینار ہیں۔

جس طرح پھل اُسی شاخ کو لگتا ہے جس کی جڑ قائم ہو' وہ ہری بھری ہو اور جڑ کے ساتھ تعلق قائم ہو' اسی طرح یہ ہستیاں اسکی شاخیں ہیں کہ دریا کے رحمت سے جاری ہیں' مگر جس گروہ کا عقیدہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا اِنکار ہے' وہ کمالاتِ اولیاء اللہ کے بھی منکر ہیں' اُن کا اِیمان اِتنا غیر محفوظ ہے کہ وہ آسانی سے شیطان کے شکار ہو جاتے ہیں' اُن کے حق میں خدائی فرمان بتاتا ہے کہ وہ گمراہ ہیں جیسا کہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے......

"وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا ○

﴿پ ۱۵ سورۃ الکہف آیت نمبر ۱۷﴾

کہ جسے اللہ گمراہ کرے اُس کا نہ کوئی ولی ہے' نہ مرشد۔ لہٰذا ولی اللہ اور مرشد کے خلاف عقیدہ اور ولی اللہ کے وجود سے اِنکار اُن کی گمراہی کا بین ثبوت ہے۔ اِس لئے اِستقات دِین کا فقدان اُن کے ایمان کو غیر محفوظ بنا دیتا ہے کہ وہ آیاتِ قرآنِ کریم

اور حدیثِ پاک کے مطابق عقیدہ نہیں رکھتے' بلکہ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

سورۂ الم نشراح میں ہے......

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ○ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ○ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ○

﴿پ ۳۰ سورۂ الم نشرح آیت ۱'۲'۳﴾

کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سینۂ مبارک ۴ مرتبہ چاک کر کے اس کا شرح صدر کیا گیا' نہ صرف صاف کیا گیا بلکہ اُس کو کھولا گیا۔ بچپن' جوانی' نزولِ وحی سے پہلے اور پھر شب معراج حطیمِ کعبہ کے پاس شرح صدر کر کے اس کو اِس قدر وسیع کر دیا گیا کہ اُس میں علومِ غیبیہ' اسرار ورموزِ الٰہیہ' جزئیات' کلیات' حقائق و معارف کے دریا جاری ہو گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رازدانِ "مَا كَانَ وَمَا يَكُوْن" ہو گئے۔ رب تعالیٰ سے تعلقِ دُنیا سے بے خبر نہیں ہونے دیتا۔ کروڑوں درود اور سلام اور اُمت کے اعمال پیش ہو رہے ہیں' سب سے باخبر ہیں' سلام کا جواب دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کے گنہگاروں کی بخشش کا وسیلہ ہیں کیونکہ سینہ مبارک خزینۂ اِلٰہی کا کھلا دروازہ ہے جہاں سے عطائیں جاری ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ کھلا ہوا آئینہ ہے جس میں عالم غیب وشہادت منعکس ہو رہے ہیں۔ جس طرح آئینہ پر سورج کا عکس پڑتا ہے تو وہ سورج کا کام کرتا ہے۔ اِس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ رب تعالیٰ نے صاف کر کے آئینہ بنا دیا ہے جس پر خدا تعالیٰ نے تجلی ڈالی تو سینۂ مبارک سے ربانی فیوض جاری ہو گئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدائی کام کرتے ہیں' مگر آئینہ جس طرح سورج نہیں کہلا سکتا اِسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی خدا نہیں کہلا سکتے' اُس کی صفات کے مظہر ہیں۔

خدا کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دُکھ تھا کہ اُن کے وصال مبارک کے بعد اِسلام کا پیغام کیسے عوام تک پہنچے گا' تو خدا تعالیٰ نے وعدہ فرما لیا کہ اُمت کے اندر علماء اور اولیاء پیدا کیے جائیں گے جس سے دِین محفوظ رہے گا تو آپ کا یہ غم دُور ہو گیا' بلکہ شفاعت کا

مقام عطا فرما کر مزید تسلی فرما دی اور حضور ﷺ کو سکونِ قلبی عطا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کا ذِکر بلند کیا کہ سابقہ انبیاء علیہم السلام سے آپ پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا' سب کے ذِکر فقط فرش پر مگر حضور ﷺ کا ذِکر فرش اور عرش پر اور جنت میں' بلکہ رب تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ ہر جگہ رکھا جو کلمہ میں' اَذان میں' نماز میں' خطبہ میں ہر جگہ لیا جاتا ہے' پھر حضور نبی کریم ﷺ کو القابات سے یاد کیا اور باقی نبیوں کو اُن کے ناموں سے' حضور ﷺ کے ذِکر کو اپنے ذِکر کی تکمیل قرار دیا بلکہ ہر وقت ہر جگہ جاری کر دیا کہ ماضی میں رَفَعْنَا کا اعلان کر کے بتا دیا کہ روزِ اَزل سے تا اَبد جاری ہے۔ ماضی' حال اور مستقبل ہر زمانہ میں رَفَعْنَا کا مقام ہے۔ حضور سید المرسلین ﷺ نمونہ ہیں ذاتِ الٰہی کی طرف سے جس کو چھپایا نہیں جاتا کہ ''بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ'' ﴿النساء:۱۷۴﴾ ہیں۔

دُنیا کی آرزوئیں فنا آشنا ہیں سب
جو رُوح زندگی ہے وہ تنہا تمہیں تو ہو
تم کیا ملے کہ دولتِ ایماں ملی ہمیں
ایماں بھی یہی ہے کہ ایماں تمہیں تو ہو

محبوبِ خدا کے مقام کا اندازہ کون لگا سکتا ہے کیونکہ آپ ﷺ کا مقام اللہ تعالیٰ نے خود بلند کر دیا ہے۔ پھر حضور ﷺ کے غلاموں کا مقام بھی قرآنِ کریم میں موجود ہے کہ اُن کی مقبولیت کی سند خود اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

﴿پ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۶۲' ۶۳' ۶۴﴾

سُن لو خبردار! بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم۔ وہ جو اِیمان لائے اور پرہیزگاری اِختیار کی۔ اُنہیں خوشخبری ہے دُنیا اور آخرت کی زندگی میں۔ اللہ کی باتیں تبدیل نہیں ہوسکتیں' یہ بڑی کامیابی ہے۔

اِس آیت میں اولیاء اللہ کا مقام یہ واضح کر رہا ہے کہ اُن کو یہ مقام اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں عطا ہوا ہے' تاکہ دِین اِسلام کی حفاظت کر کے حضور نبی کریم' رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا غم اور دُکھ دُور کر دیں' کیونکہ مقامِ نبوت کی ذمہ داریوں کا بوجھ حضور پر تھا۔ اُولیائے کرام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کے مظہر ہیں کہ کرامات اولیاء اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی معجزہ کا مظہر ہیں۔ اولیاء اللہ خدا کے مقبول بندے ہیں' دُنیا کو ان کی ضرورت ہے کہ اُن کے وجود سے دُنیا کو فائدہ ہے۔ اُن کی پہچان کیا ہے۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى سے کیا مراد ہے۔ اِن تمام اُمور کے بارے میں یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے مبعوث ہونے کا اِمکان نہیں تو دِین کی تبلیغ اِن کے ذمہ ہے۔ لہٰذا جس طرح کھیتیاں آفتاب کی روشنی اور بارش کی محتاج ہیں اِسی طرح سارا عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے وسیلے سے علمائے کرام' اولیاء کرام اور مشائخ عظام سے رُوحانیت کی دولت حاصل کرنے کے لئے محتاج ہے۔ اُولیاء کرام اگر حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دریائے رحمت اور فیض کی نہریں ہیں تو علماء بارشِ نبوت کے تالاب ہیں۔

حدیث پاک کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَ اللّٰهُ يُعْطِى۔ ﴿مشکوٰۃ باب العلم پہلی فصل' متفق علیہ﴾

کہ اللہ تعالیٰ رحمتوں کو عطا کرنے والا اور خدا کا محبوب ان کی تقسیم کا ذریعہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے علماء اور اولیاء ان عطاؤں کا سبب ہیں کہ علماء کے لیے مچھلیاں بھی دُعائے بقا کرتی ہیں۔

لَهُمْ يُرْزَقُوْنَ وَبِهِمْ يُمْطَرُوْنَ ۔وہ جانتی ہیں کے نزولِ بارش اور دریا کی روانی علماء کی وجہ سے ہے۔﴿مرقاۃ شرح مشکوٰۃ﴾

''مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن کے باب ذکر الیمن والشام و ذکر اویس قرنی'' میں ہے۔ يُسْقٰى بِهِمُ الْغَيْثُ وَيُنْتَصَرُ بِهِمْ عَلَى الْاَعْدَاءِ وَيُصْرَفُ عَنْ اَهْلِ الشَّامِ بِهِمُ الْعَذَابُ۔ کہ انکی دعاؤں سے بارش ہوتی ہے' کھیتیاں سر سبز ہوتی ہیں' دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے اور اہلِ شام سے عذاب ٹلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ تک رسائی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اور حضور تک رسائی اُولیاء اور علماء کے ذریعہ سے ہے۔ کیونکہ سینۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فیض بلا واسطہ حاصل کیا' انکو نور ہدایت عطا ہوا۔ ان سے یہ فیض تابعین نے پایا' پھر تبع تابعین نے اور اُنکے وسیلے سے علماء اور اُولیاء منور ہو گئے۔ اس لئے اُولیاء کے سینے نورِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینے ہیں جن سے چھن چھن کر نورِ ہدایت عالم کو منور کر رہا ہے' اسی لئے ان سے بیعت کی جاتی ہے تا کہ آئینہ کے سامنے آ کر نور حاصل کریں اور بے نور نہ رہیں۔ لیکن جن لوگوں کا عقیدہ اُولیاء اللہ پر نہیں وُہ اس لئے گمراہ ہیں کہ وُہ بے نور ہیں۔ ان کے دِل آئینہ کے نہ تو سامنے ہو سکتے ہیں اور نہ ان سے رُوحانی اور نورانی روشنی اور ہدایت کی شمع روشن ہو سکتی ہے۔ اسی وجہ سے وہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے منکر ہیں' اور منکر ہی ہمیشہ گمراہ ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خلق کی ظاہری اور باطنی اِصلاح کے لیے انبیائے کرام تشریف لائے۔ جب سلسلۂ نبوت ختم ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم سے دو گروہوں کے ذمہ یہ کام سپرد کیا گیا۔ ظاہری اصلاح کے لئے علمائے کرام مقرر ہوئے مگر باطنی کے لئے

اولیاء اللہ کا گروہ منتخب ہوا۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قیامت تک قائم ہے جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ۔ ﴿صحیح بخاری کتاب الرقاق﴾ لہٰذا ضروری ہوا کہ دونوں گروہ قیامت تک قائم رہیں۔ نماز کی ادائیگی کے لئے جسم لباس اور جگہ اور کا پاک ہونا' قبلہ رُو کھڑے ہونا' نماز کی شرائط و ارکان کو ادا کرنا ہے' اسکی تعلیم اور تمام دوسرے ارکانِ شریعت پر عمل کا کام علماء کے سپرد ہوا۔ مگر ان تمام اُمور میں خلوص کا درس تاکہ مقبولیت کے مقام تک پہنچ سکیں اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کے سپرد ہوا۔ گویا شرائطِ صحت علماء سے ملتی ہیں تو قبولِ شرائط اَولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم سے۔ حتیٰ کہ استقامت کا مقام عطا ہو جائے۔ مختصراً یہ کہ ایمان کا درس عالم دین سے ملتا ہے تو اس کی حفاظت کا مقام اَولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم سے ملتا ہے۔ اسی لئے اَولیاء تو علماء کے شاگرد ہوئے مگر دوسری طرف علماء اَولیاء اللہ کے مرید ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ اِمام فخر الدین رازی کے دلائل بوقت نزع شیطان نے توڑ دیئے مگر خواجہ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ جو ولی اللہ تھے اور اُنکے مرشد کامل تھے' سینکڑوں میل دُور بیٹھے بھی مولانا کی مدد کی اور ان سے بے ساختہ پکار کر کہلوایا کہ میں نے بغیر دلیل کے خدا کو مانا ہے اور اس پر میرا ایمان ہے' اور اس مدد کی وجہ سے مولانا فخر الدین رازی ایمان سلامت لیکر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

-•●•❖•●•-

نگاہِ ولایت

جیسے جسموں پر بیماریاں آتی ہیں تو جسم کا علاج اطباء کرتے ہیں اسی طرح دِل کی بیماریوں کا علاج اَولیاء اللہ کرتے ہیں جو اطباءِ ایمان ہیں۔ لوہے سے زنگ دُور کرنے کے لیے بھٹی چاہیے مگر دل کا زنگ صحبت اَولیاء کی بھٹی میں دُور ہوتا ہے۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں چور چوری کرنے کی نیت سے آیا تو اگرچہ اُس کو دُنیا کا مال نہ مل سکا' لیکن غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کی اُس پر نظر پڑ گئی' تو اس سے فرمایا کہ فلاں علاقے کا قطب فوت ہو گیا ہے اور اِس کو اُس علاقے کا قطب بنا دیا گیا ہے' لہٰذا اسکو وہاں بھیج دو۔ یہ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کا مقام تھا کہ ایک ہی نظر میں چور سے قطب بنا دیا۔ یہ مقامِ غور بھی ہے کہ چور تو کہتا ہے کہ میں چور ہوں' میں نے اچھا کام نہیں کیا' لیکن یہ سارا فیض حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم کا تھا کہ برے کو اچھا کر دیا' ایک بد کو نیک بنا دیا۔

ایک ڈاکو جنگل میں غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے آیا تو ڈاکہ ڈالنے کی نیت سے غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کا جبہ مبارک پکڑ کر چھیننے لگا۔ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے دُعا کی کہ مولا اس کا ہاتھ میرے دامن سے نہ چھوٹے' جس کے نتیجے میں اس کو ولی بنا دیا۔ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نگاہ نے وہ کام کیا کہ ڈاکو کو وہ مقام عطا کیا جو ڈاکو ساری عمر نمازیں پڑھ کر' روزے رکھ کر' حج اور خیرات کر کے حاصل نہ کر سکتا تھا۔ معلوم ہوا کہ دُنیا کے سفر میں جس طرح راہبر کی ضرورت ہے اسی طرح عالمِ بالا کے مسافر کو بھی رہبرِ طریقت کی ضرورت ہے مگر دیوبندی' وہابی' نجدی' عقائدِ باطلہ میں ولی اللہ سے نفرت کے سوا کچھ نہیں' لہٰذا عالم بالا کے سفر میں ان کا رہبر شیطان کے سوا اور کون ہو سکتا ہے' جو اِن سب کو لے کر ڈوبے گا۔

ولی کون ہے؟ اِس کا جواب اسی آیت کے آگے دوسری آیت میں بیان ہوا ہے جیسا کہ اِرشاد باری تعالیٰ ہے "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ" ﴿پ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۶۳﴾ کہ وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔ یعنی تقویٰ پر ان کا ایمان و

عمل ہے۔ لہٰذا ایمان کے بغیر ولایت محال ہے اور تقویٰ اور ظاہری عبادت کے بغیر باطنی طہارت محال ہے۔

-•●•❖•●•-

اولیاء اللہ کی اقسام

یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اولیاء اللہ کہلاتے ہیں مگر ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود بندے اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ہیں جن کو اَوْلِيَآؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ ﴿البقرہ: ۲۵۷﴾ فرمایا ہے۔ اور اس بنا پر اولیاء اللہ کے منکر اَوْلِيَآؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ کے تابعدار یہ گمراہ لوگ ہیں، جو شیطان کے مرید ہیں۔

اُولیاء اللہ میں تین (۳) قسم کی ولایت والے ہیں۔

ایک قسم میں مادر زاد ولی ہیں جیسے کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوتے ہی رمضان کے مہینے کے روزہ دار ہوئے۔

غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہیں ولی ہر آن میں
دُودھ چھوٹا ماں کا رمضان میں

بعض مومن تقویٰ و طہارت کی وجہ سے مقبول بارگاہِ ربُّ العزت ہو کر ولایت کا مقام پاتے ہیں اور یہ ولایت کسبی ہے۔

مادر زاد اُولیاء اللہ کی ولایت اللہ تعالیٰ کی عطا ہوتی ہے جیسے کہ حضرت مریم مادر زاد ولیہ تھیں جو کسی کی نگاہ کرم سے ولی بن جاتے ہیں اُنکی ولایت وہبی ہوتی ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے آنے والے جادوگر کہ ایک ہی نگاہ میں ولی اللہ بن گئے، وہ مومن صحابی اور شہادت کے سارے مقام پا گئے۔ اس لئے کہ اُنہوں نے نبی کا اَدب کیا اور کہا قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿پ ۱۶

(پ ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۶۵) کہ اے موسیٰ علیہ السلام ڈال کر آپ اپنا معجزہ پہلے دکھائیں گے یا ہم کو اجازت ہے کہ ہم پہلے ڈال کر اپنے جادو کو پیش کریں۔ اُنہوں نے اَدب کے ساتھ اجازت مانگی' اِس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مقبول بندہ مانا۔ اِسی طرح غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں آنے والے چور اور جنگل میں ملنے والے ڈاکو دونوں غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہِ کرم سے ہی ولایت پا گئے۔ اس آیت میں تینوں قسم کے ولی اللہ بیان ہوئے ہیں کہ اُن کو نہ خوف ہوتا ہے نہ غم۔ وہ ماسوائے اللہ کے کسی کا دِل میں خوف نہیں رکھتے اور اعمال صالح کی بنا پر اُن کو آئندہ کا غم نہیں ہوتا۔ ان تینوں قسم کے اَولیاء اللہ کا مقام بیان ہوا' پر وہاں انکے مقابلہ میں ولی نہیں "مِن دُونِ اللّٰہِ" ہیں' جو کہ کفار اور گمراہ لوگوں کی دولت ہیں' اس لئے وہ اولیاء اللہ سے نفرت کرتے ہیں اور ان کے سایہ سے بھاگتے ہیں۔

ولی تشریعی اور تکوینی بھی ہوتے ہیں' گویا دونوں قسم کے ولی پائے جاتے ہیں۔ ولی تشریعی میں ہر نیک مسلمان ہوسکتا ہے' جسے قربِ اِلٰہی حاصل ہو' اور وہ ہر چالیس متقی مسلمانوں میں ایک ہوتا ہے۔ ولی تکوینی وہ ہے جسے عالم میں تصرُّف کا اختیار دیا گیا ہو۔ ایسے ولی' غوث' قطب' اَبدال وغیرہ ہوتے ہیں۔ یہ تمام قیامت کے ڈر' خوف سے محفوظ ہوتے ہیں بلکہ دُنیا کے غم' خوف سے بھی محفوظ ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ بعض لوگ متقی ہو کر ولی بنتے ہیں تو بعض ولی ہو کر متقی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مریم علیہا السلام نے حضرت زکریا علیہ السلام کے پاس پہنچ کر ۱۳ سال کی عمر میں تقویٰ اختیار نہ کیا تھا' مگر ولیہ ہونے کے سبب بے موسم پھل عطا ہوتے تھے۔

"لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا" (پ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۶۴)

کے مصداق ولی اس طرح ہوتے ہیں کہ خلق کے منہ سے خود نکلتا ہے کہ یہ ولی ہے۔ جیسے غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ' کہ اُن کی

مقبولیت فی الخلق قبولِ خالق ہونے کی دلیل بن جاتی ہے جو بہت بڑی علامت ولی اللہ ہے۔ اور فِی الْاٰخِرَةِ۔ ﴿سورۂ یونس:۶۴﴾ کے مقام میں وفات کے وقت اور قبر سے اُٹھتے وقت فرشتے اس کی ولایت کی گواہی دیں گے۔ جنت کا مژدہ سنائیں گے اور رضائے الٰہی کی خوشخبری دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کا ذکر قرآن مجید فرقانِ حمید کے مختلف مقامات میں کیا ہے۔ اور لوگوں کے منہ سے کہلوا کر ان کی پہچان کرادی ہے۔ نبوت کے بعد ولایت کا مقام ہے جو قیامت تک قائم رہے گی اور دینِ اسلام کی حقانیت پر دلیل رہے گی۔ کیونکہ اولیاء اللہ شرعی احکام کے عمل پر کسی مخلوق سے خائف نہیں ہوتے۔ لہٰذا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تا قیامت قائم ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ ایمان نام ہے تمام دینی اُمور کو محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یقین سے ماننا۔ محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے توہین اِمامُ الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جن کا نظریہ ہو ان کو دولت ایمان کیسے نصیب ہو سکتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا اِنکار جن کے دِلوں میں گھر کر چکا ہو وہ ہدایت کیسے پا سکتے ہیں۔ ایسے گستاخانہ نظریات والے صحیح گمراہ ہیں اور ان کے عقائدِ باطلہ ان کی کتب سے ظاہر ہیں۔ معلوم ہونا چاہیے کہ یقین کے تین درجے ہیں۔ علم الیقین' جو سن کر حاصل ہوتا ہے۔ عین الیقین' جو دیکھ کر حاصل ہوتا ہے۔ اور حق الیقین' جو اس میں فنا ہو کر حاصل ہوتا ہے۔ آگ کو سن کر یقین کرنا کہ وہ گرم ہے' یہ پہلا درجہ ہے اور پھر اس کے قریب ہو کر گرمی محسوس کر کے گرم ماننا دوسرا درجہ اور تیسرا درجہ آگ کے اندر ہاتھ ڈال کر اس میں فنا ہو کر یقین کرنا کہ وہ گرم ہے۔

یقین کا پہلا درجہ ہر مسلمان کو حاصل ہو سکتا ہے۔ دوسرے درجہ کا یقین خاص حضرات کو حاصل ہوتا ہے اور اس یقین کے لئے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ﴿پ۳ سورہ بقرۃ آیت نمبر۲۶۰﴾ عرض کیا تھا۔ اسی یقین

کے لئے خدا تعالیٰ کا ارشاد ہوا۔ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ ﴿پ ۷ سورۃ الانعام آیت نمبر ۷۵﴾ کہ ابراہیم کو ملکوتِ آسمان و زمین دکھائے گئے۔

اور امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی۔ تیسری قسم فنا فی اللہ یا فنا فی الرسول کو حاصل ہوتا ہے جو اس درجہ پر پہنچتا ہے' اس کا مقام ہے۔

گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بُوَد

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

فنا فی اللہ ہو کر انا الحق کہے تو مقامِ ناز ہے۔ گر فنا فی الرسول ہو کر اَنا رسول اللہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ مقامِ اَدب ہے۔

''مشکوٰۃ شریف'' میں حدیثِ قدسی بیان ہوئی ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ولی کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ ہاتھ پکڑتا ہے' میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے' اور زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔ مگر خدا کے محبوب کو یہ مقام خدا نے خود عطا فرما دیا کہ ارشاد ہوا۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝

﴿پ ۲۷: سورۃ النجم آیت نمبر ۳، ۴﴾

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ ۝

﴿۹/۲ سورہ الانفال آیت نمبر ۱۷﴾

ترجمہ: اور جو تم نے پھینکا وہ تم نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکا تھا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ ۝

﴿۲۶/۲ سورہ الفتح آیت نمبر ۱۰﴾

ترجمہ: وہ جو تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں' ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

ان آیات سے ثابت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام وحی الٰہی ہے' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرکت خدا کی حرکت ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت خدا کی بیعت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے۔

مجذوب کے عقل وحواس دُرست نہیں ہوتے اِس لئے اُس کے اقوال وافعال پر احکامِ شرعیہ وارد نہیں ہوتے۔

شیخ منصور نے ''انا الحق'' کہا تو وہ سولی پا گئے۔ مگر مومن ہی رہے کیونکہ فنا فی اللہ ہو کر یہ کہا تھا۔ مگر فرعون نے اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ○ ﴿پ ۳۰ سورۃ النازعات آیت نمبر ۲۴﴾ کہا تو وہ کافر ہو کر مر گیا کہ وہ فنا فی اللہ نہ ہوا تھا۔ بلکہ خدا کے مقابلہ پر اُتر آیا تھا اور رب کہلاتا تھا۔

قرآن کریم میں اِرشاد ہے ''مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ'' کہ درخت سے آواز آئی کہ میں اللہ رب العالمین ہوں درخت کے بولنے کے باوجود درخت خدا نہ بنا بلکہ درخت ہی رہا لیکن منکرِ ذاتِ الٰہی مر گیا۔

جیسے لوہا آگ کی صحبت اختیار کر کے آگ کی تاثیر پالیتا ہے' وہ جلاتا بھی ہے اور رنگ بھی آگ کا سرخ پالیتا ہے' پھر بھی لوہا ہی رہتا ہے آگ نہیں ہوسکتا۔ جن بزرگ ہستیوں کا یہ مقام ہے کہ اُدھر اللہ سے واصل اور اِدھر دُنیا میں شامل' وہ سالک ہوتے ہیں۔

جنگِ بدر کے قیدیوں سے سلوک کے بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے معاوضہ وصول کر کے معافی کا مشورہ دیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری شان حضرت اِبراہیم علیہ السلام کی سی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا تھا......

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ ۚ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○

﴿پ۱۳ سورہ ابراہیم آیت نمبر ۳۶﴾

کہ جس نے میرا ساتھ دیا وہ میری امان میں ہے اور جس نے نافرمانی کی اس کے لئے تو بخشنے والا مہربان ہے۔ یعنی یہ ولایت ابراہیمی کے مظہر ہیں۔ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قتل کا مشورہ دیا تو فرمایا تیری مثال حضرت نوح کی سی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا۔

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ○

﴿پ۲۹ سورہ نوح آیت نمبر ۲۶﴾

کہ کافروں کو ختم کر دے اور ان کا نام و نشان مٹا دے۔ یعنی یہ ولایت نوح علیہ السلام کے مظہر ہیں۔

عقائدِ باطلہ کے حامل لوگ محض عبادت کو ذریعۂ نجات سمجھتے ہوئے لیکن وہ اپنے ایمان کو دُرست نہیں کرتے اس لئے وہ نجات ہرگز نہیں پاسکتے کیونکہ ایمان کے بغیر عبادت مقبول نہیں۔ لہٰذا ایسے بد مذہب لوگ ایمان کی فکر کریں' ورنہ ان کی کوئی عبادت مقبول نہ ہوگی۔ اور ولایت کا درجہ تو ایمان و تقویٰ کا مظہر ہے کہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ○ ﴿پ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۶۳﴾ کے مطابق ہے۔ اس لئے جن کے ایمان ہی درست نہ ہوں وہ نہ ولایت کا مقام پاسکتے ہیں نہ اسکے قریب ہی جاسکتے ہیں بلکہ وہ ولایت اور ولی سے ایسے بھاگتے ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

-•●•❖•●•-

مقام ولایت فیض نبوت کا مظہر ہے

مقام ولایت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کا ہی مظہر ہے جو تا قیام قیامت ہر زمانہ میں جاری ہے۔

یہ سارا حضور نبی کریم ﷺ کا ہی فیض ہے کہ حضرت غوثِ اعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ... حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ... حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ... حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ... حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ... حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ... حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ... حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ... حضرت خواجہ سید بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ... حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ... حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ ... حضرت علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ... حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ ... حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ...اور حضرت میاں رحمت علی رحمۃ اللہ علیہ خدا کے ایسے مقبول بندے ہیں' جنہوں نے کفر کے کل قلعے سر کیے اور دُنیا کے صنم کدوں کو پیوند خاک کر دیا اور وہ کام کیے جو دُنیا کا بڑے سے بڑا شخص بھی نہیں کر سکتا' بلکہ اُن کی نظیر ہی پیش نہیں کر سکتا۔ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے ہند کے اندر راجپوتانہ میں ڈیرے ڈالے اور کفر کی سیاہ آندھیوں کے اندر اِسلام کی شمع روشن کرتے ہوئے مردہ دِلوں کو مسیحائی عطا کی اور اپنی نگاہِ کرم سے نوے لاکھ بت پرستوں کو حلقہ بگوشِ اِسلام کر کے اُن کو "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کا درس دیا اور اُن کے دِلوں کے اندر توحید و رسالت کا درخت لگا کر اُن کو جہنم کے عذاب سے بچا لیا۔

راجپوتانہ میں راجہ پرتھوی راج عرف راجہ پتھورا کے زور کو اور اُسکی اِسلام دُشمنی کو اپنی کرامات کے زور سے ملیامیٹ کر کے رکھ دیا اور اس مقام پر اپنی کرامات کے اِظہار سے اس کو ذلیل و رُسوا کر دیا۔ وہ جہاں آ کر بیٹھے وہاں پر درختوں کا سایہ تھا۔ راج پتھورا نے وہاں پر اُونٹ اور جانور بٹھا دیئے تا کہ خدا کا بندہ تنگ آ کر اس جگہ کو چھوڑ دے۔ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اسکے بعد جھاڑیوں کی لکڑی سے چھپر بنا کر اس میں رہائش کی اور اللہ کا ذکر شروع کر دیا' تو راجہ نے اپنے سپاہیوں کی مدد سے اسکو آگ لگا دی۔ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہی بار اللہ کا نام بلند کیا تو وہ آگ بجھ گئی اور

اسکی بجائے راجے کے محل کو آگ لگ گئی۔

یہ دیکھ کر راجہ پتھورا نے اپنی طاقت کے بل بوتے پر خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کو تین دن کا الٹی میٹم دے دیا کہ اسکی راج دھانی سے نکل جائے ورنہ قتل کرا دے گا۔ اسی رات خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے خواب کے اندر بادشاہ شہاب الدین غوری کو حکم دیا کہ راج پوتانہ پر حملہ کر دو اور کشف کی حالت میں اعلان فرمادیا کہ ہم نے پرتھوی راج کو شہاب الدین کے ہاتھ میں دے دیا۔ شہاب الدین غوری اس سے پہلے پرتھوی راج سے شکست کھا چکا تھا' مگر ولی کا خواب میں حکم سنا تو فوراً اس پر عمل کیا اور حملہ کیا تو پرتھوی راج زندہ گرفتار ہو گیا اور شہاب الدین غوری کے پاس لایا گیا تو اس کا خاتمہ ہو گیا اور کفر کا زور ٹوٹ گیا۔

اسکے تین دن بعد شہاب الدین غوری اجمیر شریف میں داخل ہوا تو مغرب کی نماز کے لئے مسجد میں حاضری کے لئے پہنچا تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پہچان لیا' حالانکہ پہلی دفعہ ملاقات ہوئی تھی مگر خواب میں زیارت کر چکا تھا' اس لئے دقت نہ ہوئی اور فوراً مرید ہو گیا۔

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دُکھی اِنسانیت کی خدمت کرتے ہوئے پرچم اِسلام کو بلند کیا اور ۹۰ لاکھ کفار کو حلقہ بگوشِ اِسلام کر کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم بنا دیا۔ یہ سارا فیض حضور رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دریائے رحمت کا جاری ہے۔ لیکن بزرگانِ دین اور اَولیاء اللہ کے منکر لوگ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کا اِنکار کر کے خود سر بنے ہوئے ہیں' اُن کو اِن آیات کی پرواہ نہیں۔ اور پ ۱۱ سورۂ یونس کی آیاتِ بالا ۶۴' ۶۳' ۶۲ کا انکے نزدیک کوئی مقام ولایت میں مقام ہی نہیں' اسی بنا پر وہ اَولیاء اللہ کی صحبت اختیار کرنے کے خلاف ہیں اور شرک شرک کہہ کر عوام کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ خود اس نعمت سے محروم ہیں۔ جو خود مردُود ہو چکا وہ دوسرے کو

بھی مردود ہی دیکھنا چاہتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں ان کی ایسی چالیں کامیاب نہیں ہو سکتیں، کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بار بار اپنے مقبول بندوں، اولیاء اللہ کا ذکر کیا ہے۔ اگر اولیاء اللہ کی قربت اور اُنکی صحبت کا فیض شرک ہوتا تو قرآن کریم میں ان کا ذکر نہ آتا۔

غیر اللہ پر قرآنی سورتوں کے نام

غیر اللہ پر قرآنی سورتوں کے نام

گائے کے نام پر قرآنی سورت

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کی ساری ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ ان میں دوسری سورت ''البقرہ'' ہے' جو گائے کے نام پر منسوب ہے۔ کیا گائے غیر اللہ نہیں۔ کیا یہ شرک ہے؟ گمراہ لوگ اس کا جواب دینے سے قاصر ہیں کیونکہ وہ قرآن کریم کا صحیح مفہوم سمجھنے سے عاری ہیں۔ محض لیبل لگا کر علامہ اور مفتی کا لبادہ اُوڑھ کر' شیر بنے ہوئے ہیں۔ مگر حقیقت میں کچھ نہیں ہیں' کیونکہ اس آیت کی رُو سے اُنکے دِل کے اندر حضور ﷺ کا ادب نہیں بلکہ مرض ہے

فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ۬ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ○ ﴿پارہ ا سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۰﴾

اُنکے دِلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھادی اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے' بدلہ اُن کے جھوٹ کا۔

انکی یہ بیماری حضور نبی کریم ﷺ کے مقام کو جھٹلانا ہے۔ یہ نہ حضور کے مقام کا احترام کرتے ہیں' نہ اولیاء اللہ کے مقام کا۔ یہ تو صحابہ کرام' اہل بیت' غارِ حرا اور غارِ ثور اور ہر اس چیز کو جس کی نسبت حضور نبی کریم ﷺ سے ہے' اُس سے نفرت کا اِظہار

کرتے ہیں۔ جیسا کہ نجدی عقائد باطلہ میں بیان ہو چکا ہے۔ اس لئے یہ لوگ جب بھی اپنے عقائد باطلہ کا اظہار کرنے کے لئے بولتے ہیں' تو اپنی بولی سے ہی پہچانے جاتے ہیں کہ یہ اصل میں گدھے ہیں جن کے اُوپر شیر کا لبادہ ہے۔

''سورۂ بقرہ'' کا یہ نام اس لئے ہے کہ اسکے اندر گائے کا ذکر ہے جو ایک یتیم اور ماں کے تابعدار ولی کی تھی' اس لئے اس ولی کی گائے کے ذبح کرنے کے بعد اس سے معجزۂ نبی کا ظہور یا ولی کی کرامت کا اظہار ہوا۔ یہ گائے عام نہ تھی بلکہ خاص نشانیوں والی تھی کہ اس سے خدمت نہ لی جاتی کہ زمین جو بوئے یا کھیتی کو پانی دے۔ بے عیب تھی' اس میں کوئی داغ نہ تھا۔ ایسی گائے صرف اسی کے پاس تھی۔ قیمت ادا کرنے کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے اُسے ذبح کیا گیا تو اُس کے ایک ٹکڑا کو جسے اُس کی زبان یا دُم بیان کیا گیا ہے' ایک مقتول کی لاش پر مارا گیا' تو وہ زندہ ہو گیا اور خدا کی قدرت سے کچھ دیر زندہ رہ کر اُس نے اپنے قاتل کا پتہ بتا دیا کہ وہ مقتول کے رشتہ دار ہیں' جنھوں نے قتل کر کے لاش کو مخالفین کی زمین پر پھینک دیا اور اُن پر قتل کا اِلزام لگایا تھا۔ جس کا مقدمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دربار میں آیا تھا اور ولی کی نسبت کی وجہ سے گائے نے ذبح کے بعد بھی عوام کو ہدایت کا درس دیا اور یہ کام مقبول بارگاہِ رب العزت ہو گیا کہ خون کے بعد دوسروں پر تہمت لگانا ایک بڑا جرم ثابت ہو گیا اور ساتھ ہی خدا کی شان کا اِظہار ہوا کہ اللہ تعالیٰ ایسے ہی مردے بھی زندہ کریگا اور حساب و کتاب لے گا' تا کہ بُرے لوگ سزا پائیں اور نیک لوگ جزا کے حق دار بن جائیں۔ مطالعہ کریں آیاتِ سورۂ بقرہ ۶۷...۷۳ اور اپنے ایمان تازہ کریں کہ ولی تو کجا اُس کی گائے بھی خدا کو مقبول ہو گئی اور اُس کا ذِکر قیامت تک جاری ہو گیا کہ اُس کے نام کی نسبت سے قرآن کریم کی پہلی سورۂ کا نزول ہوا' تا کہ گمراہ لوگ قرآن کریم پڑھ کر ہدایت پائیں......

قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِیْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِی الْحَرْثَۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِیَةَ فِیْهَاؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّؕ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا یَفْعَلُوْنَ ○

﴿پ ۱ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۷۱﴾

ترجمہ:- کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے کہ جس سے خدمت نہیں لی جاتی' جوتے اور کھیتی کو پانی دے' بے عیب ہے' جس میں کوئی داغ نہیں' بولے اب آپ ٹھیک بات لائے تو اُسے ذبح کیا اور (ذبح) کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ یٰسَامِرِیُّ ○ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ یَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِیْ نَفْسِیْ ○

﴿پ ۱۶ سورۂ طٰہٰ' آیت نمبر ۹۵' ۹۶﴾

ترجمہ:- موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اب تیرا کیا حال ہے اے سامری! بولا میں نے وہ دیکھا جو لوگوں نے نہ دیکھا تو ایک مٹھی لی' فرشتہ کے نشان سے' پھر اُسے ڈال دیا اور میرے جی کو یہی بھلا گیا۔

ان آیات میں بیان ہے کہ سامری نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا کہ میں نے جبرائیل کو دیکھا اور ان کی گھوڑی کی تاثیر بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لی تھی۔ گھوڑی کی ٹاپ سے گھاس اُگتی دیکھی جو لوگوں نے نہ دیکھی تھی۔ اس لئے صرف سامری نے دیکھا کہ دوسرے کا اس طرف دھیان نہ آیا تو ایک مٹھی بھر کر بچھڑے میں رکھ دی تو اس میں جان آ گئی۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ جبرئیل علیہ السلام کی ٹاپ کی خاک زندگی بخش ہے' مگر چونکہ سونا کفار فرعونیوں کا تھا' اس لئے بچھڑی کی آواز سے لوگ گمراہ ہو گئے اور ہدایت پر نہ آئے۔

اسی طرح قرآن و حدیث جب گمراہوں کی زبان سے نکلے تو اس سے لوگ گمراہ

ہی ہوں گے ہدایت پر نہ آئیں گے۔ جب جبرائیل کی گھوڑی کے پاؤں کی خاک بے جان سونے میں جان پیدا کر سکتی ہے تو خدا کے مقبول بندوں' نبیوں اور ولیوں' کے قدموں کی خاک بھی مردہ دلوں کو ضرور زندگی بخش کر خدا کے قرب کا باعث ہو جاتی ہے۔

سامری کا بیان کہ اس نے جو کچھ کیا اپنی نفسانی خواہش سے کیا جس میں اس کی ندامت اور شرمندگی کا اظہار بھی تھا' اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے قتل نہ کیا' ورنہ مرتد کی سزا قتل ہی ہے۔ کیونکہ اس نے خیال کیا کہ یہ مٹی سونے کے بچھڑے میں ڈال کر دیکھوں کہ کیا ہوتا ہے۔ چونکہ سامری نے ندامت کا اظہار کیا تو بچ گیا۔ گناہگار جب ندامت اور توبہ کرے تو محاسبہ سے بچ سکتا ہے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جس طرح حضرت جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی کے پاؤں کی نسبت سے خاک میں تاثیر ہو گئی تھی تو خدا کے مقبول بندوں میں بھی تاثیر ہوتی ہے۔ اس لئے ان کا قرب مردہ دلوں کو زندگی بخشتا ہے اور وہ مقبول بارگاہِ ربُّ العزۃ ہو جاتے ہیں' لیکن جو ان کے قریب ہونے کے ہی خلاف ہوں' ان کو قربِ الٰہی کیونکر نصیب ہو سکتا ہے!! اس لئے وہ گمراہی کے سوا بات ہی نہیں کرتے۔ ان کے لئے قرآن سے ہدایت کی بجائے گمراہی مقدر ہو چکی ہے کہ وہ خدا اور رسول کے نافرمان ہیں۔

-•●•❖•●•-

چیونٹی کے نام پر قرآنی سورت

وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

﴿پ۱۹ سورۃ النمل آیت نمبر ۱۷،۱۸،۱۹﴾

ترجمہ: اور جمع کئے گئے سلیمان کے لئے اس کے لشکر جنوں اور آدمیوں اور پرندوں سے تو وہ روکے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے نالے پر آئے ایک چیونٹی بولی۔ اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں چلی جاؤ، تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان اور ان کے لشکر بے خبری میں۔ تو اس کی بات سے مسکرا کر ہنسا اور عرض کی اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے اور یہ کہ میں بھلا کام کروں جو تجھے پسند آئے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے بندوں میں شامل کر جو تیرے قربِ خاص کے سزاوار ہیں۔

اس آیت میں چیونٹیوں کا ذکر ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کی آمد پر اس نالے موجود تھیں۔ لشکر سلیمان علیہ السلام میں جن اِنسان اور پرندے تھے، یہ اتنا زیادہ لشکر تھا کہ اِنتظام کے لئے اگلوں کو روکا جاتا تھا، تاکہ پچھلے مل جائیں۔ یہ نالہ ایک وادی تھی، جو طائف شریف سے بیس میل کے فاصلہ پر واقعہ ہے اور اب بھی اسے وادیٔ نمل ہی کہا جاتا ہے۔ جب لشکر اُس وادی پر پہنچا تو وہ چیونٹی جو سب کی سردار تھی بولی: اے

چیونٹیو! گھروں میں پناہ لے لوتا کہ بے خبری میں ماری نہ جاؤ۔ کیونکہ اس کا عقیدہ تھا کہ صحابہ کسی پر ظلم نہیں کرتے کہ وہ چیونٹیوں کو کچلیں' البتہ بے خبری میں ایسا ہوسکتا ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ نبی نے دُور سے بھی چیونٹیوں کی سردار چیونٹی کی آواز کوسن لیا' لہٰذا ہمارے نبی کریم ﷺ روضۂ اَقدس کے اندر امتی کی آواز بھی سن لیتے ہیں' اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی جانوروں کی بولی سمجھتے ہیں جیسے حضور سرور کائنات ﷺ ہر جانور کی بولی سمجھتے تھے' اونٹوں کی فریاد رسی کرتے تھے۔ نبی دور کی پکار سننے والے اور فریاد رسی کرنے والے ہیں۔ اسی بنا پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل سے چیونٹی کی آواز کو سن لیا اور اپنے لشکر کو ٹھہر جانے کا حکم دیا تا کہ چیونٹیاں سراخوں میں گھس جائیں۔ سرورِ کائنات ﷺ کے سامنے درختوں نے کلام کیا۔ کیکر اور کھجور کی شاخوں کا کلام اور حضور ﷺ کی گواہی دینا اور کھجور کے تنے حنانہ کا رونا' حضور ﷺ کے فراق میں گریہ و زاری کرنا۔

آج کل خورد بین اور دیگر آلات کی اِیجاد سے باریک چیزیں دیکھ لی جاتی ہیں' مگر آج تک کوئی ایسا آلہ ایجاد نہیں ہوا' جو چیونٹی کی آواز کوسن سکے اور سنا سکے۔ اس لئے یہ معجزہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تھا جہاں عقل بھی حیران ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے شب معراج جنت میں پہنچ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے جوتوں کی آوازسن لی۔ جب وہ مکے کی گلیوں میں چلتے ہوئے جارہے تھے' وہ بھی معجزہ ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبوت اور ملک کی بادشاہت عطا ہوئی اور وہ جانوروں کی بولی جانتے تھے جو خدا کی نعمت ہے جس پر انہوں نے نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اُنہوں نے رب سے عرض کی کہ ایسے اعمال کی توفیق دے جو نیک و صالح کے ہوں اور اس پر قائم رکھ لہٰذا یہ سنت رسول ہے کہ مومن بھی ایسی دُعا کریں اور اپنے ماں باپ کے لئے بھی دعا کریں تا کہ ان کی بخشش کا وسیلہ بنے۔

اس سورۃ کو نمل یعنی چیونٹی کے نام کی نسبت سے قرآن کریم میں بیان کیا ہے۔ چیونٹیوں کا ذکر غیر اللہ کا ذکر ہے' مگر اس میں مومن کو ہدایت ہے کہ چیونٹی بھی نبی کے مقام کو پہچانتی ہے' لہٰذا تم بھی اس سے ہدایت پکڑو اور نبی کریم ﷺ کے مقام کو پہچانو' حضور ﷺ کی شان کے خلاف بدتمیزی اور اخلاق سے دُور باتیں نہ کرو' ورنہ تمہارا دعویٰ ایمان باطل ہے۔ کیوں کہ براہین قاطعہ' تقویۃ الایمان' حفظ الایمان' اور صراط مستقیم میں تمہارے باطل عقائد کا واضح اظہار ہے اور تمہاری گمراہی کا ثبوت ہے۔

-•●•❖•●•-

ولی اللہ کا تصرف

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۫ لِیَبْلُوَنِیْۤ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ

﴿پ ۱۹ سورۃ النمل آیت نمبر ۴۰﴾

ترجمہ:- اُس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اُسے حضور میں حاضر کردوں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔ پھر جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا تو کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔ تاکہ مجھے آزمائے کہ میں اُس کا شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں۔

اِس آیت میں حضرت آصف بن برخیا کا بیان ہے' جن کے پاس تورات شریف یا ابراہیمی صحائف یا لوحِ محفوظ کا تھوڑا سا علم تھا' جس کی وجہ سے وہ ولی ہو چکے تھے۔ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے شاگرد اور وزیر بھی تھے اور علم باطنی بھی حاصل کر لئے تھے' کیونکہ ظاہری علم یہ طاقت پیدا نہیں کرتا کہ کہے کہ میں اس تخت کو آنکھ جھپکنے سے پہلے حاضر کرونگا۔ اور وہ اسی وقت اسے اُٹھا کر لے آئے اور حاضر کر دیا۔ جب پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ دیکھا تو خدا کے شکر میں سجدہ میں چلے گئے۔ اس سے ولی کی قوت' اُس کی رفتار' اُس کا مقامِ حاضر و ناظر معلوم ہو گیا کیونکہ حضرت آصف بن برخیا نے بلقیس کے مقام اور اُس کے تخت کا پتہ کسی سے نہ پوچھا' نظر اُٹھائی تو خود دیکھ لیا اور آناً فاناً وزنی تخت بغیر کسی چھکڑے یا گاڑی یا سواری کے خود لا کر حاضر کر دیا۔ یاد رکھیں کہ جو کہتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام لے آئے' وہ غلط بیانی کرتے ہیں کیونکہ خدا کا فرمان بتاتا ہے کہ حضرت آصف کا اعلان تھا کہ وہ خود لائے گا' ملکوتی قوت کارفرمانہ تھی' بلکہ روحانی

قوت تھی اور نہ ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا سے وہ تخت آیا تھا۔

جب ایک ولی بنی اسرائیل کی طاقت کا یہ حال ہے تو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت اور معجزات کا اندازہ کون لگا سکتا ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا شکر ادا کرنا کہ اُس نے میرے شاگردوں میں ایسے اولیاء پیدا کئے ہیں' ثابت کرتا ہے کہ ولایت برحق ہے اور اولیاء اللہ کی کرامات حق ہیں' جن کا منکر گمراہ ہوتا ہے۔

اِس سے یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو نعمت عطا کر کے آزماتا ہے کہ اُس کے مقبول بندے اِس نعمت کا شکر ادا کرتے ہیں' فخر نہیں کرتے' نہ ہی انکار کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف اولیاء اللہ کی کرامات کا اِنکار اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کا انکار' حاضر و ناظر کا انکار بجائے شکر کے محض گمراہی کا ثبوت ہے اور قرآنِ کریم کی آیات نے اس پر مہر تصدیق ثبت فرما کر اِنکی گمراہی کا اعلان فرما دیا ہے تاکہ عوام ایسے لوگوں کے عقائد باطلہ سے بچیں' کیونکہ یہ کھلم کھلا قرآن کریم کی خلاف ورزی ہے' جس کی بنا پر ایسے لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں۔

تبلیغ کا لباس وہ پہن کے ہوئے آئے ہیں
گستاخ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں' دامن بچایئے

-•●•❖•●•-

غار کے نام پر قرآنی سورت

واقعہ اصحابِ کہف اور عقائد اہلسنت کی صداقت

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ ۗ مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۖ وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝ وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَهُمْ رُقُودٌ ۚ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ۚ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ۝ وَكَذَٰلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ ۚ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۖ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۚ قَالُوا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ فَابْعَثُوا أَحَدَكُم بِوَرِقِكُمْ هَٰذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَلْيَنظُرْ أَيُّهَا أَزْكَىٰ طَعَامًا فَلْيَأْتِكُم بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا ۝ ﴿پ۱۵ سورۃ الکہف آیت نمبر ۱۷، ۱۸، ۱۹﴾

اور اے محبوب تم سورج کو دیکھو گے کہ جب نکلتا ہے تو اُن کے غار سے داہنی طرف بچ جاتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو اُن کے بائیں طرف کترا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ اس غار کے کھلے میدان میں ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں سے ہے۔ جسے اللہ راہ دے وہی راہ پر ہے اور جسے گمراہ کرے تو ہرگز اُس کا کوئی حمایتی راہ دکھانے والا نہ پاؤ گے۔ اور تم انہیں جاگتا سمجھو اور وہ سوتے ہیں اور ہم ان کی داہنی بائیں طرف کروٹیں بدلتے ہیں۔ اور اُن کا کتا اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے غار کی چوکھٹ پر۔ اے سننے والے اگر تو اُن کو جھانک کر دیکھے تو اُن سے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور اُن سے ہیبت میں بھر جائے۔ اور یوں ہی ہم نے اُن کو جگایا کہ آپس میں ایک دوسرے سے احوال پوچھیں۔ اُن میں سے ایک کہنے والا بولا۔ تم یہاں کتنی دیر رہے۔ کچھ بولے ایک دن رہے یا دن سے کم

دوسرے بولے اللہ تمہارا رب خوب جانتا ہے' جتنا تم ٹھہرے تو اپنے میں ایک کو یہ چاندی دے کر شہر بھیجو۔ پھر وہ غور کرے کہ کونسا کھانا وہاں ستھرا ہے کہ تمہارے لئے اُس میں سے کھانے کو لائے اور چاہئے کہ نرمی کرے اور ہرگز کسی کو تمہاری اطلاع نہ دے۔

اِن آیات کے اندر یہ بیان ہوا ہے کہ ہدایت والا ہی اولیاءاللہ کی کرامات پر ایمان رکھتا ہے مگر بے ہدایت اور گمراہ کا نہ کوئی ولی' نہ مرشد ہوتا ہے۔ اِس لئے اُس کا نہ اولیاءاللہ پر ایمان ہے' نہ اُن کی کرامات پر۔ اُلٹا وہ اُس کی مخالفت کرتا ہے۔ ولی اور مرشد کی صحبت اور اُن کی کرامات کو شرک کہہ کر فرمانِ خداوندی کی توہین کا مرتکب ہوتا ہے۔ مگر اِس سورۃ میں اصحابِ کہف کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے بیان کر کے انکی گمراہی کا اعلان فرمادیا ہے۔

گستاخ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مرا تو کہا گیا
یہ بے اَدب کا چہرہ ہے اِسکو چھپایئے

چنانچہ اِن آیات کے اندر جو واقعہ بیان ہوا ہے' اِس سے اصحابِ کہف کا مختصر واقعہ یوں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد عام لوگ بت پرست ہو گئے۔ سات حضرات ایمان پر قائم رہے۔ اُس وقت دقیانوس بادشاہ کا زمانہ تھا' جو کافر تھا اور ہر مومن کو قتل کرا دیتا تھا۔ یہ حضرات ایمان بچانے کی خاطر بھاگے اور قریب کے ایک پہاڑ کی غار میں جا چھپے۔ کچھ نقدی سکہ اور ایک کتا اُن کے ساتھ تھا' کتا دروازے پر سو گیا۔ یہ حضرات خدا کی قدرت سے تین سو سال کے قریب سوئے رہے' اُدھر دقیانوس بادشاہ مارا گیا اور اُس کے بعد کئی سلطنتیں گزر گئیں اور آخر کار ایک بادشاہ بیدارس نامی مومن' صالح کا دورِ حکومت آ گیا۔ اُس نے ساٹھ سال تک سلطنت کی' مگر اُس کے زمانے میں لوگ قیامت کے منکر ہو گئے۔ جس پر بادشاہ

نے دُعا مانگی کہ مولا کوئی نشانی ایسی دکھادے جو قیامت میں اُٹھنے پر دلیل ثابت ہو۔ چنانچہ اُس کے بعد ہی اصحابِ کہف نیند سے بیدار ہوئے اور بڑے ہشاش بشاش تھے۔ اُنہوں نے ایک ساتھی "یملیخا" سے کہا کہ تم بازار جاؤ اور کچھ کھانا لاؤ' مگر اپنا پتہ کسی کو نہ بتانا۔ وہ شہر میں آئے تو شہر کا نقشہ بدلا ہوا پایا۔ بہرحال نان بائی کی دوکان پر گئے اور روٹی خریدی۔ جب نقدی دی تو وہ بولا کہ یہ سکہ تو آج سے تین سو سال پہلے کا ہے' جو دقیانوس کا زمانہ تھا۔ یہ تمہارے پاس کہاں سے آ گیا اور شک کی بنا پر اُس کو حاکم کے پاس لے گیا۔ حاکم نے خیال کیا کہ شائد اِس کو کہیں خزانہ ملا ہے' اُس نے پوچھا کہ خزانہ کہاں ہے۔ اِس پر یملیخا نے اپنا سارا واقعہ بیان کر دیا۔ اِس پر بادشاہ اور حکام اور شہر کے لوگ اُن کو دیکھنے غار پر پہنچے۔ بادشاہ بیداوس نے اُن سے مصافحہ کیا اور اپنی رعایا سے کہا کہ اللہ تعالیٰ جس طرح اِن بزرگوں کو تین سو سال تک سلا کر اُٹھا سکتا ہے' وہ قیامت میں مردے بھی زندہ فرما سکتا ہے اور یہ حضرات پھر اپنی جگہ پر سو گئے اور بادشاہ نے وہاں غار کے دروازے پر مسجد بنانے کا حکم دیا اور ہر سال وہاں لوگ جمع ہوتے تھے اور عید کی طرح خوشی مناتے تھے۔ ﴿تفسیر خازن' خزائن العرفان﴾

اِس سے یہ واضح ہو گیا کہ بزرگوں کی یاد میں عرس کی تقریبات منا کر اللہ اللہ کرنا قدیم زمانہ سے مومنوں کے اندر رائج تھا' جو اولیاء سے محبت کا اِظہار ہے کہ صدقات اور تلاوتِ قرآنِ کریم کا اِیصالِ ثواب اُن کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے' جو آیت "قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی" ﴿پ ۲۵ سورۃ الشوریٰ آیت نمبر ۲۳﴾ کے فرمانِ الٰہی پر عمل ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقربین سے اِظہارِ محبت کرو کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو ہے۔

آیاتِ مذکورہ میں اِرشاد کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابِ کہف کو دیکھا ہے' اُن کے آرام فرمانے کا رُخ بھی مشاہدہ فرمایا ہے۔ جیسا کہ آیات بتاتی ہیں

کہ سورج نکلتے وقت غار کے دائیں طرف بچ جاتا ہے اور ڈوبتے وقت بائیں طرف کترا تا ہے اور اصحاب کہف غار کے کھلے میدان میں پڑے ہیں اور یہ اُن کا قیام اللہ کی نشانیوں سے ہے کہ تین سو نو برس پڑے رہے۔ جیسا کہ آیت پاک میں ارشاد ہے

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ۝

﴿پ ۱۵ سورہ الکہف آیت نمبر ۲۵﴾

کہ وہ اپنی غار میں تین سو نو برس ٹھہرے رہے' وہ غار کے اندر اللہ کے ذکر میں مشغول ہو گئے اور ذکر کرتے کرتے تھک کر سو گئے اور اس عرصہ میں زندہ رہے' اُن کی آنکھیں کھلی رہیں' جس سے دیکھنے والا اُن کو بیدار سمجھے' مگر وہ سوئے پڑے رہے' جیسا کہ آیت میں ''وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُودٌ'' (پ ۱۵ سورۃ الکہف آیت نمبر ۱۸) کا بیان ہے اور میت کو سوتا ہوا نہیں کہا جاتا اور سال میں ایک یا دو دفعہ اُن کی کروٹیں بدلی جاتیں کہ عاشورہ کے دن ایسا ہوتا' جیسا کہ ''وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ'' (الکہف:۱۸) میں واضح ہے کہ ہم اُن کی کروٹیں بدلتے' دائیں بائیں' جس سے واضح ہوا کہ فرشتوں کے کام یعنی بندوں کے کام' رب کے کام ہوتے ہیں کیونکہ فرشتے کروٹیں بدلتے تھے' مگر رب نے فرمایا ہے کہ ہم بدلتے ہیں اور ایسا فعل شرک نہیں کہلاتا۔ بندۂ ولی اللہ کا کام بھی رب کا کام ہوتا ہے' اِس لئے شرک نہیں ہوتا' اصحابِ کہف کی زندگی کا ثبوت بھی ہے کہ کروٹیں زندہ کی بدلی جاتی ہیں' مردوں کی نہیں' اور اِس کے بعد کتے کا ذکر اِس لئے ہوا ہے کہ بزرگوں کی صحبت میں کتا بھی مقبول ہو گیا کہ اُس کا ذکر عزت کے ساتھ قرآنِ کریم میں بیان ہوا ہے' اور اُس کو زندگی نصیب ہوگی' جو دائمی ہے کہ مٹی اُس کو بھی نہیں کھاتی۔ لہٰذا جس اِنسان کو ولی کی بجائے نبی کی صحبت مل جائے اُس کا مقام کیا ہے اور خود نبی کا مقام کتنا بلند ہے مگر اِس کے باوجود ''تقویۃ الایمان'' میں حضور نبی کریم ﷺ کو مر کر مٹی میں ملنے والا کہا گیا ہے

تو کیا ایسا بکنے والا اسماعیل دہلوی اِس آیت پاک کی موجودگی میں گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہ اصحابِ کہف اور اُن کا کتا تو زندہ ہو' اُنکو مٹی نہ کھائے اور یہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گستاخی کرے اور ایمان کا دعویدار بنے۔ اور کتے کا حال بھی یوں بیان ہوا ہے کہ اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے غار کی چوکھٹ پر پڑا ہے۔ اِس سے ثابت ہوا کہ تمام عبادات سے بڑھ کر اچھی صحبت کا مقام ہے کہ اس کا فائدہ اِنسانوں تک ہی محدود نہیں حیوان بھی فائدہ اُٹھاتے ہیں' جیسا کہ کتا مقبول ہو گیا۔ اس میں یہ بھی واضح ہو گیا کہ ولی کی کرامت اُن کی بے خبری میں بھی ظاہر ہوتی رہتی ہے' کیونکہ اصحابِ کہف کی نیند کے اندر بھی اُن کا رعب و دبدبہ کرامت تھی' یہ اُن کی حفاظت کا اِنتظام تھا۔ اور یہ رعب کا مقام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف نہیں ہو سکتا' کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو شب معراج قاب قوسین پر پہنچ کر رب تعالیٰ کی زیارت کی اور نہ گھبرائے۔ اصحابِ کہف تو ولی اللہ اور خدا کے بندے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے' جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام "مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی" ﴿النجم:١٧﴾ ہے کہ میرے حبیب نے مجھے دیکھا تو آنکھیں بھی نہ جھپکیں' نہ بند ہوئیں' اور بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں اصحابِ کہف کو ملاحظہ فرمایا...... واللہ اعلم ورسولہ۔

اِس واقعہ کا فائدہ اُن لوگوں کو ہوا جو قیامت کے دن کے منکر تھے کہ تین سو نو سال کے بعد جگانے سے اُن کو ایمان نصیب ہوا' اور خود اصحابِ کہف کا ایمان بھی قوی تر ہو گیا اور اِس میں یہ بھی نکتہ ہے کہ چونکہ کرامت دکھائی تھی' اِس لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور دنیا سے بے خبر کر دیا' حالانکہ اللہ کے مقبول بندے بعد وفات بھی اِس جہاں سے خبردار ہوتے ہیں' بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میت قبر کے اندر دفن کرنے والوں کو جانتی ہے اور انکے جوتے کی آواز کو بھی سنتی ہے جب وہ واپس جاتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام "عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ" ﴿التوبۃ:١٢٨﴾ ہے

کہ اُمت کا مشقت میں پڑنا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر گراں ہوتا ہے کہ وہ اپنی اُمت کے حالات کو جانتے ہیں اور اپنی نیند کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری آنکھیں سوتی ہیں اور دِل نہیں سوتا۔ اِس لئے وضو نہیں ٹوٹتا کہ بے خبر نہیں ہیں۔ اور یہ مسئلہ تو بہت عام ہے کہ اہل قبور کو سلام کیا جاتا ہے" اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْر "جس کے مطابق یہ ثابت ہے کہ اہلِ قبور سلام کو سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں' ورنہ یہ طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہ ہوتا اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فعل عبث ہو سکتا ہے' کیونکہ بے خبر کو سلام نہیں کیا جاتا۔

لہٰذا جاگنے کے بعد اُن کا آپس میں پوچھنا کہ کتنی دیر تک سوئے رہے' اور جواب میں بعض کا کہنا کہ ایک دن یا اِس سے کم اور دوسروں کا کہنا کہ اللہ بہتر جانتا ہے' جتنی دیر ٹھہرے' اِس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ مرنے کے بعد سب لوگ بے خبر ہو جاتے ہیں جب کہ بیان ہو چکا ہے کہ خدا نے اُنکو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ بلکہ حضرت عزیر علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے سو سال تک وفات دے کر اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا تاکہ اُن سے معجزے کا ظہور ہو۔ اِس سے گمراہ لوگوں کا کہنا کہ وفات کے بعد سب بے خبر ہو جاتے ہیں' عقائد باطلہ سے ہے۔ کیونکہ مرنے کے بعد مومن کے لئے جنت کا نظارہ اور نعمتیں' اور کافر کے لئے جہنم کا عذاب' اُن کی بے خبری کی دلیل نہیں' کیونکہ جو بے خبر ہو اُس کو ثواب اور عذاب کیسا۔ لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اِنسان بعد از وفات بھی برزخی زندگی پاتے ہیں۔ جیسا کہ غزوۂ بدر میں ابو جہل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب کیا (حالانکہ وہ اُس وقت قتل ہو کر مردہ پڑا تھا) کہ اے ابو جہل! خدا نے اپنا وعدہ میرے ساتھ پورا کر دیا ہے کہ مجھے فتح عطا فرما دی ہے' کیا تیرے ساتھ جہنم کا وعدہ پورا ہو گیا ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو مردہ ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خطاب فرما رہے ہیں' تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھ سے زیادہ سنتا ہے اور باخبر

ہے مگر جواب دینے سے قاصر ہے۔ لہٰذا یہ عقیدہ کہ بعد وفات سب بے خبر ہو جاتے ہیں' باطل ہے' اور گمراہی کا بین ثبوت ہے۔

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ شب معراج تمام سابقہ نبیوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی' بہت سے نبی حج میں شریک ہوتے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا اُن کی زندگی کا ثبوت ہے۔ لہٰذا دیو بند' وہابی' نجدی کے عقائد باطل ہیں' جو بے خبر کہتے ہیں۔ حقیقت یہ تھی کہ اصحابِ کہف سورج نکلتے وقت غار میں داخل ہوئے تھے اور آفتاب ڈوبتے وقت اُٹھے تھے۔ اِس لئے وہ سمجھے کہ آج ہی سوئے ہیں۔ مگر جب اپنی حجامتیں بڑھی ہوئی اور ناخن بڑھے ہوئے دیکھے تو تردّد کرنے لگے کہ ایک دن میں ایسا نہیں ہو سکتا' تو بولے کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کتنی دیر ہم سوئے۔ مگر اصل حقیقت یہ تھی کہ وہ خدا کی طرف متوجہ رہے' اِس لئے دُنیا کی طرف توجہ نہ کر سکے کہ کتنی دیر پڑے رہے۔ خدا کو یہ منظور تھا کہ اس سے اُن کی کرامت کا ظہور ہو اور اُن کا یہ واقعہ دُنیا میں گمراہوں کے لئے باعثِ عبرت ہے' جو کراماتِ اولیاء اللہ کے منکر ہیں اور اُن کی صحبت کے فیض سے محروم ہو کر اپنی عاقبت خراب کر لیتے ہیں۔ کیونکہ جب مولانا فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عالم' شیطان کے حملے سے بغیر ولی کی مدد سے نہ بچ سکے کہ خواجہ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ نے عالمِ کشف میں اُن کو دیکھا تو سینکڑوں میل دُور سے پکار کر کہا کہ دلائل چھوڑ کر اعلان کرو کہ میں خدا کی ذات پر بغیر دلیل کے ایمان لایا تو اس پر عمل کر کے وہ ایمان سلامت لے کر رُخصت ہوئے اور شیطان بھاگ نکلا۔ جو لوگ اولیاء اللہ کی کرامت کے منکر ہیں وہ کیسے بچ سکتے ہیں۔ وہ قرآنِ کریم پڑھ کر بھی ایمان نہیں لاتے بلکہ اِنکار ہی کرتے ہیں۔

یہاں پر ایک مسئلہ یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ کافر سے خرید و فروخت جائز ہے'

دوسرے یہ کہ کافر کا پکا ہوا کھانا مسلمان کے لئے حرام نہیں' کیونکہ اصحابِ کہف کے لئے کھانا شہر سے آیا جو کافر تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے برسوں فرعون کافر کے گھر کا کھانا کھایا اور آنحضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نبوت کے اعلان سے پہلے ابو طالب کے گھر سے کھانا کھایا' البتہ حرام جانور کا کھانا حرام ہے اور جھٹکا حرام ہے کہ ذبح نہیں کیا گیا...

اَنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ج

﴿پ ۲ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۷۳﴾

یہ بھی واضح ہوا کہ اصحابِ کہف کو جگا کر بھوک لگائی گئی تا کہ اُن کی کرامت کا ظہور ہو اور لوگ اُن کی کرامت پر اِیمان لائیں۔ ورنہ ۳۰۹ سال تک بھوک کا نہ لگنا اور اُن کا زندہ رہنا خدا کی قدرت کا اِظہار ہے' جس نے بھوک کو روکے رکھا۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر غذا کے آسمان پر زندہ رہنا' خدا کی شان کا اِظہار اور نبی کا معجزہ ہے۔

یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ صالحین کی قبور پر قبہ بنانا جائز ہے جیسا کہ اِرشاد ہے...

فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ط ﴿پ ۱۵ سورۃ الکہف آیت نمبر ۲۱﴾

کہ اُن کی ظاہری عمارت بناؤ

اور اللہ تعالیٰ نے اُن کا یہ قول بغیر تردید کے نقل فرمادیا ہے جو علامت جواز ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صالحین کے قرب میں مسجد بنانا بہتر ہے کہ وہاں نماز کی زیادہ قبولیت ہوتی ہے۔ اِسی لئے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے کہ قربتِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے۔ "عَلَيْهِمْ" سے مراد اُن کے قرب میں ہے۔

نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنا میرا شغل ہے بشیر
کہتے ہیں جس کا کھایئے بس اُس کا گایئے

اور یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ جب اِنسان اپنے ایمان کے اعلان کرنے پر قادر نہ ہو تو ایمان کو چھپانا جائز ہے۔ مگر کفار میں رہنا حرام ہے۔ وہاں سے نکل جائے لیکن اس سے تقیہ کا کوئی ثبوت نہیں ملتا' کیونکہ تقیہ کر کے کفار میں رہنا حرام ہے۔ اِسی لئے اصحاب کہف نے شہر چھوڑ کر غار میں پناہ لی کہ ﴿فَأْوٗا اِلَى الْكَهْفِ﴾ (الکہف:۱۶) کا ارشاد ہوتا ہے کہ اصحابِ کہف نے تقیہ نہ کیا تو ربِ تعالیٰ نے اُن کے لئے ساری مشکلیں آسان فرمادیں۔

اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اصحابِ کہف کے واقعہ کا بہت تفصیلی علم عطا فرما دیا' لیکن اس کے اظہار سے منع فرما دیا ہے کہ ارشاد ہے۔ ''وَلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ع'' (الکہف:۲۲) کہ ان کے بارے میں کسی کتابی سے نہ پوچھو کیونکہ آپ کو ربِ تعالیٰ نے بتا دیا ہے' اور یہ بھی کہ اگر اِن شاء اللہ کہنا کسی وقت یاد نہ رہے تو جب یاد آئے کہہ لیں۔

اِس سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ کسی وقت نماز پڑھنی بھول جائے تو یاد آنے پر پڑھ لو' فرمایا ہے کہ......

''وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ'' ﴿الکہف:۲۴﴾

اور یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اِعتراض کرنے والوں کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بیان کر دیا ہے کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنے معجزے عطا فرمائے ہیں جو ان معجزوں سے بڑھ کر قوی ہیں۔ یہ تو صرف اصحابِ کہف کا واقعہ ہے' جس کا بیان ہوا ہے' جبکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو منبر شریف پر کھڑے ہو کر اور قیام فرما کر قیامت تک آنے والے واقعات کو بیان فرما دیا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں مذکور ہے اور بیان ہو چکا ہے۔

آخر میں یہ بتانا ضروری ہے کہ تلاوتِ قرآنِ کریم عبادت ہے' خواہ سمجھ میں

آئے یا نہ آئے کہ......

وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ (الکہف:۲۷)

میں حکم ہے کہ تلاوت کرو جو تمہارے رب کی کتاب تمہیں وحی ہوئی

مکڑی کے نام پر قرآنی سورت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کی رات جب غارِ ثور کے اندر داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مکڑی کو اُس غار کے منہ پر چوکیدار بنادیا اور مکڑی نے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بجالاتے ہوئے غار کے منہ پر جالا بُن دیا اور یہ جالا بظاہر اتنا کمزور ہے کہ اِرشاد باری تعالیٰ ہے ......

وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْکَبُوْتِ لَوْکَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ○

﴿پ۲۰ سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۴۱﴾

اور بے شک سب گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا گھر ہے' کیا اچھا ہوتا اگر جانتے

لیکن مکڑی کی خدمت اِتنی مقبول ہوگئی کہ کفار صبح کو جب غار کے منہ پر پہنچے تو غار کے اندر نہ جاسکے۔ایک معمولی جالے نے وہ کام کیا جو خیبر کے قلعہ کا دروازہ بھی نہ کر سکا کہ اُس کو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھوں سے اُٹھا کر اُکھاڑ پھینکا تھا' حالانکہ بعدۂ اُس کو اُٹھانے کے لئے ستر آدمی آئے اور اُٹھا نہ سکے' مگر جالا اُس سے ہزار گنا بہتر ثابت ہوگیا اور کوئی کافر نظر اُٹھا کر بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ نہ سکا اور نہ دروازے کو کھول سکا۔

اللہ تعالیٰ کو مکڑی کی خدمت پسند آگئی کہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بجا آوری میں فوراً عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے مکڑی کا ذکر قرآن کریم ''سورۃ العنکبوت'' میں بیان فرما

دیا جو قیامت تک مومنوں کی زبان پر جاری ہے' حافظ اور قاری پڑھتے ہیں اور علمائے کرام اِس کو بیان کرتے ہیں اور اس کے ایک ایک لفظ پر دس دس نیکیاں عطا ہوتی ہیں' یہ سب اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ جس نے بھی دامنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھام لیا اُس کا مقام بلند ہو گیا اگرچہ مکڑی ہی کیوں نہ ہو۔ ایسے لوگوں سے مکڑی اچھی ہے جو خدا کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ اور بے ادب ہیں۔ مکڑی غیر اللہ ہے مگر اُس کا عمل مومن کے لئے ذریعہ نجات ہے کہ اُس نے وہ درس دیا ہے جو گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر نہیں آسکتا کیوں کہ مکڑی نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کر کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن تھام لیا اور بتادیا کہ نجات حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ہے' لیکن گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم وسیلہ کے منکر ہیں وہ نجات نہیں پاسکتے ہیں' وہ قرآنِ کریم پڑھ کر ہدایت کی بجائے گمراہی مول لیتے ہیں کیونکہ اُن کے نزدیک غیر اللہ کا ذکر شرک ہے مگر وہ نہیں سمجھتے کہ غیر اللہ کا ذِکر خود خدا تعالیٰ بیان کر رہا ہے' اِس لئے شرک نہیں ہوسکتا۔ ان کی توحید چونکہ شیطانی توحید ہے اِس لئے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کے منکر ہیں۔ ورنہ اپنی باطل کتب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف تنقید کر کے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نہ کرتے۔ یہ اُن کے عقائد باطلہ کا بین ثبوت ہے۔ ایسی صورت میں اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم سے دشمنی اور گستاخی اُن کے نزدیک معمولی چیز ہے۔ کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام اُن کے دل میں نہیں ہے۔

-♦●♦❖♦●♦-

وسیلے کا بیان

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ ﴿پ ۶ سورہ المائدہ آیت نمبر ۳۵﴾

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اُس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اُس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ فلاح پاؤ۔

اِس آیت سے واضح ہے کہ مسلمان کو اعمال کے ساتھ اَنبیاء علیہم السلام اور اَولیاء رحمۃ اللہ علیہم کا وسیلہ بھی ڈھونڈنا چاہیئے۔ کیونکہ "اتقو اللہ" میں خدا سے ڈر کر نیک اعمال کرنے کا حکم ہے' پھر اس کے بعد وسیلے کی تلاش کا حکم ہے کہ اس کے لئے کوشش کرنی لازمی ہے تاکہ وسیلہ حاصل ہو جائے اور انکی صحبت سے فیض یاب ہو سکیں اور رب تعالیٰ تک پہنچ سکے۔ مومن کو اس کے لئے اولیاء اللہ کا وسیلہ تلاش کرنا چاہیئے کیونکہ بغیر وسیلے کے کوئی بھی رب تک نہیں پہنچ سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود سب کا وسیلہ ہیں' اِس لئے وہ اس حکم میں شامل نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسرے کا وسیلہ پکڑیں۔ اَولیاء اللہ تو پہلے بھی وسیلے میں منسلک اس لئے ہیں جو بھی ان کے وسیلے میں شامل ہوگا وہ بھی اس میں منسلک ہو جائے گا اور خدا تک رسائی پالے گا' کہ بیعت کا سلسلہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔
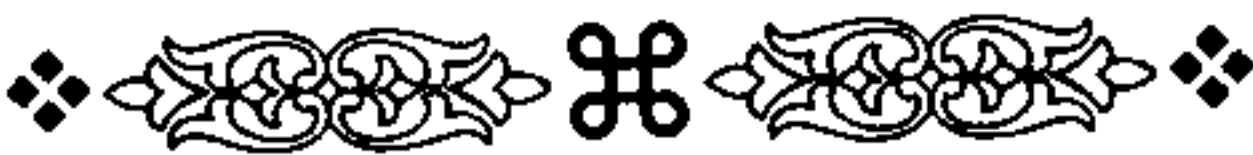
اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کی پہچان اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُن کا مقام

اولیاءاللہ رحمۃ اللہ علیہم کی پہچان
اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُن کا مقام

حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاءاللہ رحمۃ اللہ علیہم مثل دلہن کے ہیں اور دلہن تک رسائی سوائے اُس کے محرم کے کوئی نہیں کرسکتا کہ "ولی راہ ولی می شناسد" کے مطابق ولی ہی ولی کو جانتا ہے یا وہ شخص جس کو وہ نفع پہچانا چاہے۔

شیخ ابوالعباس کے مطابق خدا کا پہچاننا آسان ہے، مگر ولی کا پہچاننا مشکل ہے کیونکہ خدا اپنی ذات اور صفات میں مخلوق سے ممتاز ہے اور ہر مخلوق اس پر گواہ ہے، مگر ولی شکل وصورت میں اور اپنے افعال میں ہماری طرح ہے۔ "مشکوٰۃ باب فضل الفقراء" میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہت سے پراگندہ حال، بال بکھرے ہوئے اور جن کو دھکے دیے جاتے ہیں، اگر وہ خدا پر قسم کھالیں تو وہ پوری فرما دیتا ہے۔

خاکسارانِ جہاں را بہ حقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

اگر کوئی کام خلافِ عادت کسی نبی سے ظاہر ہو تو یہ معجزہ ہوتا ہے کہ یہ اس کی تصدیق نبوت ہے۔ اگر نبی کے تابع اُمتی سے صادر ہو تو کرامت ہے مگر کافر کے ہاتھ سے کوئی خلافِ عادت ہو تو استدراج ہے کیونکہ دجال کے ہاتھوں خلافِ عادت کام ظاہر ہوں گے۔ اگر ہوا میں اُڑنا ولایت ہو تو گدھ، چیل، اُلو، چمگادڑ اور تمام پرندے ولی ہیں۔ اگر پانی پر تیرنا ولایت ہو تو مچھلیاں اور آبی جانور ولی ہیں۔ اگر دل کی بات

جاننا ولایت ہو تو شیطان ولی ہے کہ وہ اِنسان کے دل کے وسواس کی بھی خبر رکھتا ہے جس کا ثبوت "فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ" ﴿پ۱۴ سورۃ النحل آیت نمبر ۹۸﴾ میں بیان ہے کہ تلاوتِ قرآنِ کریم سے پہلے "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ" پڑھ کر اس کو اس برائی سے روکا جاتا ہے۔ لہٰذا ایک ہی علامت سب میں تلاش کرنا غلطی ہے کیونکہ ولایت کی مختلف علامات ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نبی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم اور غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ بڑے صاحب کامل تھے، مگر اس کے باوجود ایک نبی اور باقی ولی، بلکہ ولی گر تھے۔ تارک الدنیا ہونا بھی ولایت کی نشانی نہیں کیونکہ بہت سے ہندو سنیاسی تارک الدنیا ہیں مگر ولی نہیں۔ بے عمل شریعت کا تارک ہو کر کس طرح ولی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا نماز کے تارک ہو کر جو ولایت کا دعویٰ کریں اور کہیں کہ وہ کعبہ میں نماز پڑھتے ہیں، مگر روٹی اور نذرانے مریدوں سے حاصل کرتے ہیں، وہ بھی ولی نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا ولی کی علامات مختلف ہیں اور کتاب و سنت کے مطابق مختلف ارشادات سے علامات واضح ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس کو دیکھ کر خدا یاد آئے وہ ولی ہے (خازن) کیونکہ انکے فیض سے اِنسان تو کیا جانور اور در و دیوار بھی ذِکر کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ولی دُنیا کی فکر سے بے پرواہ ہوتا ہے مگر ذکرِ خدا میں مشغول۔ حدیث پاک میں ہے کہ جو شخص بوجہ اللہ محبت یا عداوت رکھے وہ ولی ہے جیسا کہ اس کی شان قرآن کریم میں بیان ہے۔......

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

﴿پ ۲۶ سورہ الفتح آیت نمبر ۲۹﴾

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کفار پر سخت، مگر

آپس میں نرم ہیں' وہ رکوع اور سجدہ کرنے والے' خدا کے فضل کے متلاشی اور مقام ولایت والے کہ تعلق باللہ والے ہیں۔ "تفسیر روح البیان" کے مطابق بعض ولی ایمان وتقویٰ اور درجات کے حصول پر ولی ہوتے ہیں۔ بعض محض عطائے الٰہی سے اور بعض محض ولایت وہبی والے ہوتے ہیں۔ گویا ولی ولایت کسبی' عطائی' وہبی والے ہوتے ہیں' جیسا کہ ان کا بیان ہو چکا ہے' مگر کوئی بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا' جیسا کہ خدا کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میرا اصحابی مٹھی بھر جو خیرات کرے تو غیر صحابی اگرچہ ولی' قطب اور ابدال ہی کیوں نہ نصف پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو بھی صحابی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کے فضائل

اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کے فضائل

قرآن کریم کی روشنی میں

زمین کی زینت اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم

لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿پ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۶۴﴾ کے فرمان سے اولیاء اللہ کے فضائل بے شمار ہیں کہ یہ حضرات مثل آسمان کے چاند، تاروں کے زمین کے چاند اور تارے ہیں۔ جیسے آسمان کو نورانیت اور بقاء زینت چاند تاروں سے ملی ہوئی ہے، ویسے ہی زمین کی بقا روشنی اور زینت اولیاء اللہ سے دُنیا میں قائم ہے۔ فضائل صحابہ قرآن پاک اور حدیث پاک کے روشن بیان ہیں جیسے قرآنِ کریم میں انکے لئے فرمایا گیا ہے

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ

﴿پ ۳۰ سورہ البیّنات آیت نمبر ۸﴾

اور کہیں شہداء کے لئے فرمایا ہے کہ......

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

﴿پ۴ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۴۹، ۱۷۰﴾

کہ انکو مردہ خیال بھی نہ کرو، جو شہید ہیں، وہ زندہ ہیں، رزق دیئے جاتے ہیں۔

-◆●◆❖◆●◆-

اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کے پانچ فضائل

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ۚ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ؕ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ؕ ﴿پ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۶۲، ۶۴﴾

ان آیاتِ قرآنِ کریم میں جو گیارھویں پارہ میں گیارھویں رکوع میں بیان ہیں، اولیاء اللہ کے پانچ فضائل بیان ہوئے ہیں۔

(۱)......ان کو خوف نہیں

(۲)......ان کو غم نہیں

(۳)......ان کو دُنیا میں خوشی ہے

(۴)......ان کی آخرت میں خوشی ہے

(۵)......ان کے لئے بڑی کامیابی کا مقام ہے۔

اِس لئے "سورۂ یونس" کی اِن آیات میں اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کے فضائل تشریح طلب ہیں اور اِس طرح پر ہیں۔

کہ ان کو خدا کا خوف اوروں سے زیادہ ہوتا ہے کہ خاتمہ کا خوف' قیامت کا خوف جو مفید ہیں۔ خدا کے خوف کو خشیت الٰہی کہا گیا ہے کہ اُن کا مقام "لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ" ﴿پ ۲۸ سورہ الحشر آیت نمبر ۲۱﴾ وہ دُنیاوی نقصان سے نہیں ڈرتے کہ اس ڈر سے وہ اعمالِ صالحہ چھوڑ دیں کہ نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ اور جہاد فی سبیل سے کنارہ کشی کر جائیں' بلکہ دُنیا کی چیزیں اولیاء اللہ سے ڈرتی ہیں۔

وہ شیر کا خوف نہیں کھاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ جب راستہ بھول گئے اور رستہ میں شیر کو دیکھا کہ حملہ آور ہو رہا ہے تو شیر سے ہرگز نہ ڈرے' بلکہ اس کو اپنا مقام بتلایا کہ وہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور راستہ بھول گئے ہیں۔ اس پر شیر صحابی پر حملہ کرنے سے باز رہا اور خادم بن کر راستہ بتایا اور جب تک وہ اپنے لشکر کے پاس نہ پہنچ گئے' اُن کی حفاظت کا ذمہ لے لیا۔ اُن سے موذی جانور خود ڈرتے ہیں کہ ان کو پہچانتے ہیں اور اُن کی کرامات کے بیان میں یہ مقام بعد میں واضح کیا جائے گا۔

درحقیقت قیامت کے دن اوروں کو حساب و کتاب کا کھٹکا ہوگا' خوف ہوگا کہ وہ جہنم میں جائیں گے۔ مگر اولیاء اللہ کو اس کا خوف اور غم نہ ہوگا۔ ﴿تفسیر روح البیان﴾

انبیاء کرام علیہم السلام کا مقام اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم سے بہت افضل ہے۔ ان کے مقام کے مطابق ان کی ذمہ داریاں ہیں جیسے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمت کے حساب و کتاب کی فکر ہوگی کہ اُن کے لئے کبھی میزان پر' کبھی حوضِ کوثر پر اور کبھی پل صراط پر اُمت کو پار کراتے ہوں گے۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں آپ کو قیامت کے روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو

کہاں تلاش کروں تو جواب میں فرمایا کہ میزان پر تلاش کرو اگر وہاں نہ پاؤ تو حوضِ کوثر پر کہ میزان پر اُمت کے اعمال کو اپنے سامنے وزنی کراتے ہوں گے اور حوضِ کوثر پر پیاسے اُمتیوں کو حوضِ کوثر سے ٹھنڈا اور میٹھا جام پلاتے ہوں گے۔ اگر وہاں پر بھی نہ پاؤ تو پل صراط پر اُمت کو پار کراتے ہوں گے۔ ایک جان اور کئی ذمہ داریاں ہوں گی علاوہ ان کے اُمت کی کوتاہیوں پر غم اور افسوس ہوگا۔

مگر اولیاء اللہ رحمہم اللہ پر ایسی حالت نہ ہوگی کیونکہ ان کی ایسی ذمہ داریاں نہیں۔ وہ اس غم اور فکر سے آزاد ہوں گے۔

حدیث پاک میں ہے کہ شب معراج حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا کہ آسمانِ اوّل پر اُن کا مقام ہے اور دائیں طرف والوں کو دیکھتے تو خوش ہوتے کہ یہ سب مومن اور خدا کے مقبول بندے ہیں، مگر بائیں طرف والوں کو دیکھ کر غمگین ہوتے اور آنسو بہاتے کہ یہ ان کی محبت کا تقاضا تھا، کیونکہ یہ لوگ اولاد آدم علیہ السلام سے ہونے کے باوجود کافر اور منکر تھے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم راتوں کو روتے اور اُمت کی بخشش کے لئے دُعائیں فرماتے، مگر اولیاء اللہ کا مقام "لا خوف علیهم ولاهم یحزنون" ہے کہ وہ خوف اور غم سے آزاد ہیں۔

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿سورہ یونس:۶۴﴾

اولیاء اللہ کا مقام یہ ہے کہ ان کے دل دُنیاوی تفکرات سے آزاد ہیں کہ وہ دنیاوی تفکرات کے اثر کو قبول نہیں کرتے۔ ان کے دل مثل اس کشتی کے ہیں جو خود دریا پر ہے محفوظ ہے، مگر جس کشتی میں دریا آجائے اُس کی تباہی ہے اور اُن کا حال ان لوگوں کی طرح ہے، جن کے دلوں میں دُنیا کا لالچ ہے ان کے دل میں مگر اولیاء اللہ

کے دِل میں عشق خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے' اِس لئے دُنیاوی تفکرات کے لئے جگہ نہیں ہے۔

نورِ ایمان کیا ہے؟ محبت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے
جس دل میں یہ نہ ہو وہ جگہ خوک وخر کی ہے

اولیاء اللہ رحمہم اللہ کا دُنیا کے بارے میں یہ حال ہے کہ موت اُن کے لئے وصلِ حبیب کا ذریعہ اور قبر اُن کے لئے دیدارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ ہے اور قیامت کے دن وہ سایۂ عرش میں ہوں گے' جو اُن کے لئے "بُشْرٰی فِی الْاٰخِرَۃِ" ہے۔

دُنیا کے اور لوگوں میں رہ کر مسلمانوں کا ایسے لوگوں کو ولی سمجھنا اور اچھا جاننا۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿سورہ یونس:۶۴﴾ ہے۔

حدیث پاک ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخرت میں بشریٰ کا مقام یہ ہے کہ اُن کے چہرے پر نور اور نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں ہونا ہے۔

اولیاء اللہ کو یہ مقام اِس لئے عطا ہوا ہے کہ ان کا "اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ" پر کامل ایمان ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی جانوں کے ان سے زیادہ مالک ہیں۔ اور یہی ایمان صحابہ کرام کا تھا کہ اُنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ﴿الکہف ۱۱۰﴾ سے کبھی خطاب نہ کیا تھا۔ اور نہ ہی ایسا خیال کبھی دِل میں آیا تھا۔ اسکے بر خلاف جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہہ کر اپنا بڑا بھائی کہتے ہیں وہ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ﴿پ۲۱ سورہ الاحزاب آیت نمبر۶﴾ کے منکر ہیں مگر یہ تو خدا کا فیصلہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایمان والوں کی جان کے مالک ہیں' لہٰذا اِنکار کرنے والے اَوْلِیَآءُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کے ماننے والے ہیں۔ اُنکے لئے خدا کا فیصلہ ہے کہ وہ اَوْلِیٰٓـؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ ﴿البقرہ:۲۵۷﴾ ہیں اس لئے اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ

وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا ﴿پ ۶ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۵۵﴾ پر ایمان نہیں رکھتے بلکہ وہ تو ان کے سایہ سے بھی بھاگتے ہیں جن سے ایمان کی حفاظت ہوتی ہے' اس لئے طاغوت اور شیاطین سے وہ کیسے بچ سکتے ہیں۔

میلاد کی مٹھائی سے غش آتا ہے جسے
کوے کی یخنی لایئے اسکو پلایئے

لہٰذا ان کا فیصلہ برحق ہے جس سے اِرشاد ہے وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا کہ جسے خدا گمراہ کرے اُس کا نہ کوئی ولی ہے نہ مرشد اور دُنیا میں وہ اسی نشانی سے پہچانے جاتے ہیں۔ وہابی کا نہ کوئی پیر ہوتا ہے نہ مرشد اس لیے وہ شیطان کے مرید ہیں کیونکہ جس کا پیر و مرشد نہ ہو اس کا پیر و مرشد شیطان ہوتا ہے۔

چونکہ اولیاء اللہ کا چرچا اور مقبولیت دُنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی ہے کہ بعد وفات فرشتے اُن کی ولایت کی گواہی دینے والے اور اُنکو جنت کا مژدہ اور رضا الٰہی کی خوش خبری دینے والے ہوتے ہیں اس لیے اُن کا ذکر قرآن کریم میں گیارھویں پارہ کے گیارھویں رکوع میں ہوا ہے۔ اسی بنا پر گیارھویں شریف کی نسبت سے غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کیا جاتا ہے۔

ثابت ہوا کہ دین حق وہی ہے جس میں اولیاء اللہ کا وجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا چرچا خلق کے منہ سے کراتا ہے۔ کیونکہ پھل اسی شاخ کو لگتے ہیں جس کا تعلق جڑ سے قائم ہو۔ یہی لوگ مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے منظورِ نظر ہیں اِس لیے صاحب بصیرت ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے' اور قیامت تک کوئی اور نبی آنے والا نہیں' اس لیے دینِ حق کی خدمت انکے سپرد ہے۔ انکی کرامات قیامت تک ظاہر ہوتی رہیں گی اور مردہ دِلوں کو زندگی کی روح اور اسلام کا درس دیتی رہیں گی۔ اس لئے کرامات اولیاء بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے' جس کا ظہور قیامت تک ہوتا رہے گا۔

آپ کو مان کے خدا کو جانا ہم نے
آپ کے در سے ملی دولتِ ایماں آقا

حرفِ اوّل میرے ایماں کا خدا کی توحید
آپ کا نام مگر حاصلِ ایماں آقا

شفاعت کی نظر اے خاصۂ خاصانِ رُسل
عرصۂ محشر میں ہوں بے سر و ساماں آقا

شعائر اللہ کی تعظیم
خدا کے فرمان کی تعمیل ہے

شعائر اللہ کی تعظیم خدا کے فرمان کی تعمیل ہے

صالح علیہ السلام کی اُونٹنی شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم

قرآن کریم کا مطالعہ جس قدر ہو سکے گہرا کیا جائے گا اور اُس میں غور وفکر کیا جائے کا جیسا کہ "لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ" ﴿پ۲ سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۱۹﴾ کا حکم ہے، تو معلوم ہو گیا کہ گمراہ لوگوں سے گمراہی ظاہر ہوتی جائے گی، کیونکہ شعائر اللہ کی توہین کرنے والوں کا انجام عذاب کی صورت میں اُن پر ظاہر ہوا جیسا کہ بیان ہے...

وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ ﴿پ۳۰ سورہ الشمس آیت نمبر ۱۲ تا ۱۵﴾

ترجمہ:- جب کہ اُس کا سب سے بدبخت اُٹھ کھڑا ہوا، تو اُن سے اللہ کے رسول نے فرمایا: اللہ کے ناقہ اور اُس کے پینے کے باری سے بچو۔ تو انہوں نے اُسے جھٹلایا، پھر ناقہ کی کوچیں کاٹ دیں تو اُن پر اُن کے رب نے اُن کے گناہ کے سبب تباہی ڈال کر وہ بستی برباد کر دی اور اُس کا پیچھا کرنے کا اُسے خوف نہیں۔

اِن آیات کے اندر حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود پر عذاب کا بیان ہے کہ اُنکی بستی کو برباد کر کے برابر اِس لئے کر دیا کہ اس قوم کے ایک شخص قدار بن سالف نے آٹھ شخصوں کی مدد سے اونٹنی کو ہلاک کر دیا، جو عام اونٹنی نہ تھی، بلکہ "نَاقَةَ اللّٰهِ" تھی۔ اس کو خدا سے نسبت تھی، اس لئے وہ بڑی عظمت والی تھی کہ وہ معجزہ کے طور پر پہاڑ سے

پیدا ہوئی تھی۔ اس کی ایذا رسانی سے ساری قوم اِس لئے ہلاک ہوگئی کہ انہوں نے شعائراللہ کی تعظیم کی بجائے اُس کی توہین کی اور ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿پ۱۷ سورۃ الحج آیت نمبر۳۲﴾ کا انکار کیا تھا' اور شعائراللہ اس لئے تھی کہ اس کی نسبت خدا کے نبی اور انکے معجزے سے تھی۔ اس لئے واجب التعظیم جانور کا قتل عذاب بن گیا۔ اسی بنا پر بعض بزرگوں کے جنگل کا شکار اور اس جنگل کی لکڑی کا استعمال عذاب بن جاتا ہے۔ یہ واقعہ اس کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ پچھلی اُمتوں میں ناقہ کا قاتل بڑا بدبخت تھا اور اس اُمت میں علی کا قاتل بڑا بدبخت ہوگا کہ اُونٹنی مظہر نبوت حضرت صالح علیہ السلام تھی اور علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے مظہر اور صاحب ولایت ہیں' مگر جو خدا کے محبوب کی شان کے گستاخ ہیں اور توہین انبیاء و اولیاء کے مرتکب ہیں' وہ بدبخت کیوں نہیں۔ اُن پر عذاب ضرور آئے گا۔ دُنیا میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے صدقہ میں "مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ" کے تحت عذاب سے بچے ہوئے ہیں' لیکن قیامت میں وہ گرفت سے ہرگز نہیں بچ سکتے کیونکہ شعائراللہ اور انکے تبرکات کی توہین کرنے والے مجرم ہیں۔ اور جو لوگ اسماعیل دہلوی اور اُن کے عقائد باطلہ کی تائید کرنے والے ہیں' وہ بھی اس عذاب سے نہیں بچ سکتے جب تک توبہ نہ کریں۔

-•●•❖•●•-

صفا' مروہ شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم

انبیاء اور اولیاء شعائر اللہ ہیں جن کے وسیلے سے صفا' مروہ اور بیت اللہ شریف شعائر اللہ بنے۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿پ ۱۷ سورہ الحج آیت نمبر ۳۲﴾

ترجمہ اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ظاہری عبادت تو ظاہر جسم کا تقویٰ ہے' مگر دل میں بزرگان دین کی تعظیم اور اُنکے تبرکات کی تعظیم دلی تقویٰ ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو یہ تعظیم کرنا نصیب کرے۔ جس شیئ' پتھر یا جانور کو عظمت والے نبی اور ولی سے نسبت ہو جائے وہ بھی شعائر اللہ بن جاتا ہے۔ قرآن کریم میں صفا اور مروہ کو حضرت حاجرہ علیہا السلام سے نسبت ہوگئی' اُنکے قدم ان دونوں پہاڑیوں پر لگ گئے تو وہ شعائر اللہ بن گئیں اور ان کا ذکر بھی قرآن کریم میں آگیا۔

جو لوگ بصیرت سے محروم ہیں' وہ شعائر اللہ کی تعظیم کے منکر ہیں۔ قرآن کریم میں بیان ہے کہ یہ لوگ اِسی بنا پر کفر کے مرتکب ہیں جیسا کہ فرمایا ہے۔

وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝

﴿پ ۹ سورہ الاعراف آیت نمبر ۱۹۸﴾

ترجمہ: اور تو انہیں دیکھے کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں اور انہیں کچھ بھی نہیں سوجھتا۔

اِس سے معلوم ہوا کہ کفار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سر کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں مگر دل کی آنکھ سے نہیں دیکھتے' اِس لئے وہ صرف بشریت کو دیکھتے ہیں' جو نور کے اُوپر مثل لباس اور پردہ کے ہے' مگر نورِ نبوت کو نہیں دیکھتے۔ بصیرت سے دیکھنے والے تو صحابی بن گئے مگر بصارت سے دیکھنے والے کافر ہی رہے۔ ابوجہل' ابولہب' ولید بن مغیرہ اور

ان کے ہم نوا کہتے "قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا" ﴿پ ۲۲ سورہ یٰسین آیت نمبر ۱۵﴾ کہ آپ تو ہماری طرح بشر ہیں۔ اِس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور اس کی تعظیم کے منکر رہے۔ آج کے دور میں ابوجہل اور کفار کے قدم پر چلنے والے بھی "بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" ﴿المؤمنون: ۳۳﴾ کہہ کر نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں۔ وہ گمراہی پھیلا رہے ہیں' کیونکہ اُن کو بصیرت نہیں ملی۔ جب وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے منکر ہیں' اُن کو اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تعظیم سے کیا واسطہ ہے۔ ثابت ہوا کہ شعائر اللہ کی تعظیم کے منکر بظاہر متقی نظر آتے ہیں مگر دل کے بے ایمان ہیں۔ اُن کی عبادات سے تقویٰ تو ظاہر ہوتا ہے' مگر دل میں ایمان نہیں' کیونکہ وہ منکر ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جا بجا قرآنی آیات کے نزول سے ان کے باطل عقیدے کی تردید فرمائی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ

﴿پ ۶ سورہ المائدہ آیت نمبر ۲﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! حلال نہ ٹھہراؤ اللہ کے نشان۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دینی عظمت والی چیزوں کا احترام کرنا بہت ضروری ہے کہ اس کا فرمان ہے وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿پ ۱۷ سورہ الحج آیت نمبر ۳۲﴾ اور اس فرمان میں شعائر اللہ خانہ کعبہ' صفا' مروہ' بزرگوں کے مزارات اور قرآنِ کریم وغیرہ سبھی داخل ہیں کہ اِن سب کو اللہ کے مقبول بندوں سے نسبت ہے' اِس لئے یہ بھی شعائر اللہ بن گئے ہیں' جس طرح حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا کے قدم مبارک لگنے سے صفا اور مروہ پہاڑیاں شعائر اللہ بن گئی ہیں' جو حضرت اسماعیل علیہ السلام نبی کی والدہ تھیں' وہ ولیہ تھیں' نبی نہ تھیں۔ انہوں نے اپنے شیر خوار بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے پانی کی تلاش میں چکر لگائے' تو ہر حاجی کے لئے مناسک حج میں یہ حکم بھی ہو گیا کہ وہ صفا اور مروہ کے سات چکر پورے کرے۔ ان کی تعظیم وتکریم

دین میں شامل ہو گئی۔ کیونکہ حضرت حاجرہ، حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی والدہ تھیں اور اسماعیل علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تھے، جو اللہ تعالیٰ کے دوست تھے، اس لئے خلیل کے وسیلے سے پتھر کی پہاڑیاں بھی اللہ کی نشانیاں بن گئیں کہ ان کی تعظیم کئے بغیر مناسک حج ادا نہیں ہوتے اور نہ حج قبول ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ جس طرح شعائر اللہ کی تعظیم کا منکر دل کا بے ایمان ہے اور اس کا حج اس لئے قبول نہیں ہوتا کہ وہ صفا و مروہ کے سات چکر نہیں لگاتا اور صفا اور مروہ کی تعظیم نہیں کرتا۔ اس ہستی کی تعظیم کا منکر جس کے صدقہ میں حضرت حاجرہ علیہا السلام مقبول ہوئیں اور ان کی نسبت سے پتھروں کو شعائر اللہ کا مقام ملا، وہ بھی دل کا بے ایمان۔

۔ اسی وجہ سے اس نے تعظیم کی بجائے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو "تقویۃ الایمان" میں چمار سے زیادہ ذلیل بیان کر کے اپنے بے ایمان ہونے کا کھلا ثبوت فراہم کیا ہے۔ "تقویۃ الایمان" میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف ایسی گستاخی کرنے والے کے پیروکار اور ماننے والے بھی بے ایمان ہیں کہ یہ سب لوگ دل کے بے ایمان ہیں ان کی ظاہری عبادت منافقت کا کھلا ثبوت ہے اور اس ثبوت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں "سورۃ المنافقون" میں واضح طور پر بیان فرما دیا ہے۔ ارشاد ہے......

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ

﴿پ ۲۸ سورہ المنافقون آیت نمبر ۸﴾

ترجمہ: اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

اس سے واضح ہو گیا کہ نہ صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ ہر ایمان والا عزت والا ہے کہ یہ عزت بوجہ وسیلے کے عطا ہوئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق خدا تعالیٰ سے ہے جو عزت والا ہے اور ہر اُمتی ایمان والا عزت والا ہے کہ اُس کا تعلق سرورِ کائنات فخر

موجودات صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اس کو عزت اس سے عطا ہوئی ہے' جو ساری عزتوں کا مالک ہے اور یہ عزت دائمی ہے کیونکہ ایمان دائمی ہے۔ اس لئے موت کے بعد بھی وہ عزت بوجہ ایمان کے دائمی طور پر قائم ہے' کیونکہ موت سے ایمان کو فنا نہیں۔ اسی بنا پر مومن کی میت بھی عزت و تکریم والی ہے' اِس لئے اُس کا جنازہ' کفن' دفن اور اُس کے لئے مغفرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اگر وہ ذلیل ہوتا اور پہلے سے زیادہ ذلیل تو اللہ تعالیٰ شہید کے مقام کو بلند نہ کرتا۔ اس کے لئے اس کا حکم "وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ" ﴿پ۲ سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۵۴﴾ نہ ہوتا' کہ شہید کو مردہ نہ کہو وہ تو زندہ ہے مگر تم کو اس کے سمجھنے کا شعور نہیں۔ بلکہ "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ" ﴿پ۴ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۶۹﴾ کا دوسرا حکم نہ فرماتا' کہ شہید کو دل میں بھی مردہ نہ کہو' نہ سمجھو' کیونکہ وہ زندہ ہے' اُسے رزق دیا جاتا ہے۔ اُس کا اِتنا احترام نہ کیا جاتا۔ کاش! ایسے لوگ اسلام کو سمجھیں کہ جس کی ایسی ذہنیت ہو اس کو کس زبان سے شہید کہہ کر شہید کے مرتبہ اور شان کی تذلیل کرتے ہیں اور ایمان کے دعویدار بھی ہیں۔ کیونکہ اس آیت کی رو سے کسی مسلم کو ذلیل کہنا حرام ہے۔ ہر مومن عزت والا ہے اور اسکی عزت مال و دولت کی وجہ سے نہیں' ایمان کی بنا پر ہے۔ لہٰذا جو مومن کو ذلیل کہے وہ اللہ کے نزدیک خود ذلیل ہے۔ غریب' مسکین اس لئے عزت والا ہے کہ مومن ہے' مگر مالدار کافر کتے سے بدتر ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذلیل کہنے والا ابن ابی منافق نہایت ذلت سے مر گیا اور اسماعیل دہلوی کا انجام بھی برا ہوا کہ وہ بھی پٹھانوں کے ہاتھوں ذلت کے ساتھ مارا گیا۔

-◆●◆❖◆●◆-

حضرت یوسف علیہ السلام کا کُرتہ شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿پ ۱۳ سورۂ یوسف آیت نمبر ۹۳﴾

ترجمہ: میرا یہ کرتا لے جاؤ اِسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو اُن کی آنکھیں کھل جائیں گی اور اپنے سب گھر وبار کو میرے پاس لاؤ۔

اِس آیت میں جو کرتا بیان ہوا ہے' یہ وہی قمیص ہے جو آپ اس وقت پہنے ہوئے تھے' اور اس اضافت سے معلوم ہوتا ہے کہ کُرتے میں شفاء کی تاثیر اس لئے پیدا ہوئی کہ اُسے جسم سے مس کیا گیا تھا۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ قمیص حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تھی' جو منتقل ہوتی ہوئی حضرت یوسف علیہ السلام تک پہنچی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات جسم کے ساتھ چھونے سے بیماریوں کے لئے شفاء اور دافع البلا' مشکل کشا ہو جاتے ہیں' اسی بنا پر حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں میں بینائی دوبارہ آگئی' جب وہ قمیص اُن کے منہ پر ڈالی گئی۔ قمیص شعائر اللہ ہو گئی تھی' کیونکہ نبیوں کے جسم کے ساتھ مس ہونے سے اُس کو یہ مقام حاصل ہو گیا تھا' جو بذاتِ خود شعائر اللہ ہیں' لہٰذا جن کا تعلق باللہ قائم ہو وہ شعائر اللہ ہیں' اس لئے اُن کی تعظیم فرض ہے۔

-•●•❖•●•-

حضرت ایوب علیہ السلام کا پاؤں اور چشمہ شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم

حضرت ایوب علیہ السلام سے رب تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ﴿پ ۲۳ سورۂ ص آیت نمبر ۴۲﴾ کہ اپنا پاؤں زمین پر رگڑو اس سے پانی کا ٹھنڈا چشمہ پھوٹے گا' اُسے پیو اور غسل کرو' شفاء ہو گی' کیونکہ غسل سے بیرونی بیماری اور پینے سے اندرونی بیماری دُور ہو جائے گی۔ لہٰذا حضرت ایوب علیہ السلام کا پاؤں اور چشمہ دونوں شعائر اللہ ہیں' یہ اس لئے عظمت والے ہیں کہ نبی سے نسبت ہو گئی۔ اسی طرح سے بزرگانِ دین کے لباس' تبرکات' بال وغیرہ شعائر اللہ اور عظمت والے ہیں' اُن کو چومنا اور اُن کا احترام اسی طرح سے ہے جس طرح قرآنِ کریم اور کتب احادیث کے اوراق شعائر اللہ ہیں اور اُن کو چومنا جائز ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ آیات قرآن کریم لکھ کر تعویذ بنانا اور گلے میں ڈالنا تا کہ دفع شر اور بیماری سے نجات ہو جائز ہے کہ یہ بھی شعائر اللہ سے ہے' کیونکہ قرآن کریم خود شعائر اللہ ہے۔

آبِ زمزم کی تعظیم اس لئے کی جاتی ہے اور اسے کھڑے ہو کر پیا جاتا ہے کہ اس پانی کی نسبت حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاؤں سے ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے' جو خود شعائر اللہ ہیں۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿پ ۱ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۲۵﴾

ترجمہ:- اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام مصلیٰ بنایا۔

اس آیت میں خانہ کعبہ کا ذکر فرمایا ہے کہ سب مسلمان اپنی دینی ضرورتیں پوری

کرتے، حج اور عمرہ کرنے کعبۃ اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ادھر منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں، دُعا کرتے ہیں اور ادھر منہ کر کے دفنائے جاتے ہیں، وہاں پر قتل و غارت سے امن میں ہیں، مومن کو وہاں پہنچ کر ان شاء اللہ عذابِ اِلٰہی سے امن ہے، اِسی لئے مومن کو قبلہ کی طرف تھوکنا منع ہے، اسکی طرف منہ کر کے پیشاب اور پاخانہ کرنا منع ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ کعبہ شعائر اللہ ہے، اسکی تعظیم فرض ہے۔ اسکے بعد مقامِ اِبراہیم کا ذِکر ہے کہ یہ وہ پتھر ہے جس پر حضرت اِبراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی، اُس کو بنایا اور اب تک وہ کعبہ شریف کے پاس موجود ہے۔ مصلّٰی بنانے کے یہ معنی ہیں کہ اُس کے سامنے کھڑے ہو کر نفل اَدا کرو اور یہی عمل اب تک جاری ہے کہ حاجی وہاں پر نفل پڑھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس پتھر کو نبی کی قدم بوسی حاصل ہو جائے وہ بھی عظمت والا ہو جاتا ہے کہ اُس کا مقام شعائر اللہ ہو جاتا ہے اور نبی اس کے لئے شعائر اللہ کا وسیلہ ہو جاتا ہے۔ اِس سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ عین حالت نماز میں مقامِ ابراہیم کا احترام اُس نماز کو کامل بنا دیتا ہے، مگر ناقص نہیں بناتا کہ شعائر اللہ ہے۔ لہٰذا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام نماز کے اندر اس کو کامل بنا دیتا ہے، مگر ناقص نہیں کرتا، کیونکہ حضور شعائر اللہ ہیں۔ جب پتھر نبی کے قدم لگنے سے عظمت والا ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اَزواجِ مطہرات اور اَصحاب عظمت و شان والے ہیں۔ اور اس سے اُن کی تعظیم ثابت ہوتی ہے۔ یہ بھی واضح ہو گیا کہ ''صراطِ مستقیم'' میں مولوی اسماعیل دہلوی کا یہ بیان کہ ''نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال مثل بیل اور گدھے کے ہے کہ نماز کو ناقص بناتا ہے'' سراسر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اَدب اور تعظیم اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال نماز کو کامل بناتا ہے، جیسے کہ مقامِ اِبراہیم کا اِحترام نماز کے اندر نماز کو کامل بناتا ہے، مگر ناقص نہیں بناتا۔ اس لئے دیوبندی، وہابی، نجدی اسماعیل دہلوی اور اُس کے چیلے گمراہ ہیں، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مثل بیل اور گدھے کے کہہ کر

حضور ﷺ کو گالی دیتے ہیں' توہین کے مرتکب ہیں' اُن کے اعمال برباد ہیں اور اُن کا دعویٰ ایمان باطل ہے کہ "اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْنَ" ﴿پ۲۶ سورۃ الحجرات آیت نمبر۲﴾ کا فرمانِ الٰہی اُن کو مردود بنا دیتا ہے اور وہ اس حکم کے مطابق بے ایمان ثابت ہوتے ہیں۔ انکی نجات اُسوقت تک ناممکن ہے جب تک وہ توبہ نہ کریں اور حضور ﷺ کا احترام نہ کریں' کیونکہ حضور ﷺ شعائر اللہ ہیں اور حضور ﷺ کے صدقہ میں اولیاء اللہ بھی شعائر اللہ ہیں اور ہر وہ چیز شعائر اللہ ہے' جس کو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم سے نسبت ہے' مثل صفا اور مروہ کے کہ اُنکو حضرت ہاجرہ ولیہ سے نسبت ہے' جو حضرت اسماعیل علیہ السلام نبی کی والدہ ہیں

جبین عرش پہ لکھا ہوا ہے نام تیرا
خدا کے بعد سب سے ہے بڑا مقام تیرا

-◆●◆❖◆●◆-

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم

فَأَلْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعَىٰ ○ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ ﴿پ ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۲۰، ۲۱﴾

ترجمہ:۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اسے ڈال دیا تو جبھی وہ دوڑتا ہوا سانپ ہو گیا۔ فرمایا اسے اُٹھا لے اور ڈر نہیں ہم اسے پھر پہلی حالت میں کر دیں گے۔

اِن آیات کے اندر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا بیان ہوا ہے کہ وہ لاٹھی موٹائی میں اژدھا اور رفتار میں باریک سانپ کی طرح تیز ہو گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ'' اور عصا کا یہ معجزہ رب کی طرف سے تھا' مگر اس کے لئے وہ خاص لاٹھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ شرائط تھیں کہ آپ کے ہاتھ میں دوسری لاٹھی اور دوسرے ہاتھ میں یہی لاٹھی سانپ نہ بن سکتی تھی۔ اسی لئے فرمایا ''خُذْهَا'' اسکو تم پکڑو' معلوم ہوا کہ عصاء اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ دونوں شعائر اللہ ہیں اور قابلِ تعظیم ہیں۔ فرعون نے شعائر اللہ کی تعظیم کی بجائے اُن کی توہین کی تو دریائے نیل میں غرق ہو گیا اور اُس کی ساری قوم بھی ڈوب گئی' واصل جہنم ہو گئی۔

فرعون کے جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعظیم اور ادب کیا اور کہا ''قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِمَّا أَن تُلْقِيَ وَإِمَّا أَن نَّكُونَ نَحْنُ الْمُلْقِينَ'' ﴿الاعراف:۱۱۵﴾ کہ بولے اے موسیٰ علیہ السلام! یا تو تم ڈالو یا ہم پہلے ڈالیں۔ اِس میں اُن کا ادب رب تعالیٰ کو پسند آ گیا کہ نبی پر پیش قدمی نہ کی بلکہ ادب سے پہلے اجازت مانگی اس کی بدولت اُن کو اِیمان کی دولت نصیب ہو گئی اور مقبولانِ بارگاہِ الٰہی ہو گئے کہ صحابی اور شہید کے مرتبہ کو پہنچ گئے' یہ اِنعام اُن کو شعائر اللہ کی تعظیم کی وجہ سے ملا اور قرآن میں اِس کا ذکر باعثِ ہدایت ہے۔

-•●•❖•●•-

تابوتِ سکینہ شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿پ۲ سورۃ البقرہ آیت ۲۴۸﴾ اور ان سے اُن کے نبی نے فرمایا اِس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دِلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں' حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے ترکہ کی۔ اُٹھا لائیں گے اُسے فرشتے' بیشک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر تم ایمان والے ہو۔ اِس آیت میں بیان ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک صندوق چلا آتا تھا' جو شمشاد کی لکڑی کا بنا ہوا' تین ہاتھ لمبا اور دو ہاتھ چوڑا' اِس میں تبرکات حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے تھے۔ تورات کی تختیاں' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا' آپ علیہ السلام کے کپڑے اور نعلین شریف اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ شریف اور انبیاء علیہم السلام کی قدرتی تصاویر تھیں۔ اُن کے لئے یہ تبرکات مشکل کشاء اور حاجت روا تھے کہ باذن الٰہی اس میں یہ تاثیریں تھیں۔ اِسی لئے میت کے ساتھ بزرگوں کے تبرکات رکھے جاتے ہیں۔ جنگ میں تبرکات سے بھرا صندوق فتح کے لئے آگے لے کر چلتے تھے تو اللہ تعالیٰ اُن کی برکت سے فتح عطا فرماتا تھا۔ اِس سے معلوم ہو گیا کہ مومن وہ ہے جس کا خدا کے مقبول بندوں پہ ایمان ہو کہ وہ شعائر اللہ ہیں اور اُن کے تبرکات کی تاثیر کے قائل ہوں کہ وہ شعائر اللہ ہیں۔ خدا کے مقبول بندوں اور اُن کے تبرکات کا اِنکار شعائر اللہ کا اِنکار ہے۔ لہٰذا مومن لوگ شعائر اللہ کی تعظیم کرتے ہوئے اس صندوق کو آگے رکھ کر دُعا کرتے' جو قبول ہوتی اور وہ فتح پاتے تھے۔

بعد میں بنی اسرائیل میں نجدی' وہابی عقائد باطلہ والے لوگ پیدا ہو گئے' جنہوں نے شعائر اللہ کی تعظیم سے انکار کیا اور صندوق کی بے حرمتی کی' تو وہ لوگ مصیبتوں میں گرفتار ہو گئے اور یہ صندوق اُن سے چھن گیا اور غنیم کے ہاتھوں میں چلا گیا' مگر طالوت بادشاہ کے لئے جب یہ صندوق فرشتے اُٹھا کر لائے' جو اُن کے لئے بطور نشانی اور شعائر اللہ کے تھا اور رات کے وقت اُن کے گھر کے سامنے موجود پڑا' تو وہ مطمئن ہو گئے۔ یہ اس طرح پر آیا کہ دُشمن کے شہر میں جہاں یہ صندوق تھا' اُن پر بلا پڑی اور وہ اِس قدر مصیبت میں گرفتار ہو گئے کہ اُن کے پانچ شہر ویران ہو گئے۔ اس پر مجبور ہو کر اُنہوں نے صندوق کو دو بیلوں پر لاد کر بیلوں کو ہانک دیا اور فرشتے بیلوں کو ہانک کر طالوت بادشاہ کے پاس لے آئے' جیسا کہ "تَحۡمِلُهُ الۡمَلٰٓئِكَةُ" ﴿البقرہ:۲۴۸﴾ کے فرمان سے واضح ہے۔ اس پر طالوت نے ستر ہزار اسرائیلی جوانوں کا لشکر لیا اور جالوت کے مقابل جہاد کیا اور حضرت شموئیل علیہ السلام کی وحی کے مطابق عمل کیا' تو کامیاب ہوئے۔ اگرچہ راستہ میں بہت سے لوگ نہر کا پانی پی کر معذور ہو گئے' مگر جنہوں نے حکم کے مطابق صرف چلو بھر پیا وہ بچ گئے اور دُشمن کو شکست دی۔

(تفسیر خازن' روح البیان' مدارک' جلالین شریف)

انجیر' زیتون' طور سینا شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ○ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ○

﴿پ۳۰ سورۃ التین آیت نمبر۱،۲،۳﴾

ترجمہ: انجیر کی قسم اور زیتون کی اور طور سینا اور اِس امان والے شہر کی۔

ان آیات میں تین یعنی انجیر کے درخت کو حضرت آدم علیہ السلام سے نسبت ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نسبت ہے' اور زیتون کے درخت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نسبت ہے۔ اس نسبت کی بنا پر یہ درخت قابل اِحترام بیان ہوئے ہیں کہ انکی قسم بیان ہوئی ہے' اِس لیے یہ شعائر اللہ بن گئے ہیں۔ اِسی طرح سے طور سینا کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نسبت ہے' اس لیے قابل احترام ہیں اور شعائر اللہ ہیں۔ "بلد الامین" شہر مکہ کی قسم اس لئے کھائی ہے کہ حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش ہے اور اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور امانت کچھ عرصہ قیام فرمایا۔ لہٰذا یہ بھی شعائر اللہ ہے۔ پھر اس کے بعد شہر مدینہ بسایا' اور وہیں پر تا قیامت قیام فرمایا' اِس لیے وہ بھی قابل احترام ہے اور شعائر اللہ ہے۔

-◆●◆❖◆●◆-

آرام گاہِ انبیاء علیہم السلام (بیت المقدس) شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ بیت المقدس میں داخل ہوتے وقت دروازے میں سے سجدہ کرتے ہوئے گزریں کہ فرمایا وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۖ كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ۖ وَمَا ظَلَمُونَا وَلٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ ﴿پ ا سورۃ البقرہ آیت نمبر ۵۷﴾ کہ سجدہ کرتے ہوئے اور کہتے ہوئے کہ ہمارا گناہ معاف کردے' ایسے داخل ہوں۔ اس میں بیت المقدس میں داخلہ پر تعظیم کا حکم دیکر اس کی تعظیم کرائی گئی ہے کہ یہ انبیائے کرام علیہم السلام کی آرام گاہ ہے۔ لہٰذا یہ مقام بھی شعائر اللہ ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کو بیت المقدس میں ہی نماز پڑھائی تھی' اس لئے اُس کے شعائر اللہ ہونے میں شک نہیں۔ کیونکہ اسکی خدا تعالیٰ سے' انبیائے کرام علیہم السلام کے وسیلے سے نسبت ہے اور قابل تعظیم ہے۔ شعائر اللہ کے بارے میں جس قدر قرآن کریم کا مطالعہ ہوگا اُن کا بیان آتا جائے گا کہ یہ تمام قابل احترام اس لئے ہیں کہ ان کی نسبت انبیاء و اولیاء اللہ سے ہے۔ اِس لئے ماننا پڑے گا کہ جو لوگ انبیاء اور اولیاء اور اُن سے نسبت والے مقامات کا احترام نہیں کرتے وہ شعائر اللہ کے منکر اور گمراہ ہیں۔

آیاتِ قرآنِ کریم کے بعد احادیث کا مطالعہ بھی اسی چیز کی تصدیق کرتا ہے' جیسا کہ ذیل میں اِس کا بیان ہے۔

عمر بس مجھ سے عاصی کا یہی تو ایک سہارا ہے
کہ میں ادنیٰ گدا ہوں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے در کا

-•●•❖•●•-

شہر مکہ شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝

(پ ۳۰ سورۃ البلد آیت نمبر ۱،۲)

ترجمہ:۔ مجھے اِس شہر کی قسم کہ محبوب تم اِس شہر میں تشریف فرما ہو۔

اِن آیات میں شہر مکہ کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے اسکی عظمت اور حرمت کا مقام بیان کیا ہے، محض اس لئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت گاہ ہے۔ معلوم ہو گیا کہ خدا کے محبوب کی نسبت سے مکہ معظمہ کے کوچہ و بازار اور اسکی مٹی، پتھروں کو وہ حرمت ملی کہ رب تعالیٰ نے اس کی قسم بیان کی ہے۔ اس لئے شہر مکہ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں شعائر اللہ اور قابل تعظیم ہو گیا ہے۔ لہٰذا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور صحابہ بھی قابل تعظیم ہیں، جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر بہ اُو نرسیدی تمام بولہبی ست

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات شعائر اللہ اور تعظیم کا حکم

''مشکوٰۃ کتاب اللباس'' میں بیان ہے کہ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے پاس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مبارک یعنی اچکن شریف موجود تھا۔ جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کے لئے باعث برکت ہوا۔ جب کوئی بیمار مدینہ منورہ کا اُن کو نظر آتا وہ جبہ مبارک کو دھو کر اُس کے دھوون کا پانی مریض کو پلاتیں تو وہ شفایاب ہو جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس جبہ مبارک میں شفاء اس لئے پیدا کر دی کہ حضور سرورِ کائنات' فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن سے مس ہو چکا تھا' جن کا مقام شعائر اللہ ہے' جس سے وہ جبہ مبارک بھی شعائر اللہ ہو گیا تھا۔

''مشکوٰۃ کتاب الاطعمہ کے باب الاشربہ کی دوسری فصل'' میں بیان ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت کبشہ کے مکان پر تشریف لے گئے اور اُن کے مشکیزے سے منہ لگا کر پانی پیا' اور حضرت کبشہ کے گھر والوں نے مشکیزہ کا منہ کاٹ کر بطورِ تبرک رکھ لیا کہ اس حصہ کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہو گئی تھی۔

''مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب المساجد فصل دوم'' میں بیان ہے کہ ایک جماعت نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر اِسلام قبول کیا اور عرض کیا کہ ہمارے ملک میں بیعہ (اہل یہود کا عبادت خانہ) ہے جسکو توڑ کر وہ مسجد بنانا چاہتے ہیں۔ اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن میں پانی لیکر اس میں کلی فرما دی اور فرمایا کہ اس بیعہ کو توڑ کر مسجد بناؤ تو اس پانی کو اس زمین پر چھڑکو۔ اُنہوں نے ایسا ہی کیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب شریف نے کفر کی گندگی کو دُور کر دیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک اپنی ٹوپی میں تبرک کے طور پر رکھے تھے اور جب بھی کسی غزوہ میں جاتے تو یہ ٹوپی سر پر پہن کر

دشمن سے مقابلہ کرتے تو اُن کی برکت سے اللہ تعالیٰ فتح عطا فرماتا تھا۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک شعائر اللہ ہیں، جن کی عظمت اور تعظیم کی وجہ سے اُن کو فتح عطا ہوتی تھی۔

''مشکوٰۃ باب السترہ'' میں بیان ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے وضو کا مستعمل شدہ پانی لے لیا۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے وہ پانی دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لیتے اور ہاتھ تر کر کے اپنے چہرہ پر مل لیتے۔ جس کو یہ پانی نہ مل سکتا، وہ دوسرے کے تر ہاتھ سے تری حاصل کر کے اپنے چہرہ پر مل لیتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مستعمل شدہ پانی کو تبرک جانتے تھے، جس سے تبرکات کا احترام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ثابت ہے۔

''مشکوٰۃ کتاب الآداب، باب المصافحہ والمعانقہ'' فصل دوم میں بیان ہے۔

حضرت زارع سے مروی ہے جو وفد عبدالقیس میں تھے، فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو اپنی سواریوں سے اُترنے میں جلدی کرنے لگے، اور ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پاؤں چومے۔ عَنْ زَارِعٍ وَكَانَ فِي عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَّوَا جِلَنَا فَنُقَبِّلُ يَدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَرِجْلَهٗ۔

''مشکوٰۃ باب الکبائر وعلامات النفاق'' کی دوسری فصل میں بیان ہے کہ حضرت صفوان بن عسّال سے روایت ہے۔ ''فَقَبَّلَا يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ'' کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں چوم لئے۔

''شفاء شریف'' جلد ۲ ص ۴۴ میں بیان ہے کہ جس منبر پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرماتے تھے اُس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنا ہاتھ لگا کر اپنے منہ پر رکھتے اور چومتے تھے۔

''شرح بخاری ابن حجر پارہ ششم ص ۱۵ میں بیان ہے

کہ ارکانِ کعبہ کے چومنے سے بعض علماء نے بزرگانِ دین کے تبرکات کا چومنا ثابت کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اُن سے کسی نے پوچھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف یا قبر کو چومنا کیسا ہے؟ اس پر فرمایا کہ اس میں کوئی جرج نہیں۔ اور ابن ابی الصف الیمانی سے روایت ہے کیونکہ علماء شافعیہ سے منقول ہے کہ قرآن کریم اور حدیث پاک کے اوراق اور بزرگانِ دین کی قبریں چومنا جائز ہیں۔

علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اِسْتَنْبَطَ بَعْضُ الْعَارِفِیْنَ مِنْ تَقْبِیْلِ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ تَقْبِیْلَ قُبُوْرِ الصَّالِحِیْنَ" کہ حجرِ اسود کے چومنے سے بعض عارفین نے بزرگانِ دین کی قبروں کو چومنا ثابت کیا ہے۔

اُمت کے اولیاء ادب میں ہیں دم بخود
یہ بارگاہِ سرورِ دین ہے سنبھل کے آ
شوق و نیاز و عجز کے سانچے میں ڈھل کے آ
یہ کوچۂ حبیب ہے پلکوں سے چل کے آ

"عالمگیری کتاب الکراہت باب ملاقات الملوک" میں بیان ہے کہ بوسہ لینا پانچ طرح کا ہے......

(۱)......رحمت کا بوسہ کہ باپ اپنے فرزند کو چومے۔

(۲)......ملاقات کا بوسہ جیسا کہ بعض مسلمان بعض کو بوسہ دیں۔

(۳)......شفقت کا بوسہ کہ جیسے بیٹا اپنے باپ کو بوسہ دے۔

(۴)......دوستی کا بوسہ کہ کوئی شخص اپنے دوست کو بوسہ لے۔

(۵)......شہوت کا بوسہ کہ شوہر اپنی بیوی کا بوسہ لے۔

(۶)......اور بعض نے حجرِ اسود کا بوسہ لینا دینداری کا بوسہ بتایا ہے۔

اس بیان سے واضح ہوا کہ بوسہ چھ قسم کا ہے۔ تبرک چیزوں کا بوسہ دینداری کی علامت ہے اور ان تبرکات کا احترام بھی دینداری ہے۔ اسی بنا پر اولیاء اللہ علیہم کے ہاتھ پاؤں چومنا' اُن کے تبرکات لباس اور بال وغیرہ کو بوسہ دینا' اُن کی تعظیم کرنا مستحب ہے۔

مگر دیوبندی' وہابی' نجدی تبرکات کی تعظیم کو حرام اور شرک کہہ کر اس سے روکتے ہیں' جس سے تمام آیاتِ قرآنِ کریم اور اَحادِیث کا اِنکار ہوتا ہے۔

-•●•❖•●•-

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی اصلِ دین ہے

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا دعویٰ ہو تو پھر آقا پر تنقید اور اعتراضات اور حضور کے جملہ کمالات کے انکار کا حق باقی نہیں رہتا۔ پھر ایسی صورت میں جبکہ خدا کا اعلان ہو کہ......

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ۚ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ ۗ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۚ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ ۙ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿پ ۶ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۳﴾

کہ محبوب پر دین کی تکمیل ہو گئی، ساری نعمتیں حضور کو عطا کر دی گئیں اور اسلام کو پسندیدہ دین قرار دیا گیا۔ جس سے واضح ہو گیا کہ حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہر صورت میں کامل اور اکمل ہیں۔ آپ کے مقابلہ میں عام انسان غیر کامل ہیں بلکہ بے خبر اور نادان ہے کہ جب تک اس کی ماں اس پر ظاہر نہ کرے اس کو اپنے باپ کا بھی پتہ نہیں ہوتا۔ وہ اپنی زبان سے نماز کے اندر پانچ مرتبہ "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" کا اقرار کرتا ہے کہ نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے خاص بندے اور رسول ہیں۔ شہادت دینے کے بعد کہ عبدہٗ کا مقام یہ ہے کہ روزِ اوّل سے تا ابد اس کا تعلق باللہ قائم ہے کہ اس کا رسول اور بھیجا ہوا ہے۔ اس نے دُنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا

ہے۔ لہٰذا اس کا تعلق اور رسالت قیامت تک قائم ہے۔ یہی نہیں کہ اس پر ہی بس کی ہے بلکہ اس کا مقام خداوند تعالیٰ نے یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ﴿پ ۶ سورۃ النساء آیت نمبر ۱۷۴﴾ بیان کر کے یہ واضح فرما دیا ہے کہ حضور سید آدم و بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم رب کی برہان اور اس کی دلیل ہیں۔ لہٰذا اس فرمان کی رُو سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض رب پر اعتراض اور سراسر گمراہی ہے۔ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم‘ اختیارات‘ حیات النبی‘ مقامِ حاضر و ناظر‘ نورانیت جو آیات قرآن کریم کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات ہیں اس کے متعلق انکار پر مبنی عقیدہ رکھنا ایمان کی دلیل نہیں‘ نہ ہی قرآن کریم کے فرمان پر عمل ہے۔

ان دلائل کی روشنی میں ''عظمت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم'' جیسی کتاب منظر عام پر آ گئی ہے جو خدا کے فرمان وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی روشنی کو عوام تک پہنچاتی ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خدا نے بلند کر کے یہ واضح کر دیا ہے کہ جب ساری دنیا ختم ہو جائے گی اور خدا کا نام لینے والا کوئی بھی زندہ اور باقی نہ رہے گا تو خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پھر بھی جاری رہے گا‘ کیونکہ اللہ تعالیٰ حی و قیوم خود اس کا ذکر بلند کرنے والا باقی ہوگا۔ عظمت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بے اَدب لوگوں کی اِصلاح کیلئے ایک کیمیا ہے تاکہ تعلق بالرسول قائم کر کے اپنی نجات کا سامان مہیا کریں۔

اولیاء اللہ کی صحبت اور ان کا فیض اور نظر کرم تعلق بالرسول کیلئے ایک کیمیا ہے جو نجات اُخروی کا ضامن ہے‘ جس سے گستاخانِ رسول اور بے ادب لوگ محروم رہتے ہیں کیونکہ ان کے باطل نظریات اس میں حائل ہو کر انہیں ان کی صحبت سے دور رکھتے ہیں۔ جب وہ نبی آخر الزمان پر نکتہ چینی کرنے والے اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات سے انکار پر مبنی باطل عقائد رکھنے والے ہیں لہٰذا ان کے نزدیک اولیاء اللہ کا کیا مقام ہو سکتا ہے کہ وہ ان کا احترام کریں۔ گمراہ کی اس سے بڑھ کر اور کیا گمراہی

ہے کہ وہ نبی کریم' خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا بے ادب گستاخ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم سے محروم ہے۔

مگر اُن کے ایسے باطل عقیدے سے سرورِ کائنات' فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں رتی بھر فرق نہیں آ سکتا کیونکہ "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" کی شان خدا نے عطا فرما دی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس شان کے مظہر بن کر دُنیا کو فیض عطا کر رہے ہیں اور وہ دنیا میں روشنی کے مینار بن کر چمک رہے ہیں۔ ان کے بعد صحابہ کرام کا مقام ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ (مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ رضی اللہ عنہم تیسری فصل) کہ میرے صحابی مثل ستاروں کے ہیں' جو ان کی اتباع کرے گا وہ ہدایت پائے گا۔ اولیاء اللہ رحمہم اللہ بھی ان کی اتباع میں ولائت کا مقام پاتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ان کا کٹھن امتحان ہوتا ہے کہ کفر کے مقابلہ میں وہ ایک چٹان بن کر مقابلہ کرنے والے' سارے مصائب برداشت کرنے والے اور خدا کے اس فرمان پر عمل کرنے والے ہوتے ہیں جس میں ارشاد ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ کہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس پر قائم رہے' (استقامت اختیار کی) اُن پر فرشتے اُترتے ہیں۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ ' اُمیہ کافر کی غلامی میں تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو کافر نے انتہائی درجہ کے مظالم ڈھائے مگر وہ برداشت کرتے رہے یہاں تک کہ اُمیہ حضرت بلال کو مار مار کر تھک جاتا تو حضرت بلال ہنس دیتے۔ ایک بار اُمیہ نے حضرت بلال کے مسکرانے اور ہنسنے پر سوال کیا اور پوچھا کہ لوگ مار پڑنے پر روتے اور شور مچاتے ہیں' تم ہنستے رہتے ہو' تو اس کی وجہ کیا ہے؟۔ اس کا جواب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جو دیا وہ قابل غور ہے۔

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
بے عشق جو محبت ہے اس میں مزہ ہی نہیں

یہی وجہ تھی کہ اِس قدر مقبول ہوئے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بڑی رقم خرچ کر کے خرید لیا اور دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جنت میں داخلہ سب سے پہلے بلال کا ہوگا' وہ اونٹنی کی مہار پکڑ کر میرے آگے آگے جنت میں داخل ہوگا اور میں اونٹنی پر سوار ہو کر جنت میں داخل ہوں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے صحابی کا مٹھی بھر جو خیرات کرنا غیر صحابی کے اُحد پہاڑ برابر سونا خیرات کرنے سے افضل ہے کہ دوسرا میرے صحابی کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہاں تک نماز پڑھنے والا نمازی بن سکتا ہے۔ خیرات کرنے والا سخی' قرآن پڑھنے والا قاری اور حافظ' اور عالم' حج کرنے والا حاجی' یادِ الٰہی کرنے والا ولی' قطب' ابدال' اوتاد مگر کوئی بھی صحابی کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔

''کتاب الشفاء'' میں بیان ہے کہ حضور سرورِ کائنات' فخر موجودات' مصدرِ رحمت اور مظہر رحمت ہیں کہ اس رحمت کے صدقہ میں مومن کو ہدایت ملی تو صحابی' ولی' قطب اور ابدال بنے۔ منافق قتل سے بچ گئے۔ کافر اس عذاب سے بچ گئے جو سابقہ اُمتوں پر نبی کی نافرمانی کی وجہ سے آتا تھا اور وہ قیامت تک ملتوی ہو گیا۔ مٹی پہ رحمت ہوئی تو پاک ہو گئی کہ اس سے تیمم ہوتا ہے' جو وضو کا بدل ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام خوف زدہ رہتے تھے کہ جب ابلیس نے نافرمانی کی اور خدا کا حکم نہ مانا اور آدم کو سجدہ نہ کیا تو اس سے وہ بھی خوف زدہ ہو چکے تھے' مگر رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا یہ اثر ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام کا مقام خدا نے ''ذی قوۃ عندہ ذی العرش مکین مطاع ثم امین''۔ عطا کر دیا کہ جبرئیل علیہ السلام صاحب قوۃ عرش کا یکتا مطاع اور امین اطاعت

گزار ہے۔ بلکہ شیطان کو بھی رحمت سے فائدہ پہنچ گیا کہ وہ مٹ جاتا مگر رحمت کی عطا پر اس کو بھی قیامت تک مہلت عطا ہو گئی۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا یہ اثر کہ صحابی کا مقام اس قدر بلند ہو گیا۔ کہ قرآن کریم میں صحابی کے بارے میں خدا تعالیٰ نے ''سورۃ العادیات'' میں فرمایا ہے۔

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ ﴿پ ۳۰ سورۃ العادیات آیت نمبر ۱ تا ۵﴾

کہ قسم ہے ان گھوڑوں کی جو دوڑتے ہیں سینے سے آواز نکال کر۔ پھر پتھروں سے آگ نکالتے سم مار کر۔ پھر صبح ہوتے تاراج کرتے۔ پھر قدموں سے غبار اُڑاتے کہ دشمن کے لشکر میں اس کے اندر پھیلے جاتے ہیں۔

اِن آیات کے اندر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ مقام اس لئے ہوا کہ وہ خدا کی راہ میں غازیانِ اسلام بن کر اپنی سرحد سے نکل کر کفار کی حدود میں داخل ہوتے ہیں۔ اِس طرح پر وہ گھوڑوں پر سوار جہاد کرنے کیلئے یلغار کرتے ہوئے جاتے ہیں کہ ان کے گھوڑے ہانپتے ہوئے جا رہے ہیں کہ سینے سے آواز نکالتے ہیں اور پتھروں سے آگ نکالتے ہیں، سم مار کر اور اپنے سموں سے غبار اُڑا کر دشمن کی صفوں میں گھس جاتے ہیں اور یہ شان قرآنِ کریم میں بیان کر کے خدا نے ان صحابیوں کا مقام بلند کر دیا ہے۔ جو تا قیامت ان کی شان کا اظہار ہے۔ اس کے مقابلہ میں کسی دوسرے کا مقام نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ وہ ولی ہو یا قطب یا ابدال یا اوتاد یا غوث ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والوں کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے......

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ

وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○ ط

﴿پ ۵ سورۃ النساء آیت نمبر ۶۹﴾

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانے تو اُسے اُن کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء، صدیق، شہداء اور نیک صالح لوگ، یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

اِس آیت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والے کا مقام کہ وہ نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور اولیائے کرام کے ساتھ جنت میں جائے گا۔ ان میں اولیاء اللہ کا مقام صالحین میں آتا ہے۔ یہ سارا فیض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتباع میں خلوص کی وجہ سے ہوتا ہے اور اِسی مقام کیلئے ہر نمازی ''اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ ط اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ ﴿پ ا سورۃ الفاتحہ آیت نمبر ۶،۵﴾ کہتا ہے۔

افسوس ہے اُن لوگوں پر جو نماز کے اندر تو دُعا کر کے اُن کی معیت طلب کرتے ہیں۔ مگر عمل کا یہ حال ہے کہ اسی زبان سے وہ اُن کی صحبت اختیار کرنے اور ان سے فیض حاصل کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ اسی کا نام منافقت ہے جو دورِ حاضر میں گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کہ جب وہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب اور احترام کے منکر ہیں اُن کے کمالات کا انکار اُن کا عقیدہ ہے، تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا ادب اور احترام کیسے کرنے والے ہیں۔ پھر اُن کو اُن کی معیت قیامت میں کیسے نصیب ہو سکتی ہے۔ مگر یاد رکھیں کہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ مصر سے حج کو روانہ ہوئے تو راستے میں قادسیہ کے مقام پر پہنچے تو اُونٹ سے نیچے آگئے اور زمین پر لیٹنے لگے۔ قافلہ والوں نے دیکھا تو بڑھ کر اُن کو مدد کے لئے آگئے ہوئے۔ سمجھے کہ گرمی سے گر پڑے ہیں۔ مگر ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

گھوڑوں پر سوار ہو کر آئے تھے اور کفار کے ساتھ جنگ کی تھی اور اسلام کو فتح نصیب ہوئی تھی' یہ وہی مقام قادسیہ ہے۔ اِسی مقام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کو خدا نے مقبول کرتے ہوئے "سورۃ العادیات" میں اس گردو غبار کی قسم کھائی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گھوڑوں کے قدموں سے اُڑتی تھی۔ لہٰذا سواری سے اُتر کر میں نے اس زمین پر اپنے بدن کو مس کیا ہے' جس کی قسم خدا نے کھائی ہے۔ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا احترام کرتا ہوں' جن کی شان خدا بیان کرتا ہے۔

ان لوگوں کے ایمان کا کیا حال ہے' جو کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کے مختار نہیں' وہ کسی کو کچھ فائدہ نہیں دے سکتے' حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض ہے کہ اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم قیامت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمۃ للعالمین کے مظہر بن کر دُنیا کو فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ" کہ جس نے میری قبر مبارک کی زیارت کی' اُس پر میری شفاعت واجب ہو گی۔

"سورۃ القلم" میں بیان ہے کہ ولید بن مغیرہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوانہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے ولید بن مغیرہ کے دس عیب گنا کر اس سورہ کے اندر بیان کر دیئے اور سب سے بڑا عیب یہ بیان کیا کہ "عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ" کہ کر اس پر پردہ فاش کر دیا کہ وہ مغیرہ کا بیٹا نہیں' بلکہ حرامی ہے۔ ابوجہل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مذمم کہہ کر اور محمد سے انکار کر کے توہین کی تو مارا گیا اور ذلیل ہو کر جہنم رسید ہوا۔ ابولہب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی اور کہا کہ تم تباہ ہو جاؤ۔ اس کی ایسی گستاخی پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ تبّت یدا (پ ۳۰) میں اُس کے جہنمی ہونے اور ذلیل ورسوا ہو کر مرنے کا اعلان فرما دیا۔

فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرتے ہوئے نبی کی توہین کی' تو دریائے نیل میں غرق کر دیا گیا اور واصل جہنم ہوا۔ مگر فرعون کے جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعظیم کرتے ہوئے اجازت مانگی کہ وہ اپنا کرتب دکھائیں' تو اللہ تعالیٰ نے اُن کا

ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ "قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِمَّآ اَنْ تُلْقِیَ وَاِمَّآ اَنْ نَّکُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِیْنَ" (پ۹ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۱۵) کہ اِس اجازت حاصل کرنے اور نبی کا ادب کرنے سے اُن کو نہ صرف ایمان نصیب ہوا بلکہ شہادت کا درجہ پا کر خدا کے مقبول بندے ہوئے۔

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ذریعہ نجات ہے

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ساری کائنات کے اندر ورااُلوراٗ ہے کیونکہ معراج کا معجزہ ایسا معجزہ ہے کہ کسی دوسرے نبی کو بھی ایسا معجزہ عطاء نہ ہوا۔ آن کی آن میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سیر کرانے کی غرض سے مسجد حرام سے اُٹھا کر مسجد اقصیٰ تک پہنچا کر فرشی معراج کرایا' جہاں پر سارے سابقہ نبیوں نے حاضری دی اور حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ پھر فرش سے اُٹھا کر عرش معلیٰ سے آگے لامکاں تک پہنچا کر قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کے مقام پر مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰی ﴿النجم:۱۷﴾ کی شان کے ساتھ اپنی زیارت کرائی کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا "رَئَیْتُ رَبِّیْ فِیْٓ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ اور مَاکَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی" ﴿النجم:۱۱﴾ کے مقام کی عطاء سے ہوش میں رہے کہ دل نے تصدیق کی جو آنکھ نے دیکھا اور وحی الٰہی کا یہ مقام کہ...... "فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی" ﴿پ۲۷ سورۃ النجم آیت نمبر ۱۰﴾ کی شان عطا ہوگئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم راز دانِ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ ہوگئے۔ اور علوم غیبیہ' اسرار و رموز الٰہیہ جزئیات' کلیاتِ حقائق کے معارف کے در بے بہا سینۂ اقدس میں موجزن ہوگئے' جس نے سینہ مبارک کو ہدایت کا دریا بنا دیا' جو قیامت تک جاری ہے۔ عرش نے بھی حضور کے قدموں کو بوسے دیئے' تو اس کا مقام عرش اعظم ہوگیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہد کا مقام پا کر جنت دوزخ' حور و غلمان' لوح و قلم' عرش' کرسی اور جملہ

مقامات کا عینی مشاہدہ کیا اور اس قدر مشاہدات عطاء ہوئے ہوئے کہ دوسرا اس کا گمان بھی نہیں کرسکتا۔ یہ سب ”وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ“ ﴿الم نشرح:۴﴾ کی تفسیر بن گیا۔

لہٰذا حضور مالک کونین صلی اللہ علیہ وسلم ہی جملہ مشاہدات کے بعد جملہ کمالات کی عطاء کے مالک ہیں۔ صاحب اختیار اور جملہ کمالات کے مالک ہیں۔ فرش تا عرش حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت ہے اور اولیاء اللہ کو جو عطا ہو رہا ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض ہے۔

اس کے باوجود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنے والے اگر ایمان کا دعویٰ کریں تو خدا کے ہاں کیونکر قبول ہوسکتا ہے۔

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے ”اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا“ ﴿پ۱۰ سورۃ التوبۃ آیت نمبر۴۰﴾ جو اس امر کی دلیل ہے کہ سیر کرانے والا اللہ تعالیٰ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامات پر اعتراض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' وہی اُمت کی کشتی کو اپنی نظر کریم سے پار لگانے والے ہیں۔

اب چھوڑ دے کشتی کو عمر انکے کرم پر
وہ چاہیں تو ساحل ابھی بن جائے بھنور میں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دُنیا کی آگ جہنم کی آگ سے ستر مرتبہ پناہ مانگتی ہے اور جہنم کی آگ عشق الٰہی کی آگ سے ستر مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔ جس طرح لکڑی کوئلہ وغیرہ بظاہر خشک اور سوکھے نظر آتے ہیں مگر ان میں آگ کی تاثیر آفتاب کی روشنی اور شعاعوں کے وسیلے سے ہے۔ جب تک شریعت کی اتباع نہ ہوگی۔ عشق الٰہی کی آگ دل میں ہرگز روشن نہ ہوگی' جو منکرات کو جلا کر رکھ دے۔ اگر دل میں عشق الٰہی کی روشنی منظور ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنے دل کے اندر دُنیا و مافیہا سے زیادہ اپنانا ہوگا ورنہ عشق الٰہی کی تمنا اور اس کا حصول بے معنی ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ”لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَالِدِهٖ وَالنَّاسِ

اَجْمَعِیْنَ" ﴿مشکوٰۃ کتاب الایمان پہلی فصل، مسلم کتاب الایمان﴾ کہ جب تک بندہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنے ماں باپ اور سارے جہان سے زیادہ محبوب نہ بنائے گا وہ ایمان دار نہیں ہو سکتا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ عقائد باطلہ والے محض عوام کو دھوکا دیتے ہیں کہ سراسر منافقت سے کام لیتے ہیں۔ اسی بنا پر وہ شانِ اولیاء اللہ کے منکر ہیں کہ جب وہ آفتاب رسالت سراجاً منیراً کے بے ادب اور گستاخ ہیں تو انکے دل کے اندر عشق الٰہی کا جذبہ اور محبت کیونکر آسکتی ہے جو منکرات کو جلا کر رکھ دے۔

مری زبان پر درود آئے' میری زبان پر سلام آئے
سکون میسر ہو جان و دل کو' جو ذکر خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم آئے
خیال میں یہ روئے سوز نظر میں ہو گیسوئے سوز
خدا کرے ایسی صبح آئے' خدا کرے ایسی شام آئے
یہی ہے مذہب' یہی شریعت' یہی طریقت
میسر ہو مجھ کو شکر کا سجدہ' جہاں پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آئے

شعائر اللہ کی تعظیم پر اعتراضات کے جوابات

مخالفین کی طرف سے اعتراضات کے دندان شکن جوابات پیش کئے جا رہے ہیں

اعتراض نمبر (۱)...... دیوبندی، وہابی، نجدی عقائد باطلہ میں ہے کہ تبرکات کی تعظیم حرام اور شرک ہے۔

جواب ...... تبرکات کی تعظیم کے بارے میں ۱۲/ آیات پیش کی جا چکی ہیں جس سے ان کا ثبوت ملتا ہے۔ اس کے علاوہ ۸/ احادیث بھی بیان ہو چکی ہیں۔ لہٰذا ان آیات اور احادیث سے اس کا ثبوت کافی ہے۔ اگر تبرکات کی تعظیم کرنا حرام اور شرک ہوتا تو قرآنِ کریم میں ان کا ذکر نہ آتا، کیونکہ قرآنِ کریم حرام اور شرک کی تعلیم نہیں دیتا۔ اسی طرح احادیث نبوی میں بیان کے مطابق ان کی تعظیم جائز ہے، مگر حرام اور شرک نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے دربارِ اکبری میں بادشاہ کے سامنے جھکنا اس لئے گوارا نہ کیا کہ بادشاہ سجدہ کراتا تھا، جو حرام ہے۔ بادشاہ نے دروازہ چھوٹا بنا کر اُن کو جھکانا چاہا، مگر انہوں نے جھکنا بھی گوارا نہ کیا کہ اس سے اکبر کی تعظیم مدِ نظر تھی۔ حالانکہ شرعی طور پر جھکنا ناجائز نہ تھا۔ مگر بادشاہ کے آگے جھکنا کسی قسم کے تبرکات کی تعظیم نہ تھی کہ وہ تو ایک عام انسان تھا۔ اگر اس کو بطور محبت پیش کیا جائے تو غلط ہوگا، جب کہ بعض ایسا کرتے ہیں۔

سجدہ کی جب تک نیت نہ ہو گی سجدہ نہ ہوگا، جس طرح بغیر نیت کے نماز نہیں ہوتی۔ اگر کوئی شخص محض زمین پر اوندھا لیٹ جائے تو یہ سجدہ نہ ہوگا کہ بعض بیماری کی وجہ سے یا سردی کے سبب چارپائی پر اوندھے پڑ جاتے ہیں تو اس کو سجدہ نہیں کہہ سکتے کہ سجدہ کی نیت سے اس نے ایسا نہیں کیا۔

سجدہ تحیۃ کسی سے ملاقات کے وقت کیا جاتا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک جائز رہا' جیسا کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا اور برادرانِ حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا اور دونوں کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔

مگر سجدہ عبادت کسی کو خدا سمجھ کر یا خدا کی طرح سمجھ کر کیا جاتا ہے' جو شرک ہے۔ سجدہ تحیۃ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں حرام ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو سجدہ تحیۃ کرے تو گنہگار ہے' کیونکہ یہ جرم ہے اور حرام ہے' مگر اس سے وہ مشرک اور کافر نہیں ہو جاتا۔

حضرت ابوالمعالیہ سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں شیطان نے توبہ کرنی چاہی تو حضرت نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ شیطان سے کہہ دے کہ اگر توبہ کرنا چاہتے ہو تو حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کو سجدہ کرو۔ اس پر وہ بولا کہ جب زندگی میں سجدہ نہ کیا تو اُن کی قبر کو سجدہ کیوں کرو۔ (روح البیان)

سجدۂ عبادت غیر اللہ کو کرنا شرک ہے کیونکہ ہر نبی توحید کا حکم لایا۔ لہٰذا ہر نبی کے دین میں غیر اللہ کو سجدۂ عبادت شرک رہا کہ کسی نبی نے شرک کی تعلیم نہ دی۔

لیکن بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا یا بوسہ دینا اظہار محبت اور جائز ہے' ناجائز اور حرام نہیں بلکہ احترام اور تعظیم کے حکم سے ہے۔ جیسا کہ آیات کے اندر صفا اور مروہ کا احترام ہے کہ "اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ" ﴿البقرہ:۱۵۸﴾ کا حکم احترام کے لئے ہے کہ یہ شعائر اللہ ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ

تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ ﴿پ ۶ سورہ المائدہ آیت نمبر ۲﴾ میں ہے کہ اے ایمان والو! حلال نہ ٹھہراؤ اللہ کی نشانیاں۔ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ○ ﴿پ ۱۷ سورہ الحج آیت نمبر ۳۲﴾ میں ہے کہ شعائر اللہ کی تعظیم دل کا تقویٰ ہے۔ لہٰذا ہر وہ چیز جس کو اللہ کے مقبول بندوں سے نسبت ہو جائے وہ شعائر اللہ ہے' جیسے صفا اور مروہ کی پہاڑیاں' زمزم کا پانی' حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ناقۃ اللہ' حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا' اُن کے نعلین پاک کا جوڑا' اُن کے کپڑے' حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ وغیرہ جو صندوق میں بند پڑے تھے۔ اور اس کا بیان ہو چکا ہے کہ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ ع ﴿پ ۲ سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۴۸﴾ کہ یہ تمام قابل احترام خدا کے فرمان کے مطابق ہوئیں تو بزرگانِ دین کا اِحترام اسی حکم میں داخل ہے کہ یہ بھی شعائر اللہ ہیں۔ اور احادیث میں ان کی تعظیم کا ذکر اس کے جواز میں بیان ہوا ہے' جیسا کہ منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چومنا جائز ہے' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پاؤں کا چومنا کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل تھا۔ اس میں شرک اور کفر ہرگز نہیں۔ لہٰذا اس پر اعتراض شعائر اللہ کی تعظیم کا انکار اور کفر ہے اور منکر اور کفر کے مرتکب لوگ ہی بزرگانِ دین اور ان کی قبور کو شعائر اللہ نہیں مانتے کیونکہ وہ تو خدا کے فرمان يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ ﴿پ ۲۸ سورہ المنافقون آیت نمبر ۸﴾ کی رُو سے منافقوں کے طریقہ پر ہیں کہ خدا عزت والا اور اس کا رسول اور مومن عزت والے بوجہ ایمان کے مگر یہ لوگ خدا اور اس کے رسول اور مومن کے

ایمان کی عزت نہیں کرتے۔

-•●•❖•●•-

اعتراض نمبر (۲)...... مشکوٰۃ کتاب المناسک کے باب دخول مکہ والطواف کی تیسری فصل میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دے کر فرمایا۔ اِنِّیْ لَا اَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ مَّا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَلَوْلَا اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یُقَبِّلُ مَا قَبَّلْتُكَ۔ (متفق علیہ) کہ اے حجر اسود میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان' اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں تجھ کو نہ چومتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنگ اسود کو بوسہ دینا ناگوار تھا چونکہ نص میں آ گیا' مجبوراً چوم لیا۔ چونکہ ان تبرکات کے چومنے میں کوئی نص نہیں آئی لہٰذا نہ چومنا ہی مناسب ہے۔

جواب...... حجر اسود کو بوسہ دینا اس طرح ہے جس طرح پر حکم ہے۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّی ؕ وَعَهِدْنَاۤ اِلٰۤی اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَالْعٰكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ○ ﴿پ اسورہ البقرہ آیت نمبر ۱۲۵﴾ کہ مقام ابراہیم بھی تو ایک پتھر ہے۔ اس کو مصلیٰ بنانا' اس کے سامنے نفل پڑھنا جس میں قیام' سجدہ' قعدہ سارے ارکان نماز ادا کرنے کا حکم ہے' اس میں دورانِ نماز مقام ابراہیم کا احترام ہے کہ حکم میں ہے کہ پکڑو تم مقام ابراہیم کو جائے نماز۔ اس حکم میں پتھر جائے نماز بنانا اور حجر اسود کو چومنا پوجنے کے حکم میں نہیں ہے' بلکہ ان کا احترام کرنا ہے کیونکہ یہ شعائر اللہ ہیں اور شعائر اللہ کی تعظیم نص میں ہے کہ "وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآىٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ" ﴿پ ۱۷ سورۃ الحج آیت نمبر ۳۲﴾ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ یہ پتھر نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان' محض کفار کے

عقیدہ بت پرستی کی تردید کے لئے تھا کہ وہ ذاتی طور پر نفع اور نقصان کا مالک نہیں۔ خدا کی عطا سے اس کے بارے میں بیان ہے کہ وہ مومنوں کے لئے نفع پہنچانے والا ہے مگر کفار کے حق میں نقصان دہ ہے۔

"مقدمہ ہدایہ" میں مولوی عبدالحی صاحب نے حجر اسود کے بارے میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا' جو حاکم کی روایت میں ہے کہ اے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ حجر اسود نافع بھی ہے اور نقصان دہ بھی۔ قرآن کریم کی آیت وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ۔ ﴿پ ۹ سورۃ الاعراف: آیت نمبر ۱۷۲﴾ کے تحت بیان ہے کہ روز میثاق جب اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم سے عہد و پیمان لیا تو اس عہد نامہ کو ایک ورق میں لکھ کر حجر اسود میں رکھ دیا اور قیامت میں یہ پتھر سیاہ اس شکل میں پیش ہوگا کہ اس کی آنکھیں' زبان اور لب بھی ہوں گے اور وہ گواہی دے گا' جو مومنوں کے حق میں ہوگی۔

اس لئے حجر اسود مسلمانوں کا بہتر گواہ ہے اور خدا تعالیٰ نے اسے امین بنایا ہے' جیسا کہ حدیث شریف میں بیان ہوا ہے۔ جس سے واضح ہوگیا کہ اس کی تعظیم دین کا ایک رکن ہے' جس کا اِنکار کیسے کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت' ناراضگی اور بیزاری کفر ہے اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ وہ سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت کرتے۔ لیکن گمراہ لوگوں نے غلط بیانی کرتے ہوئے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے مقام کو گرایا ہے' کیونکہ اُن پر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت کا الزام لگایا ہے۔ ان کا اِس قسم کے غلط بیان سے عوام کو دھوکا دے کر اپنے باطل عقیدہ کا استدلال پیش کرنا مقصود تھا' جو سراسر خلاف نبی اور کفر ہے۔ ثابت ہوا کہ معترضین کا تبرکات پر اِعتراض میں اس دلیل کو پیش کرنا سراسر لغو اور دین اسلام کے خلاف عقیدہ ہے۔ اس سے شعائر اللہ کی تعظیم کا صریح اِنکار اور دین سے نفرت کا اظہار ہوتا ہے۔

اعتراض نمبر (۳)...... بعض لوگ تبرکات کو حضور نبی کریم ﷺ سے منسوب کرتے ہیں حالانکہ خبر نہیں کہ وہ جعلی ہیں یا کہ اصل ہیں کیونکہ اصلی ہونے کا ثبوت نہیں۔ اس لئے ان کو چومنا اور ان کا احترام کرنا منع ہے۔ ہندو پاکستان میں صدہا جگہ حضور نبی کریم ﷺ کے بال مبارک کی زیارت کرائی جاتی ہے' حالانکہ نہ اس کا کوئی ثبوت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بال ہیں۔

جواب...... تبرکاتِ مصطفےٰ ﷺ پر لوگوں کا یہ اعتراض کہ خبر نہیں کہ وہ بناوٹی ہیں یا اصلی' اس لئے ان کی عظمت کا احترام منع ہے' یہ عقیدہ اُن کا قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے انکار پر مبنی ہے' اور ان کی اس سے نفرت ان کی گمراہی کا بین ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

﴿پ ۱۳ سورہ یوسف آیت نمبر ۱۰۹﴾

کیا یہ لوگ زمین کی سیر نہیں کرتے تا کہ دیکھیں کہ ان سے پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا۔

اس آیت میں کفار مکہ کو بتایا گیا ہے کہ سابقہ کفار اور منکر لوگ جو احکام اللہ کے انکار سے تباہ ہوئے ان کی یادگاریں' اُجڑی ہوئی بستیاں ہیں۔ ان کو دیکھیں اور پتہ لگائیں کہ ان کے انکار کا کیا انجام ہوا۔ اس میں یہ کہیں نہیں بتایا گیا کہ فلاں جگہ پر ایسے منکر لوگ آباد ہیں جن کا یہ حشر ہوا۔ معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم نے اُن کے مقام کی نشاندھی نہیں کی' بلکہ ان کی شہرت پر اعتبار کرنے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا شہرت پر اعتبار کر لینا اسلام کے منافی عقیدہ نہیں۔

''شفاء شریف'' میں بیان ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر میں یہ بھی ہے

کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مال و اسباب، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکانات اور جس کو اس جسم پاک سے نسبت ہو گئی اور جس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے ان سب کی تعظیم کرے۔

''شفاء شریف'' میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں ''کہ جو چیز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہو، مشہور ہو، اُس کی تعظیم کرے۔

''نور الایمان'' میں مولانا عبدالحکیم لکھنوی ''شفاء شریف'' کے حوالہ سے لکھتے ہیں ہیں کہ اگرچہ یہ نسبت محض شہرت کی بنا پر ہو اور اس کا ثبوت حدیث سے نہ ہو۔ جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حرمین شریفین میں زائرین کو چاہئے کہ ہر اس مقام کی زیارت کریں جس کی لوگ عزت و حرمت کرتے ہیں۔

جو لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کے بارے میں ثبوت کا سوال کرتے ہیں کہ یہ بال اور یہ شئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے یا نہیں، ان کا اپنا حال یہ ہے کہ ان کو اپنا پتا نہیں کہ اُن کا حقیقی باپ کون ہے۔ محض مسلمانوں کی گواہی اور لوگوں کے بیان پر یقین کر کے تسلیم کر لیتے ہیں کہ وہ فلاں کے بیٹے ہیں۔ وہاں پر اپنی ولدیت کے ثبوت کا سوال نہیں کرتے کہ فلاں کے بیٹے ہیں اور یہ کہ واقعی وہی ان کا باپ ہے، مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک اور تبرکات پر وہ مسلمانوں کی گواہی تسلیم نہیں کرتے۔ وہ خدا کی توحید اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان کیسے لاتے ہیں، جب کہ یہ بھی صحابہ کرام، تابعین، علمائے کرام، اولیائے کرام اور مسلمانوں کی گواہی پر ان کو معلوم ہوا ہے۔ ثابت ہوا کہ جن کا عقیدہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات پر یہ ہے کہ خبر نہیں وہ اصلی ہیں یا بناوٹی اس لئے تسلیم نہیں کرتے اُن کا ایمان بھی قائم نہیں کہ واقعی یہ سچ ہے یا جھوٹ، لہٰذا اُن کا دعویٰ ایمان باطل ہے اور وہ صریحاً گمراہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً

وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّن يَنقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ؕ وَإِن كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ؕ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ؕ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ○ ﴿پ۲ سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۴۳﴾

اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تم کو سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور یہ رسول تم سب پر گواہ ہیں۔

اس آیت میں مسلمانوں کی گواہی کو اللہ تعالیٰ نے معتبر بیان کر کے اس کو تسلیم کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ لہٰذا خدا کے رسول کا احترام اور عزت وتوقیر اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت والی چیزوں کا احترام بدرجہ اولیٰ ثابت کیا ہے اور یہ لوگ اس کے باوجود اور ثبوت مانگتے ہیں' جو ثابت کرتا ہے کہ ان کا قرآن کی آیات پر بھی ایمان نہیں' محض حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت کا اظہار ہے۔ یہ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضور سے خطاب کرنے کو بدعت قرار دیتے ہیں اور دلیل میں کہتے ہیں کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ مگر جب ان کو خنزیر' اُلو اور گدھا سے خطاب کیا جائے تو اس کو برا مناتے ہیں' حالانکہ اُن کو جناب یا آپ کہنے کا بھی کوئی ثبوت نہیں' پھر بھی وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کو جناب یا آپ سے خطاب کیا جائے۔ ثابت ہوا کہ ایسے لوگ جن کا ایسا عقیدہ اور ایمان ہے' جب عالم کہلاتے ہیں تو ان کا یہ دعویٰ مثل گدھے کے ہے جس پر کتابوں کا بوجھ ڈالا گیا ہے۔

کیونکہ ان کی ایسی حقیقت خدا نے خود بیان فرمائی ہے کہ......

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ ؕ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ○

﴿پ۲۸ سورہ الجمعۃ آیت نمبر ۵﴾

ان کی مثال جن پر تورات رکھی گئی تھی' پھر انہوں نے حکم پر عمل درآمد نہ کیا'

گدھے کی مثال جیسی ہے۔ جس کی پیٹھ پر کتابوں کا بوجھ ہے۔ کیا ہی بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

معلوم ہوا کہ بے ایمان عالموں کی مثال گدھے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا ہے کہ گستاخی کے مرتکب لوگوں کو خدا ہدایت نہیں دیتا کہ ایمان مقدم ہے' اعمال مؤخر ہیں۔ لہٰذا اللہ کی نشانیوں شعائر اللہ کو جھٹلانے والے ہدایت نہیں پا سکتے۔

''بخاری و مسلم'' میں ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا جس کی لوگوں نے تعریف کی جس پر حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''وَجَبَتْ''۔ دوسرا جنازہ گزرا جسکی لوگوں نے برائی بیان کی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''وَجَبَتْ''۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم! کیا واجب ہو گئی تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے کے لئے جنت اور دوسرے کے لئے دوزخ واجب ہو گئی اور تم ''شھداء فی الارض'' ہو' لوگوں کے لئے اللہ کے گواہ ہو۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ''مَا رَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ''۔ کہ جس کو مسلمان اچھا کہیں وہ اچھا ہے۔ تبرکات اور شعائر اللہ کے احترام کے منکروں کو مسلمانوں کی گواہی پر ایمان نہیں تو ان کا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر ایمان کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ یہ بھی مومن اور مسلمان مقربین کے وسیلے اور ان کی گواہی پر ثابت ہے۔

-•●•❖•●•-

اعتراض نمبر (۴)......نقشہ نعلین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اصلی نعلین شریف کا نہیں بلکہ یہ بھی لوگوں کا روشنائی اور قلم سے بنایا ہوا فوٹو ہے' پھر اس کی تعظیم کیوں ہے؟ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کی نقل کی تعظیم کا کوئی جواز نہیں!

جواب...... جس طرح قرآنِ کریم لاہور یا دہلی کا چھپا ہوا' ہماری قلم

سے لکھا ہوا اور ہماری تیار کردہ سیاہی سے چھپا ہوا واجب التعظیم ہے کہ وہ اصل کی نقل ہے' بعینہٖ نعلین شریف کی نقل بھی اصل کی نقل ہے اور مہر نبوت کی نقل بھی اصل کی نقل ہے۔ لہٰذا واجب التعظیم ہے۔ مگر گستاخ رسول جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے کو تیار نہیں وہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین پاک یا اس کی نقل کو اور مہر نبوت اور اس کی نقل کو کیسے پسند کریں گے اور ان کی تعظیم کریں گے۔ ان کو حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے اور نسبت کی ضرورت نہیں' اسی بنا پر شفاعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی منکر ہیں۔ اپنے عقائدِ باطلہ اور اعمال پر نجات کے متمنی ہیں۔ حالانکہ جب ان کے عقائد ہی دُرست نہیں تو ان کے اعمال کے قبول ہونے کا ان کے پاس کوئی ثبوت بھی نہیں۔ وہ محض جھوٹی تمناؤں کو لئے پھرتے ہیں' کیونکہ ہر عمل کا دارومدار ایمان پر ہے' اس کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں' اور ایمان اس وقت تک قائم نہیں جب تک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان قائم نہیں' جس کا دارومدار مومنوں کی گواہی پر ہے۔

یہ لوگ ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب تبرکات کے مخالف ہیں۔ یہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو بند کرنا چاہتے ہیں' اسی طرح تبرکات کے ذکر کو بھی بند کرنا چاہتے ہیں۔ مگر یاد رکھیں کہ یہ لوگ اس میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ ابلیس کامیاب نہ ہوا تو یہ کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس نے پورا زور لگا دیا مگر ناکام رہا ہے کیونکہ حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خدا بلند کرنے والا ہے جس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔

سورہ لقمان میں ارشاد ہے۔ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ○ ﴿پ ۲۱ سورہ لقمٰن آیت نمبر ۲۰﴾

کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لئے مسخر کر دیئے وہ سب کچھ جو زمین و

آسمان میں ہیں اور تمہیں بھرپور نعمتیں عطا کی ہیں' ظاہری اور باطنی' اور بعض لوگ پھر بھی جھگڑتے ہیں اللہ کے بارے میں' حالانکہ نہ ان کو علم ہے نہ عقل' نہ روشن کتاب سے روشنی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شریعت اور طریقت کا علم عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علماء کو شریعت کی بقاء کے لئے اور اولیاء اللہ کو طریقت کی بقاء کے لئے پیدا فرما دیا ہے۔
ساری کائنات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع فرمان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ''وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ'' ﴿الم نشرح: ۴﴾ ہے کہ جس سے تا قیامت حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند ہو گیا ہے' لہٰذا کسی کے انکار سے اس میں فرق نہیں آ سکتا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے

ہر رُتبه که بُوَدْ دَرْ اِمکان بَر اُوست ختم
ہر نعمت که داشت خدا شُد بُرو تمام

ترجمہ:۔ کہ ہر مرتبہ جو ممکن تھا آپ پر ختم ہوا اور ہر نعمت جو اللہ کے پاس تھی آپ پر پوری ہو گئی۔

ان ارشادات سے ثابت ہوا کہ خدا کا اعلان ہے کہ اے محبوب! مجھے قسم ہے اپنی ذات کی کہ میں آپ کو ثواب اور شفاعت کا مقام عطا فرماؤں گا' اور آپ کو راضی کروں گا کہ میرا فرمان ہے۔ ''وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی'' ﴿پ ۳۰ سورہ الضحیٰ آیت نمبر ۵﴾ جو پورا ہو گا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کا خدا اعلان کرے مگر اس کے باوجود دیوبندی' وہابی' نجدی' عقائد باطلہ والوں کے پاس عقل نہیں کہ وہ قرآن کریم کو سمجھتے نہیں اس لئے شعائر اللہ پر ایمان نہیں نہ ان کی تعظیم پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ سارا نجدی فتنہ کارفرما ہے جو اس کی بنیاد ہے۔
شعائر اللہ ہر وہ چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اور قدرت کا نشان بنایا ہے

۔دُنیا میں اس کی مثال پولیس کی وردی کا نشان ہے یا فوج کی وردی کا نشان یا دیگر محکموں کے نشانات ہیں' ان نشانات سے ان کا تعلق پولیس' فوج یا دیگر محکموں سے ہوتا ہے۔شعائر اللہ سے دین اسلام اور خدا کی عظمت کا نشان ظاہر ہوتا ہے اس لئے اُن کی عظمت دین اسلام اور خدا تعالیٰ کی عظمت ہے' اس لئے شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم ہوا۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (پ۱۷ سورہ الحج آیت نمبر۳۲) سے کعبۃ اللہ' صفا' مروہ کی پہاڑیاں' میدانِ عرفات' منیٰ وغیرہ میں رمی جمار کے مقامات' مسجدیں' ماہ رمضان' ایام تشریق' عید الفطر' عید الاضحیٰ جو انبیاء علیہم السلام کے صدقہ میں شعائر اللہ بنے ہیں۔انبیاء واولیاء' اور علماء دین بھی شعائر اللہ ہیں اس لئے اُن کی تعظیم بھی ضروری ہے کیونکہ ان کے وسیلے سے یہ ساری عطائیں فائز ہیں۔ویسے ہی نماز جمعۃ المبارک سب شعائر اللہ ہیں (روح البیان) لہٰذا اِن سب کی تعظیم ضروری ہے کیونکہ یہ فرض ہے۔

کعبۃ اللہ کی تعظیم یہ ہے کہ اس کی طرف پاؤں نہ رکھے جائیں' نہ تھوکیں' نہ اس طرف منہ کر کے پیشاب اور قضائے حاجت کریں' بلکہ اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کریں' حج بیت اللہ کریں۔

مسجد کی تعظیم یہ ہے کہ جنابت کی حالت میں اس میں داخل نہ ہوں' اس میں گندگی اور تھوک نہ ڈالیں' اس کی چھت پر بغیر ضرورت نہ چڑھیں' بلکہ وہاں پر داخل ہو کر نماز قائم کریں' اللہ اللہ کریں اور ذکرِ خدا اور رسول اور قرآن کریم کریں۔

ماہِ رمضان کی تعظیم یہ ہے کہ اس مہینے میں روزے رکھیں' تراویح پڑھیں اور اس پر پابندی اختیار کریں۔معذور پر فرض ہے کہ اگر روزہ نہ رکھے پھر بھی سب کے سامنے کھائے نہ پئے اور گناہوں سے بچے۔چغلی' چوری اور افعالِ قبیحہ سے اجتناب کرے۔

قرآن کریم کی تعظیم یہ ہے کہ اس کی تلاوت باادب کرے' اس کے احکام پر عمل کرے اور اس پر قائم رہے۔ یہ سب ظاہری تعظیم ہے۔ دل اور اس کے حالات پوشیدہ چیزیں ہیں' یہ سب شعائر اللہ کی تعظیم سے ظاہر ہو جاتے ہیں' اِس لئے اس کی تعظیم کو" تَقْوَی الْقُلُوْب" کہا گیا ہے۔

لہٰذا تقویٰ دو قسم کا ہے۔ ظاہری تقویٰ اور باطنی تقویٰ جو شعائر اللہ کی تعظیم سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور جس کے دل میں ایمان اور تقویٰ ہے' وہی شعائر اللہ کی تعظیم کرتا ہے۔

جو شعائر اللہ کی تعظیم نہ کرے' وہ مولوی ہو یا عوام میں' کوئی نماز روزہ کا پابند ہو' حاجی ہو' سخی ہو' وہ جو کچھ بھی بنتا ہے' مگر دل کا بے ایمان ہے' اُس کا دل تقویٰ سے محروم ہے۔ وہ منکر آیاتِ قرآنِ کریم اور احادیث پاک ہے' کیونکہ شیطان اس لئے مردود ہوا کہ شعائر اللہ کی تعظیم یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کا منکر ہوا' جو تقویٰ القلوب ہے۔ لہٰذا جو انبیاء' اولیاء اور ان کی نسبت سے شعائر اللہ بنے ہیں ان کی تعظیم نہیں کرتا وہ شعائر اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے' ان کی توہین کا مرتکب ہے' وہ کفر کا مرتکب ہے۔ (ملا علی قاری)

یہ اس لئے ہے کہ انبیاء' اولیاء' علماء نہ صرف شعائر اللہ ہیں' بلکہ جن کو ان سے نسبت ہو جائے وہ بھی شعائر اللہ ہیں۔ کعبہ مکرمہ اس لئے شعائر اللہ ہوا کہ اس کو انبیاء علیہم السلام سے نسبت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کی تعمیر کے بانی اور اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام اس کے معاون' حضرت آدم علیہ السلام نے اس کا طواف کیا اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں کعبہ کو قبلہ کا مقام ملا کہ خدا نے فرمادیا" فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا" ﴿البقرہ:۱۴۴﴾ کہ ہم پھیر دیں گے تیرا منہ اس قبلہ کی طرف جسکے بارے میں تیری رضا ہے۔

صفا اور مروہ اس لیے شعائر اللہ بنے کہ صفا اور مروہ پر حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے قدم لگے کہ اپنے بچے حضرت اسمٰعیل کے لیے پانی کی تلاش میں اس کے سات چکر لگائے۔ عرفات کا میدان اس لئے شعائر اللہ بنا کہ وہاں پر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کی ملاقات ہوئی۔

منیٰ اس لیے شعائر اللہ ہوا کہ وہاں پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام نے قربانی پیش کی۔ الغرض انبیاء و اولیاء کے قدم مبارک اور انکے صدقہ اور وسیلے سے کعبۃ اللہ‘ صفا‘ مروہ‘ میدانِ عرفات‘ سینوں کے سب شعائر اللہ بن گئے۔ مساجد‘ ماہِ رمضان‘ قرآن مجید‘ جمعۃ المبارک وغیرہ قابل احترام ہوئے۔ انبیاء و اولیاء اور علماء جس طرح زندگی میں شعائر اللہ ہیں بعد وفات بھی شعائر اللہ ہیں۔ انکی قبروں کی عزت و تعظیم اس لیے لازمی ہے کہ وہ شعائر اللہ ہیں۔ ”عالم گیری کتاب الکرامت زیارت القبور“ میں بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو روضہ اقدس میں دفن کرنے کے بعد اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حجرہ پاک میں بغیر پردہ داخل نہ ہوئیں‘ مگر اس سے پہلے ان کے شوہر نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انکے حجرہ پاک میں دفن تھے‘ جن سے حجاب نہ تھا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچے تو حنفی مسلک پر نماز پڑھی اور امام کا احترام کیا (مقدمہ شافعی)۔ بزرگانِ دین‘ دُنیاوی غم سے آزاد ہو کر قبر میں پہنچتے ہیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے فیض یاب ہوتے ہیں اور اس فیض کے صدقہ میں نکیرین صحیح جوابات سنکر خدا کے فرمان کے مطابق انکو کہتے ہیں کہ دلہن کی طرح سو جاؤ۔ معلوم ہوا کہ ان کا وہ دن قبر میں شادی کا دن ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا دن ہے‘ جو سارے عالم کے دولہا ہیں۔ لہٰذا ان کا مقام عروسی وہ دن ہوتا ہے اس لیے اسے عرس کہتے ہیں۔

عالم کے دولہا ہیں، محفل یہ انہی کی ہے
ہے ان کے دم سے ساری یہ انجمن آرائی

لہٰذا عرس کے دن زیارتِ قبور، تلاوتِ قرآنِ کریم، صدقہ و خیرات کا ایصالِ ثواب ہوتا ہے، جو مسنون ہے۔ پھر صاحب مزار سے فیض کا حاصل کرنا جس طرح حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مصیبت کے وقت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر دُعا کرتے تو مصیبت دور ہو جاتی، جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فیض ہوتا تھا۔ (مقدمہ شافعی)

دیوبندی، وہابی، نجدی عقائد باطلہ میں یہ ہے کہ جس کو خاتمہ بالخیر کی خبر نہیں، جس کو یقین نہیں کہ اس کا خاتمہ بالخیر ہوا یا نہ ہوا اُس کی ولایت کیسی!! درحقیقت یہ حالت دیوبندی، وہابی، نجدی کی ہوتی ہے مگر ایک مومن اہل سنت و جماعت کا مقام خدا کے نبی نے بلند کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ "اَنْتُمْ شُھَدَاءُ فِی الْاَرْضِ"۔ کہ ایسے مومن خدا کے گواہ ہیں کیونکہ آیت "وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا" کے فرمانِ خداوندی کی تفسیر میں ہے کہ خدا کے گواہ ہیں کہ "شُھَدَآءَ فِی الْاَرْضِ" ہیں۔ جب مسلمان نے کسی میت کی تعریف فرمائی تو فرمایا کہ اس پر جنت واجب ہوگئی اور برے آدمی کی میت پر اس کی برائی کے متعلق فرمایا تو فرمایا اُس پر جہنم واجب ہوگئی۔ ثابت ہوا کہ ان منکروں کو اپنے ایمان کا بھی پتہ نہیں اِس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی توہین کرتے ہیں اور خدا کے فرمان کا انکار کر کے کفر کے مرتکب ہوتے ہیں۔

ان کو یہ بھی پتہ نہیں کہ موت کے بعد میت پر اہل ایمان کے احکام جاری کئے جاتے ہیں تاوقتیکہ اس کے انکار کا یقین نہ ہوگا، جس کا ثبوت مومن کی نماز جنازہ ہے۔ جو زندگی میں مسلمان تھا اس پر نماز جنازہ اسی فرمان کے مطابق پڑھی جاتی ہے کہ وہ مومن ہے، کافر نہیں۔ جس کی موت کے بعد اس کے ایمان کی نفی نہیں ہو جاتی وہ مومن

ہی رہتا ہے۔ اِسی بنا پر جو زندگی میں ولی تھا بعد وفات بھی ولی ہی رہتا ہے کہ موت سے ولایت ختم نہیں ہو جاتی۔ یہی مقام صحابی کا ہے کہ جو زندگی میں صحابی تھا بعد وفات بھی وہ صحابی ہے۔ صحابیت کا مقام ختم نہیں ہو جاتا۔ مومن اپنے ایمان اور اعمال کی بنا پر نعمتوں کا حقدار ہوگا اور منکر اپنے کفر اور بداعمالیوں کی بنا پر جہنم میں جائیگا۔ اگر کسی کے ایمان اور اعمال بعد وفات ختم ہو جائیں تو پھر حساب کتاب کیسا اور قیامت کا دن کیسا!! ۔ثابت ہوا ہے کہ یہ لوگ صحیح گمراہ ہیں کہ جب نبی کی نبوت ختم نہیں ہوتی' مومن کا ایمان ختم نہیں ہوتا تو ولی کی ولایت کیسے ختم ہو جاتی ہے!!۔ خاتمہ بالخیر کے بہانے سے ولی اللہ کی ولایت کے منکروں کے لئے ہم کہیں گے کہ ولی کی ولایت کے منکروں کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھنی چاہیے کیونکہ اُن کے خاتمہ بالایمان کی بھی خبر نہیں ہوتی اور پتہ نہیں ہوتا کہ وہ ایمان پر مرا ہے یا بے ایمان ہو کر جہنم کا ایندھن بنا ہے۔ جو شعائر اللہ کے احترام کے منکر ہیں وہ دل کے بے ایمان ہوتے ہیں' ان کے ایمان کا ثبوت کیونکر مل سکتا ہے۔

شعائر اللہ کے منکروں کا یہ حال ہے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضری کو بت پرستی قرار دیتے ہیں' جو صریح خلاف ورزی قرآن کریم ہے جیسا کہ زیر آیت وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

﴿پ ۵ سورہ النساء آیت نمبر ۶۴﴾

بیان ہو چکا ہے کہ خدا کا فرمان ہے کہ توبہ کے لئے درِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر توبہ کرو تاکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ اور استغفار سے اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرے۔ مگر یہ لوگ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو غلط مفہوم کے ساتھ بیان کر کے روکتے ہیں۔ چنانچہ "لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا ثَلَاثِ مَسَاجِدَ" کو بطورِ دلیل پیش کر کے کہتے

ہیں کہ سفر مزارات حرام ہے' اس لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر بھی جانا حرام اور گناہ ہے۔ ان کی ایسی کذب بیانی آیت وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿پ۵ سورہ النساء آیت نمبر ۶۴﴾ کا انکار ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث "مَنْ زَارَ قَبْرِی وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِی" کا انکار ہے۔

بلکہ خدا کے فرمان وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۭ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿پ۱۴ سورہ النحل آیت نمبر ۳۶﴾ کا بھی کھلا انکار ہے کہ اس میں حکم ہے کہ زمین میں سفر کرو اور پتہ لگاؤ کہ منکروں کا انجام کیسا برا ہوا۔ اس سفر میں خدا کے نافرمانوں کا برا انجام ان کے اجڑے آثار قدیمہ سے ہوتا ہے' اور اس سفر کا حکم اس لیے خدا تعالیٰ نے دیا ہے کہ ان کی قبور اور آثار قدیمہ انکے لیے باعث عبرت ہوں۔ لیکن مومن کی قبور جنت کا ٹکڑا ہیں ان کی زیارت کر کے خدا یاد آتا ہے' جس سے یہ گمراہ لوگ روکتے ہیں۔

بلکہ "شامی جلد اوّل زیارت قبور" میں ہے کہ سفر برائے زیارت قبور جائز ہے بلکہ ماں باپ کی قبور پر حاضری اور دعا کا حکم ہے۔ اولیاء اللہ فیوض و برکات کے چشمے ہیں۔ زندگی میں بھی فیض عطا کرتے ہیں اور بعد وصال انکی ولایت ختم نہیں ہوتی اس لیے ان کا فیض بند نہیں ہوتا۔ سرور کائنات' فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے در پر حاضری کا حکم تو خدا تعالیٰ نے گنہگار کو توبہ کے لیے دیا ہے اور جو اس کو روکے وہ ابلیس ہے کہ وہ مومن کی توبہ کا متمنی نہیں بلکہ چاہتا ہے کہ اسکی بخشش نہ ہو۔ لہٰذا دیوبندی' وہابی' نجدی' عقائد باطلہ والے سراسر ابلیس کی پیروی میں مومن کو نجات حاصل کرنے سے روکتے ہیں۔

اِسی لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے حج کیا اور میرے روضہ

اقدس کی زیارت نہ کی اُس نے ظلم اور جفا کی۔ اور حدیث پاک ''لَاتُشَدُّ الرِّحَال'' کو موڑ توڑ کر غلط بیانی کرنے والے حقیقت سے لوگوں کو آگاہ نہیں ہونے دیتے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ثواب کے لئے کوئی شخص نیت کرلے کہ فلاں مسجد میں جاؤں گا کہ وہاں پر نماز کا ثواب زیادہ ملے' اس کی وضاحت فرمائی گئی ہے کہ سوائے تین مساجد کے باقی کسی مسجد کا ثواب ان سے زیادہ یا اس کے برابر نہیں ہوسکتا اور وہ ہیں بیت اللہ شریف... مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم... اور مسجد اقصیٰ کہ بیت اللہ شریف میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے' مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار کے برابر' اتنا ہی ثواب مسجد اقصیٰ میں ہے' اس کے علاوہ کوئی شاہی مسجد ہو یا فیصل مسجد کسی کا ثواب ان کے برابر نہیں ہوسکتا۔

مگر سفر کو حرام کہنے والے آیاتِ قرآنِ کریم کا اِنکار کر کے خود گمراہ ہوتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سفر کر کے حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کی جو ولی اللہ ہیں اس لئے سفر حرام نہیں تھا' عین عبادت تھا۔ ''اُطْلُبُ الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ فِي الصِّيْنِ'' کہ علم تلاش کرو اگرچہ سفر کر کے چین میں جا کر حاصل کرنا پڑے۔

اگر سفر کرنا حرام ہو جائے تو آدمی گھر میں پابند ہو جائے' نہ کسی نیک مجلس میں سفر کر کے حاضر ہو سکے' نہ ہدایت پا سکے اور نہ کاروبار کر کے خدا کا فضل تلاش کر سکے۔

ثابت ہوا کہ عقائد باطلہ والے شعائر اللہ کے منکر ہیں اس لئے شعائر اللہ کی توہین کر کے قرآنِ کریم کے منکر ہوئے۔ لہٰذا وہ قرآن کریم سے گمراہی حاصل کرتے ہیں جیسا کہ خدا کا فیصلہ ''يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا'' ﴿البقرہ﴾ ہے کیونکہ وہ آیات اور احادیث کو غلط بیانی کے لئے استعمال کر کے عوام کو دھوکا دیتے ہیں۔

شعائر اللہ کی توہین کرنے والے یہاں تک غلط بیانی کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ درخت کٹوا دیا جہاں پر بیعت الرضوان ہوئی تھی کہ وہ لوگوں

کی زیارت گاہ بن گیا تھا۔ لیکن یہ بھی سراسر جھوٹ کا پلندہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ "مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ" ﴿الحج:۳۲﴾ کی آیت پاک کے منکر اور دل کے بے ایمان نہیں تھے' وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات بال مبارک' لباس اور قبر مبارک کی زیارت کر کے اپنے ایمان کا اعلان ہمیشہ کرتے رہے۔ دراصل جس درخت کی یہ لوگ بات کرتے ہیں اُس کی حقیقت یہ ہے کہ بیعت رضوان والا درخت لوگوں کی نگاہوں سے غائب کر دیا گیا تھا اور لوگ غلطی سے دوسرے درخت کو وہی درخت سمجھ کر اُس کی زیارت کرتے تھے' لہٰذا اس غلطی سے بچنے کے لئے اُسے کٹوا دیا گیا تھا۔

سرور کہوں کہ مالک و مولا کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے
لیکن رضاؔ نے ختم سخن اس پر کر دیا
خالق کا بندہ' خلق کا آقا کہوں تجھے
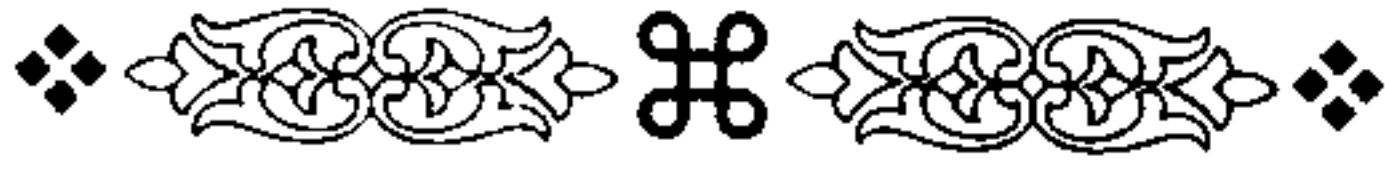
شعائر اللہ کی تعظیم کے منکر
قرآنِ کریم کے منکر ہیں

شعائراللہ کی تعظیم کے منکر

قرآن کریم کے منکر ھیں

یہ لوگ بتوں کے خلاف آیات ولیوں پر چسپاں کر کے کذب بیانی کے مرتکب ہیں۔ خدا کے فرمان "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا" ۔﴿پ۵ سورۃ النساء آیت نمبر ۶۴﴾ میں ہے کہ گنہگار دربارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر توبہ کر کے استغفار کریں اور خدا کا محبوب شفاعت کرے اور استغفار کرے تو خدا تعالیٰ توبہ قبول کریگا اور مہربان ہو جائیگا۔ اِس حکم کی تعمیل میں ہے کہ عید کی طرح سال کے بعد نہ آؤ بلکہ اکثر آتے رہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہوا "وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا" ۔اِس صریح حکم اور فرمانِ خداوندی کی خلاف ورزی کرنے والے شعائراللہ کے منکر اس کو موڑ توڑ کر کہتے ہیں کہ قبرِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مجمع اور میلہ نہ بناؤ' حرام ہے۔ غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا کے اطراف سے حج کے موقع پر اکٹھے ہوتے ہیں اور بعد ادائیگی حج حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اَنور پر حاضری بھی دیتے ہیں' جو خاص طور پر "جَآءُوْكَ" پر عمل ہے کہ جمع کے صیغہ میں آنے کا حکم ہے گویا اجتماع کا حکم ہے' جس پر وہ عمل کرتے ہیں۔ اس فرمانِ خداوندی کی توہین کرنے والے مجمع اور میلہ کے الفاظ بیان کر کے اسکی حرمت کی دلیل پیش کرتے ہیں' جو سراسر باطل عقیدہ اور ابلیس کی پیروی ہے جس کی بنا پر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی توہین کے مرتکب ہیں۔ شعائراللہ کی توہین کے مرتکب لوگ سراسر مکروفریب دہی کرتے ہوئے عوام کو دھوکا دیتے ہیں اور اِس دھوکا کی بنیاد وہ ان آیات پر رکھتے ہیں جو بتوں کے خلاف ہیں' اُن کو یہ لوگ ولیوں پر چسپاں کرتے ہیں'

جیسا کہ پیشِ خدمت ہے۔

"اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْــٴًـا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ"۔

﴿پ ۱۷ سورۃ الحج آیت نمبر ۷۳﴾

ترجمہ:- وہ جنہیں تم اللہ کے سوائے پوجتے ہو ایک مکھی نہ بنا سکیں اگرچہ سب اس پر اکٹھے ہو جائیں اور اگر مکھی اُن سے کچھ چھین کر لے تو جائے وہ اس کو چھڑا نہ سکیں۔ کتنا کمزور چاہنے والا اور جس کو چاہا گیا (بت پرست اور اس کا بُت) ہے۔

اِس آیت میں صاف ظاہر ہے کہ بتوں کی ذلت اور رُسوائی بیان کی گئی ہے کہ یہ مکھی نہ بنا سکیں۔ اگر مکھی اُن سے کچھ چھین کر لے جائے تو وہ اس کو چھڑا نہ سکیں۔ ایسے مجبور اور ذلیل و رُسوا کی پوجا کرنی سراسر حماقت ہے' جو قرآنِ کریم سے صاف ظاہر ہے۔ گمراہ اور بے دین لوگ اِس آیت کو شعائر اللہ کی توہین کے لئے نبیوں اور ولیوں کی شان کے خلاف گستاخی کے طور پر پیش کریں تو اُن کی ایسی حماقت چھپی نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ گستاخ جب یہ کہیں کہ کوئی نبی یا ولی خدا کی عطا سے کچھ نہیں کر سکتے' وہ مکھی نہیں بنا سکتے تو اور کیا کر سکتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی تعظیم کا حکم دیا ہے' کیونکہ وہ شعائر اللہ ہیں۔ اور فرمایا ہے......

"وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ"۔

﴿پ ۲۸ سورۃ المنافقون آیت نمبر ۸﴾

کہ عزت تو خدا کے لئے ہے اور اُس کے رسول اور مومن لوگوں کے لئے ہے (یہ سب عزت والے ہیں) لیکن منافق لوگ اُن کی عزت نہیں جانتے۔ اس لئے وہ گمراہ ہیں اور گمراہی کی باتیں کرتے ہوئے اِس آیت کو نبیوں اور ولیوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ مومن تو مر کر بھی عزت والا ہے' اِس لئے اُس کی نماز جنازہ پڑھی جاتی

ہے۔ نبی اور ولی تو خدا کے مقبول بندے ہیں' اُن کی عزت و حرمت کا خدا نے حکم دیا ہے۔ وہ خدا کے حکم سے مکھی تو کیا پرندے بھی بنا لیتے ہیں۔ کوڑھی کو تندرُست اور مُردے کو زندہ کر دیتے ہیں اور پوشیدہ باتوں کا علم رکھتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے فرمان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقام یوں بیان فرمایا ہے......

"اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَکُوْنُ طَیْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِۚ وَاُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِۚ وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ لا فِیْ بُیُوْتِکُمْ ط" ﴿پ ۳ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۴۹﴾

ترجمہ:- کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں' پھر اس میں پھونک مارتا ہوں' تو وہ فوراً پرند بن جاتی ہے' اللہ کے حکم سے' اور میں اندھے کو بینائی اور آنکھیں دیتا ہوں' کوڑھی کو شفا دیتا ہوں' مُردے کو زندہ کرتا ہوں' اللہ کے حکم سے' اور جو تم کھا کر آؤ میں تمہیں بتا دیتا ہوں اور جو کچھ گھر میں ذخیرہ کرو وہ بھی بتا دیتا ہوں۔

اِس آیت پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مٹی کی مُورت بنا کر اُس میں پھونک مار کر اُڑنے والا پرند بنا دیتے۔ اندھوں کو آنکھیں عطا کر دیتے' کوڑھی مریض کی بیماری دُور کر دیتے اور مُردوں کو زندہ کر دیتے۔ بلکہ آدمی کو یہ بھی بتا دیتے کہ اُس نے کیا کھایا ہے' پیٹ کی خفیہ چیز بتا دیتے اور گھروں کی خفیہ چیزیں' رکھا ہوا مال اُن کو بتا دیتے کہ ان کو یہ پوشیدہ اور غیب بات نظر آجاتی' مگر شعائر اللہ کی توہین کرنے والے کا یہ کہنا کہ وہ مکھی نہیں بنا سکتے' وہ کچھ نہیں کر سکتے' سراسر کذب بیانی اور نبی کی توہین اور معجزات کا اِنکار ہے۔ پھونک مار کر مٹی سے بنے پرندے زندہ کرنے کا معجزہ اور "قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ" کہہ کر مردہ کو زندہ کرنے کا معجزہ' دم درود کرنے کا زندہ ثبوت ہے۔ اور یہ کمالات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے "لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ" ﴿پ ۳ سورۃ آل عمران:۸۱﴾ پر عمل کرنے والے

نبی کے ہیں' تو حضور آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کی بلندی کا ذکر ہی کیا۔ حضرت مریم علیہا السلام ولیہ تھیں' اُن کو بے موسم پھل کھانے کو عطا ہوتے تھے' جو اُن کی کرامت تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیائے کرام کی کرامات بے اندازہ ہیں اور ان کا بیان "کراماتِ اولیاء اللہ" کے باب میں آئے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معجزات کا ذکر بھی قرآنِ کریم میں موجود ہے کہ اُن کے ہاتھ سے چار پرندے ذبح کے بعد زندہ ہوئے اور اُن کی عزت واحترام عین ایمان ہے۔

" وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ"

﴿پ ۳ سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۶۰﴾

ترجمہ:- اور جب عرض کی ابراہیم (علیہ السلام) نے' اے میرے رب! دکھا مجھے کہ کیسے مردے زندہ کرے گا تو! فرمایا: کیا تجھے یقین نہیں؟ عرض کی: کیوں نہیں' یقین ہے' مگر اطمینان کے لئے مشاہدہ چاہتا ہوں۔ تو کہا کہ چار پرندے لے کر ان کو سدھاؤ۔ جب سدھالو تو ان کو ذبح کر کے ٹکڑے کر دو اور ٹکڑوں کو پہاڑوں پر بکھیر دو۔ پھر ان کو نام لے کر بلاؤ' وہ تیرے پاس دوڑتے آئیں گے۔

اِس آیت پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معجزے کا ذکر ہے کہ اُنہوں نے خدا کے حکم کے مطابق چار پرندے۔ مور' مرغ' کوا' کبوتر۔ لے کر اُن کو نام رکھ کر سدھایا کہ نام لیکر بلاتے تو وہ آجاتے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کو ذبح کیا اور ٹکڑوں کو پہاڑوں پر بکھیر دیا اور آواز دیکر پھر ان کو بلایا تو وہ ٹکڑے زندہ ہو کر پرندے بن کر ابراہیم علیہ السلام کی آواز سن کو دوڑتے ہوئے آ گئے۔ اس سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز میں ایک ایسی طاقت پیدا ہو گئی کہ جب انہوں نے پکارا تو اُس

آواز نے اُن مردہ جسموں میں جان ڈال دی۔ اس زندگی عطا ہونے کے بعد وہ پرندے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس دوڑ کر آ گئے۔ اب واضح رہے کہ نبی نے خدا کے حکم سے مردے زندہ کر دیئے۔ وہ پرندے اس لئے زندہ ہو گئے کیونکہ اُن کی آواز میں خدا کی طاقت کا ظہور ہو گیا۔ ایسے ہی انبیاء میں خدا کی طاقت کا اظہار ہوتا رہتا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں کر سکتے' وہ انبیاء کے فیض کے منکر در حقیقت قرآنِ کریم کی آیات کے منکر ہیں۔ وہ شعائر اللہ ہیں اور اولیاء اللہ بھی شعائر اللہ ہیں' اِس لئے ان سے کرامات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ بنی اسرائیل کے ولی اللہ حضرت آصف بن برخیا سے کرامات کا ظہور ہوا کہ وہ ملکہ بلقیس کا تخت آنکھ جھپکنے سے پہلے ملک صباء سے ہزاروں میل کے فاصلہ سے لے آئے اور حضرت سُلیمان علیہ السلام کے سامنے پیش کر دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام وہ تخت دیکھ کر خدا کے سامنے سجدہ میں گر کر شکر بجالائے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ ولیوں سے فیض لینے کے لئے پکارنا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پکارا جائز ہے کہ وہ شعائر اللہ ہیں۔

ثابت ہوا کہ انبیاء اور اولیاء اللہ شعائر اللہ ہیں' اُنکی توہین کرنے والے خدا کے فرمان کے منکر ہیں کہ وہ "ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ" ﴿پ ۱۷ سورہ الحج آیت نمبر ۳۲﴾ کے منکر ہیں اِس لئے دل کے بے ایمان ہیں۔ حالانکہ اللہ کے مقرب بندے باذن اِلٰہی نعمتیں عطا کرنے والے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کی عطا ہوتی ہے۔ قرآن کی عطا' رحمان سے تعلق اور جنت کا مقام عطا ہوتا ہے۔ ان کی توہین سے ایمان برباد ہو جاتا ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کا مقام نعمتیں عطا کرنے والا بیان کیا ہے' جیسا کہ سورہ مریم پ ۱۶ میں بیان ہے۔

"وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ○ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ○ قَالَتْ

اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا ○ قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا ○ قَالَتْ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِیًّا ○ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ ۚ ﴿پ ۱۶ سورۃ مریم آیت نمبر ۱۶ تا ۲۱﴾

ترجمہ:- اور کتاب میں مریم کو یاد کرو جب اپنے گھر والوں سے مشرق کی طرف ایک جگہ الگ گئی تو اُن سے ادھر ایک پردہ کرلیا تو اس کی طرف ہم نے اپنا فرشتہ بھیجا' وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے رُوپ میں ظاہر ہوا۔ بولی: میں تجھ سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں' اگر تجھے خدا کا ڈر ہے۔ وہ بولا کہ میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔ بولی: میرے لڑکا کہاں سے ہوگا' مجھے تو کسی آدمی نے ہاتھ نہ لگایا اور نہ میں بدکار ہوں۔ کہا: یوں ہی ہے کہ تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے۔

اِن آیات میں بیان ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کی پاک دامنی اور عصمت کا ڈنکا خدا نے دُنیا میں بجادیا کہ وہ عابدہ' زاہدہ' ولیہ' تھیں۔ وہ اپنی خالہ کے مکان سے بیت المقدس کی شرقی جانب غسل خانہ میں غسل کے لئے گئیں تاکہ غسل کے بعد عبادت کریں۔ وہ پردہ میں ہوگئیں تاکہ کوئی دیکھ نہ سکے۔ اُسوقت ان کی تیرہ سے بیس برس کی عمر تھی۔ حضرت جبریل علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے بھیجا جو روح اللہ اور وحی پر مقرر تھے کہ اُنکے پھونک مارنے سے عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے جیسے اُن کی گھوڑی کی ٹاپ کی سے خاک سے سامری کے سونے بچھڑے میں جان آئی۔ وہ آدمی کے روپ میں آئے مگر ملکی حقیقت قائم رہی۔ حضور نور ہیں مگر صورتِ بشری میں آئے ہیں۔ حضرت مریم علیہا السلام نے منع کیا اور کہا کہ اے جبریل علیہ السلام تو چلا جا۔ وہ تنہا غسل خانہ میں تھیں اور کپڑے پہن چکی تھی اس سے اُن کی پاک دامنی اور تقویٰ کا پتہ ملتا ہے کہ رب تعالیٰ کی پناہ پکڑی۔ اس پر حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ وہ ستھرا بیٹا دینے آئے ہیں کہ خدا نے

بھیجا ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام نے پناہ پکڑتے ہوئے کہا کہ اگرچہ تو پرہیزگار ہے پھر بھی خدا کی پناہ چاہتی ہوں۔ اِس سے معلوم ہوا کہ حضرت جبریل علیہ السلام باذن الٰہی بیٹا عطا کر سکتے ہیں' لہٰذا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدرجہ اولیٰ عطاؤں کے مالک ہیں۔ اِس سے یہ مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ رب تعالیٰ کی نعمتوں کو بندے کی طرف نسبت کر سکتے ہیں۔ یہ مسئلہ بھی واضح ہوا کہ فرشتوں سے پردہ نہیں' جیسے حیوانات سے پردہ نہیں۔ اور یہ بھی کہ بغیر مرد کے چھوئے بیٹا عطا ہونا خدا کی قدرتِ کاملہ کا اِظہار ہے۔ یاد رہے کہ تقدیر معلق میں تبدیلی ہو سکتی ہے' مگر تقدیر مبرم میں ایسا نہیں ہو سکتا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے خدا کا فرمان سُنا کر کہا کہ اُس کے لئے آسان ہے۔ پھر حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان میں پھونک دیا' جس سے وہ حاملہ ہو گئیں۔ لہٰذا یہ ثابت ہو گیا کہ بزرگوں کے دم میں بھی تاثیر ہے' جیسے حضرت جبریل علیہ السلام کے دم سے یہ ثابت ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر ماں باپ کے نطفہ سے ہیں' بشر اور روح ہیں اِس لئے روح اللہ کہلائے۔ چونکہ وہ حضرت جبریل علیہ السلام کی پھونک سے پیدا ہوئے' اُن کی پھونک میں مردہ زندہ کرنے' بیمار کو اچھا کرنے' مٹی میں جان ڈالنے کی تاثیر آ چکی تھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام روح الامین ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی والدہ شعائر اللہ ہیں' اس لئے قابل احترام ہستیاں ہیں۔

مگر شعائر اللہ کے احترام کے منکر کسی نبی اور ولی کے احترام کی بجائے ان کی توہین سے باز نہیں آتے' بالخصوص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو "بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" ﴿الکہف: ۱۱۰﴾ کہہ کر اپنے جیسا بشر کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی اِس گمراہی کے پیشِ نظر "سورہ اِنعام" میں اس کا جواب جن الفاظ میں بیان کیا ہے' اُن کے لئے باعث عبرت ہے۔ فرمایا ہے۔

"وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ"

﴿پ ۷ سورہ الانعام آیت نمبر ۳۸﴾

ترجمہ:- اور نہیں کوئی زمین پر چلنے والا جانور‘ نہ پروں سے اُڑنے والا پرندہ‘ مگر تم جیسی اُمتیں ہیں۔

اِس آیت میں ایسے لوگوں کو چوپائیوں اور پرندوں کی مثل قرار دے کر بتا دیا ہے کہ جب یہ لوگ اس کے مقبول بندوں کا احترام اس کے حکم کے مطابق کرنے کو تیار نہیں ہیں‘ تو وہ بھی اُس کے نزدیک خنزیر‘ گدھے‘ کتے‘ اُلو اور چمگادڑ جیسے ہیں۔ اِنسان وہی ہیں اور اشرف المخلوقات وہی ہیں جو یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کو ”شرفِ اِنسانیت“ اس کے محبوب کے طفیل عطا ہوا ہے۔ کیونکہ خدا نے خود حضور نبی کریم ﷺ کو بشر نہیں کہا ‘بلکہ ”قل“ کہہ کر حضور ﷺ کو اجازت دی ہے کہ وہ انکساری کے لئے یا کفار کو بتانے کے لئے کہ وہ خدا نہیں‘ اُس کے بندے ہیں‘ ایسا کہہ سکتے ہیں‘ مگر دوسروں کو اِجازت نہیں ملی کہ وہ کہہ سکیں اور اپنی مثل قرار دیں۔ اگر کوئی اس پر یقین نہیں کرتا تو وہ مثل خنزیر، گدھے، کتے، اُلو اور چمگادڑ کے ذلیل ہے۔ وہ اشرف المخلوقات کہلانے کے قابل نہیں‘ بلکہ گندگی کا کیڑا اِس سے بہتر ہے۔ ”بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ“ ﴿الکھف:۱۱۰﴾ کہہ کر حضور نبی کریم ﷺ کی توہین کرنے والے نہ صرف شعائر اللہ کی توہین کے مرتکب ہیں‘ بلکہ یہ سمجھنے سے عاری ہیں کہ نبی اُمتی کی مثل نہیں ہو سکتا۔ وہ اطاعت کرانے کے لئے مبعوث ہوتا ہے اور اُمتی اطاعت کرنے کے لئے دُنیا میں آتا ہے۔ اس طرح اس کی اطاعت کرے جیسے مردہ غسال کے ہاتھ میں اپنے آپ کو دے دیتا ہے‘ ورنہ اس کی اطاعت کا دعویٰ بے بنیاد ہے۔ کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ آئینہ جمالِ الٰہی ہیں‘ وہ نور ہیں مگر لباسِ بشریت لے کر آئے ہیں‘ تاکہ مخلوق اُن کے قریب آ سکے۔ وہ صاحب وحی الٰہی ہیں‘ اُس کے مقبول بندے اور عبدہٗ کے مقام والے ہیں۔ گویا ہر آن اُن کا تعلق باللہ ایسے قائم ہے‘ جیسے لوہا آگ میں رہ کر آگ کی صحبت اختیار کر لیتا ہے۔ وہ کہلاتا تو لوہا ہے مگر اوصاف جلانے کے ہیں اور رنگت بھی آگ والی ہے۔ اگر کسی

وقت بھی اُن کا تعلق باللہ ٹوٹ جائے تو وہ عبد کے مقام پر آجاتے ہیں۔ لہٰذا مومن کا ایمان "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" پر ہے۔ تو عبد ہو کر عبدہٗ کو اپنی مثل قرار دینے والا جھوٹا اور مکار ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تجلیاتِ الٰہیہ کا مرکز ہیں' تاکہ وہ تجلیاتِ الٰہیہ کو مخلوق تک پہنچائیں۔ اُمتی اِس صورت میں اس روشنی کا محتاج ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عطا ہوتی ہے۔

ان لوگوں کو اگر پھر بھی سمجھ نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کے فرمان "وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ۔ ﴿پ ۱۷ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۲۶﴾ کو پڑھ کر سمجھ لیں کہ اِس میں خدا تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ کفار کا عقیدہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رحمان نے بیٹا اختیار کیا' مگر وہ پاک ہے' بلکہ وہ اس کے بندے عزت والے ہیں۔ اِس آیت میں واضح کیا گیا ہے کہ کفار کی تردید کے لئے بزرگانِ دین "شعائر اللہ" کی توہین نہ کرو۔ بلکہ اِس طرح تردید کرو کہ اُن کی عظمت اور شان بھی باقی رہے۔ کفار نے فرشتوں یا بعض پیغمبروں کو خدا کی اولاد مان کر اُن کی پوجا کی تو رب تعالیٰ نے اپنے محبوبوں اور مقبول بندوں کو بُرا نہ کہا بلکہ "عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ" کہہ کر اُن کی عزت قائم رکھی ہے۔ کاش! دیوبندی' وہابی' نجدی لوگ اس سے عبرت پکڑیں کہ یہ آیت بنی خزاعہ کے متعلق نازل ہوئی جو فرشتوں کو رب تعالیٰ کی بیٹیاں مان کر پوجتے تھے۔ یہ ان گمراہ لوگوں کے لئے باعث عبرت ہے' جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے مرتکب ہیں اور دعویٰ ہے کہ وہ بڑے موحد ہیں' اور کہتے ہیں کہ وہ اس لئے توہین کرتے ہیں کہ یہ دفع شرک کے لئے ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے اُن کے اِس عقیدہ کو گمراہی بیان فرما کر اُن کی تردید فرما دی ہے کہ جن کی وہ توہین کرتے ہیں' وہ اُس کے مقبول بندے ہیں' شعائر اللہ ہیں۔
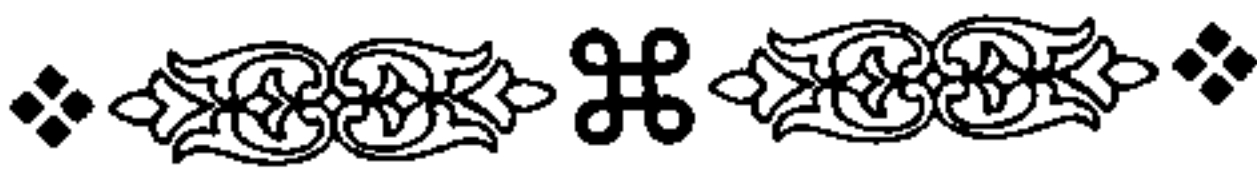
اولیاء اللہ کے ساتھ ذکرِ خدا میں شمولیت جنت میں داخلے کا سبب

اولیاء اللہ کے ساتھ ذکرِ خدا میں شمولیت جنت میں داخلے کا سبب

انبیاء، اولیاء، صالحین اور بزرگانِ دین کی توہین کرنے والوں کا داخلہ جنت کیونکر ممکن ہے۔

جب وہ خدا کے فرمان......

فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ○ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ﴿پ۳۰ سورہ الفجر آیت نمبر۲۹،۳۰﴾

ترجمہ:۔ پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں داخل ہو۔

کے عین خلاف اور تکذیب فرمان الٰہی کرتے ہیں۔

اِن آیات میں بیان ہے کہ جن لوگوں کی محبت خدا کے مقبول بندوں کے ساتھ انبیاء و اولیاء، صدیق اور شہید کے مرتبہ کے مطابق ہوگی وہ ان مقبول بندوں کے ساتھ محشر میں بھی ساتھی ہوں گے اور حساب و کتاب سے فارغ ہو کر ان کی معیت میں جنت میں داخل ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ خدا کے مقبول بندوں کا ساتھ رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر جنت سے پہلے فرمادیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح مکڑی کے ساتھ لوہا بھی تر جاتا ہے، پھول کے ساتھ گھاس گلدستہ میں شامل ہو کر توقیر پالیتا ہے، اصحابِ کہف کے کتے کو اولیاء کی صحبت سے دائمی زندگی اور عظمت مل گئی، مومن بھی اولیاء اللہ کے زیر سایہ فیض یاب ہو جاتا ہے۔ ولی اللہ ذکر خدا

میں مشغول ہو کر دُنیا و مافیہا سے آزاد ہو جاتا ہے' جس کا انعام یہ ملتا ہے کہ وہ خدا کی رحمت و قربِ الٰہی کا مقام پالیتا ہے۔ وہ نفسِ اَمّارہ کی برائی سے بچ کر نفسِ مطمئنہ پا کر اطمینان پالیتا ہے کہ دیدارِ یار سے مشرف ہو جاتا ہے۔

اس دور کے گستاخانِ رسول اور عقائد باطلہ والے لوگوں کا شعائر اللہ کی تعظیم سے انکار' تکذیب فرمانِ الٰہی' خدا کے محبوب کی شان کے خلاف گستاخانہ کلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا انکار' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نفرت کا اِظہار اُن کو لے ڈوبے گا۔ کیونکہ مقام نبوت پر اعتراضات' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کی طرف سے عطا کردہ علوم غیبی اور اسرار و رموز اللہ کا انکار اور مقبولانِ بارگاہِ ربّ العزت پر ناروا حملے' جماعت حقہ اہل سنت اور اولیائے کرام کے خلاف بدکلامی' منافرت' بدعت اور شرک کے جھوٹے فتوے ان کا معمول بن چکا ہے۔ ان کا نظریہ فرقہ واریت کو فروغ دینا' اِسلامی تعلیمات کی توہین کرنا اور دین کی بجائے دُنیا کے لالچ میں ایک علیحدہ جماعت بنانا' ان کا نصب العین ہے۔ وہ کسی صورت میں آیاتِ قرآنِ کریم پر عمل کرنے کو تیار نہیں ہوتے' اُلٹا ان کی تکذیب اُن کا شیوہ ہے۔ جبکہ ذیل میں فرمانِ الٰہی کی تکذیب سے ظاہر ہے......

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿پ۱۰ سورۂ توبہ آیت نمبر۷۱﴾

ترجمہ:- اور مسلمان مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں' بھلائی کا حکم دیں اور ہر بُرائی سے منع کریں' اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ ادا کریں' اور اللہ و رسول کا حکم مانیں' یہی ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم کرے گا' بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمان ایک دوسرے کے مددگار ولی ہیں مگر "وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ" ﴿پ ا سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۰۷﴾ سے مراد ولی من دون اللہ' اللہ کے مقابل مددگار ہے۔ لہٰذا ولی اللہ اور ولی من دون اللہ میں فرق ہے۔ ولی اللہ خدا کے فرمان کے مطابق مددگار ہیں' اِس لئے اُن کی مخالفت کرنے والے دیوبندی' وہابی' نجدی عقائد باطلہ والے ہیں۔ حالانکہ یہی لوگ دین اِسلام کی تبلیغ کرنے والے ہیں' کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دریائے ہدایت کی یہ نہریں ہیں' جو نبوت کے مقام کا پتہ بتاتی ہیں اور اپنی کرامات سے گمراہوں کو راہِ ہدایت پر لاتی ہیں۔ موت کے بعد چونکہ اُن کی ولایت ختم نہیں ہوتی' جیسے ایمان ختم نہیں ہوتا' یہ عالمِ برزخ میں بھی ولی ہی رہتے ہیں۔ اِس لئے زندہ مومن مرد اور عورتیں اُن کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ ﴿پ ۲۸ سورۃ الحشر آیت نمبر ۱۰﴾

کی آیت پر عمل کرتے ہیں' جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمت کے لئے قربانی کرنا۔ ایصال ثواب کرنے والے اللہ و رسول کا حکم مانتے ہیں' مگر اِس سے روکنے والے گمراہی کی طرف لے جاتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اس بات کا ضامن ہے کہ دُنیا میں ان کو شیطان سے بچاتا ہے اور مرتے وقت ایمان کی سلامتی بخشتا ہے۔ قبر میں نور اور نکیرین کے سوالات کا جواب آسان ہوتا ہے۔ نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں' میزان میں نیکیاں بھاری اور گناہ ہلکے فرماتا ہے اور قیامت میں حساب آسان فرماتا ہے۔

کیونکہ انبیاء اور اولیاء دُعا کر کے اس کی مدد فرماتے ہیں جس سے ثابت ہو گیا کہ اس کے انکار پر مبنی عقیدے والے گمراہ ہیں کیونکہ وہ خدا کے حکم کے مخالف ہیں۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے......

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

اِنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ﴿پ ۶ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۲﴾

ترجمہ:- اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے شک اُس کا عذاب سخت ہے۔

اِس آیت میں یہ خدا کا فرمان ہے کہ غیر خدا سے مدد لینا اور ایک دوسرے کی مدد کرنا خدا کے حکم کی تعمیل ہے۔ ہر قسم کی مدد جسمانی' مالی اور روحانی سب اس حکم کی تعمیل میں ہے۔ مگر برائی اور زیادتی پر مدد نہ کرے' کیونکہ یہ گناہ ہے۔ جیسے چوری کرنا' کرانا' اس کی مدد کرنا سب حرام ہیں' مگر نیکی پر مدد کرنا ثواب ہے۔ سورۃ مائدہ میں اس کے پانچویں رکوع میں بھی انبیاء و اولیاء کا دامن تھامنے کا حکم صاف بیان ہوا ہے تا کہ خدا تک رسائی ہو سکے جیسا کہ فرمایا ہے۔

دیدار کا عالم کیا ہوگا

جب حسن تھا اُن کا جلوہ نما' انوار کا عالم کیا ہوگا
ہر کوئی فدا ہے بن دیکھے' دیدار کا عالم کیا ہوگا

جس وقت تھے خدمت میں اُن کی' ابوبکر و عمر، عثمان و علی
اُس وقت رسولِ اکرم ﷺ کے دربار کا عالم کیا ہوگا

چاہیں تو اشاروں سے اپنے' کایا ہی پلٹ دیں دُنیا کی
یہ شان ہے خدمت گاروں کی' سردار کا عالم کیا ہوگا

قدموں میں جبیں کو رہنے دو' چہرے کا تصور مشکل ہے
جب چاند سے بڑھ کر ایڑھی ہے' تو رخسار کا عالم کیا ہوگا

معراج کی شب حق سے ملنے' وہ عرشِ معلیٰ پر پہنچے
رفتار کا عالم کیا ہو گا' گفتار کا عالم کیا ہوگا

اللہ وغنی سبحان اللہ' کیا خوب ہے روضہ کا نقشہ
محرابِ حرم کا' جالی کا' مینار کا عالم کیا ہوگا

کہتے ہیں عرب کے ذرّوں پر انوار کی بارش ہوتی ہے
اے نجم نہ جانے طیبہ کے' گلزار کا عالم کیا ہوگا
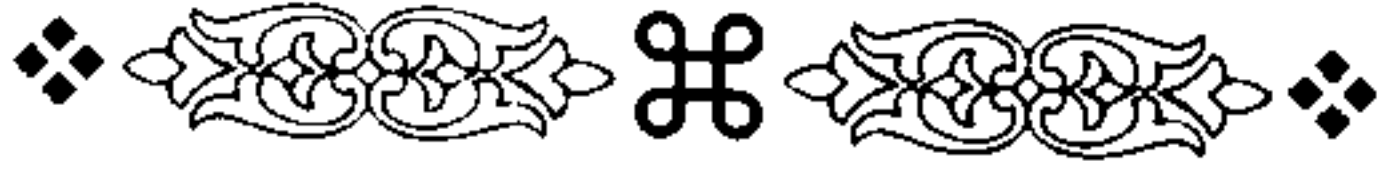
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب شریف
اور نبیوں ولیوں کے وسیلے کا ثبوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب شریف
اور نبیوں ولیوں کے وسیلے کا ثبوت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿پ ۶ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۳۵﴾

ترجمہ:- اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس اُمید پر کہ فلاح پاؤ۔

اِس آیت میں صاف بیان ہے کہ صرف نیک اعمال ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ اس پر قائم رہنے کے لئے انبیاء اور اولیاء کا وسیلہ بھی ضروری ہے۔ آیت میں ہے ''اِتَّقُوا اللّٰه'' جس سے مراد یہ ہے کہ خدا سے ڈرو اور نیک اعمال کرو۔ اس کے بعد اس پر استقامت کے لئے وسیلہ کی تلاش کرو' جس کے لئے کوشش لازمی امر ہے' تاکہ وسیلہ حاصل ہو جائے۔ اور فلاح اس وقت تک ممکن نہیں جب تک رب تک پہنچ نہیں جاتا' جس کے لئے رہبر کی ضرورت ہے' اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اولیاء اللہ اس کے کارندے ہیں' جو بیعت کر کے انسان کے دل کو خدا سے جوڑتے ہیں۔ اس کے علاوہ متعدد آیات اس امر کی نشان دہی کرتی ہیں کہ ایمان' تقویٰ اور وسیلہ فلاح پانے کے لئے ضروری ہے' جیسا کہ ''روح البیان'' میں ہے۔ اس میں ایمان والوں کو یہ حکم ہے مگر بے ایمان کے لئے یہ نہیں ہے اور جو ان کا انکار کرتے ہیں وہ خود یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ ایمان والے نہیں۔

تقویٰ سے مراد اعمالِ صالح کرنا اور برے افعال سے بچنا ہے۔ لہٰذا تقویٰ کے دو معنی ہیں...... بچنا اور ڈرنا۔

جب تقویٰ کے بعد لفظ "نَار" آئے جیسے "اِتَّقُوا النَّارَ" تو اس سے بچنا مراد ہے اور جب تقویٰ کے بعد اللہ کا ذکر ہو تو ڈرنا مراد ہے۔ جیسے "اِتَّقُوا اللّٰہَ" میں ہے کہ اللہ سے ڈرو۔ لہٰذا تقویٰ کا مطلب یہ ہے' شریعت پر چلو' محرمات سے بچو اور ثواب کا کام کرو۔

"وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ" میں وسیلہ کا ذکر ہے جس کے دو معنی ہیں' ایک معنی ہیں ذریعہ اور دوسرے معنی ہیں جنت کا درجہ' جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے جس کے معنی ہونگے کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وسیلہ مانگو جو جنت میں خاص مقام ہے (روح البیان)۔ اس لئے حدیث پاک میں ہے کہ اذان کے بعد ہمارے لئے وسیلہ کی دُعا کرو "اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَا نِ الْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ" اِس دُعا سے اپنا بھلا چاہنا مقصود ہے۔ اذان میں تین کام ہیں۔ اپنے منہ سے کلمات کا دہرانا' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سُننے پر انگوٹھے چومنا اور وسیلہ کی دُعا کرنا۔ (شامی)

اگر وسیلہ کے معنی ذریعہ ہیں' تو الیہ کی ضمیر تقویٰ کی طرف یا اللہ کی طرف ہوتی۔ مراد ہے تلاش کرو' اس تقویٰ کی طرف وسیلہ کو۔

ملی جبریل کو بھی سرفرازی تیری تربت سے
وگرنہ فرق کیا ہے سب فرشتے ایک جیسے ہیں
وہی پل زندگی ٹھہری جو تیری یاد میں گزری
بظاہر ساری گھڑیاں سارے لمحے ایک جیسے ہیں

تقویٰ دو طرح کا ہوتا ہے۔ تقویٰ ظاہری...... اور باطنی۔

ظاہری تقویٰ:۔ نماز' روزہ' حج اور احکامِ شرعیہ پر کاربند ہونا' تبلیغ دین کرنا اور

حقوق العباد کے حکم پر عمل کرنا۔

باطنی تقویٰ:- شعائر اللہ کی تعظیم کرنا کہ یہ تقوی القلوب ہے۔ ریاکاری، حسد، بغض وغیرہ بُری باتوں سے بچنا بھی باطنی تقویٰ ہے۔

ظاہری تقویٰ کا سبق علمائے کرام سے ملتا ہے اور باطنی تقویٰ کا سبق اولیاء اور مشائخ کرام سے ملتا ہے۔ جیسے دُنیا کے کاروبار میں اُستاد کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح دین کے حصول میں اُستاد اور پیر کی ضرورت لازمی ہے، کیونکہ ہر عمل میں تاثیر ہوتی ہے اور یہ تاثیر بھی اجازت سے ہوتی ہے۔

اگر ضمیر اللہ کی طرف ہے تو معنی میں ایمان وتقویٰ کے ساتھ وسیلہ الی اللہ اختیار کرو، اپنے ایمان وتقویٰ پر بھروسا نہ کرو۔ وسیلہ کا دامن اس لئے پکڑو تا کہ ایمان وتقویٰ بخیریت رہے، اس پر استقامت نصیب ہو، اور یہ وسیلہ انبیاء، اولیاء، مشائخ اور علمائے کرام کا دامن پکڑنا ہے۔

جن کا عقیدہ یہ ہے کہ وسیلہ سے مراد خالی اعمال صالح ہیں، نہ کسی اور کا وسیلہ کیونکہ ہر شخص خطرے میں ہے جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے خبر نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوگا جب وہ اپنا خطرہ دفع نہیں کر سکے، تو دوسروں کا وسیلہ کیسے ہوگے اور کیسے مدد کریں گے۔ پھر اگر وسیلہ مان بھی لیں تو ایک وسیلہ چاہئے، نہ وسائل جائیں جیسے کہ قرآنِ کریم میں وسیلہ کا ذکر ہے۔ پھر ہم بندے اور اللہ ہمارا خدا، اِس لئے ہم سب خدا تک پہنچ سکتے ہیں، اِس لئے وسیلے کا عقیدہ سراسر باطل اور لغوِ محض ہے۔ ایسے گمراہ لوگوں کا ایسا عقیدہ درحقیقت ابلیس اور شیطان کی تعلیم ہے، جس میں فریب کے سوائے اور کچھ نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کو شیطان نے گھیر رکھا ہے اور اس کے چنگل سے نکلنا ان کے لئے محال ہو رہا ہے۔ کیونکہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کو اپنی مثل بشر سمجھتے ہوئے

بھی سمجھتے ہیں کہ جس طرح اُمتی بے خبر ہے نبی کریم ﷺ بھی بے خبر ہیں۔ اِس لئے یہ بیان کرتے ہیں کہ حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے خبر نہیں میرے ساتھ کیا ہوگا۔ جب وہ اپنا خطرہ دفع نہیں کر سکتے وہ دوسروں کا وسیلہ نہیں بن سکتے۔ ایسی صورت میں ان کا ایسا عقیدہ خدا کے فرمان مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ج ﴿پ ۵ سورۃ النساء آیت نمبر ۸۰﴾ سے ثابت نہیں ہوتا کہ خدا نے فرمایا کہ جس نے اس کے رسول کی اطاعت واتباع کی اُس نے خدا کی اطاعت واتباع کی۔ کیونکہ جب حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت واتباع پر عقیدہ قائم ہے تو حضور شفیع المذنبین ﷺ کا وسیلہ بھی تسلیم ہو گیا۔ اگر حضور سید الانبیاء ﷺ کے وسیلے کا انکار ہے تو اطاعت رسول کیسی اور ایمان کا دعویٰ کیسا!!۔ ثابت ہوا کہ ایسے عقیدے والے لوگ ایمان کی دولت سے ہی محروم ہیں۔ اِسی لئے قرآنِ کریم کی تلاوت کر کے بھی وہ گمراہ ہیں۔ اس لئے وہ وَمَآ اَدْرِیْ مَا يُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ ط ﴿پ ۲۶ سورۃ الاحقاف آیت نمبر ۹﴾ کے مفہوم کو سمجھنے سے قاصر ہیں، حالانکہ اس میں یہ واضح ہو رہا ہے کہ حضور افضل الانبیاء ﷺ اپنے ذاتی علم اور قیاس کی بنیاد پر نہیں جانتے، خدا کے ساتھ اُن کا تعلق دائمی ہے، وہ عبدہٗ اور رسولہٗ کے مقام پر فائز ہیں، اِس لئے تعلق باللہ کی بنا پر اور خدا کے بتانے سے رازدانِ "مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ" ہیں۔ علومِ غیبیہ، اسرار و رموز اللہ، جزئیات، کلیات، حقائق و معارف کے جملہ علوم سے باخبر ہیں کہ خدا کے فرمان وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ط ﴿پ ۲۱ سورۃ لقمان آیت نمبر ۲۰﴾ کہ مطابق جملہ ظاہری اور باطنی نعمتوں کو پا چکے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کا مقام ہے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ع ﴿پ ۳۰ سورۃ التکویر آیت نمبر ۲۴﴾ کہ وہ غیب بتاتے ہیں اور ظاہر فرماتے ہیں، کیونکہ وہ غیب بتانے میں بخیل نہیں ہیں بلکہ غیب کا علم رکھتے ہیں۔ اس کو نہ ماننے والے خبیث ہیں کہ خود اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ......

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ﴿پ۴ سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۷۹﴾

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس حالت پر نہیں چھوڑے گا کہ خبیث اور ایمان والے پاک طیب لوگ اکٹھے رہیں اور اللہ عام لوگوں پر غیب ظاہر نہیں فرماتا' بلکہ اس کے لئے چُن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے (اور غیب اُن پر ظاہر فرما دیتا ہے)۔

ثابت ہوا کہ جس طرح حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے مجلس میں بیٹھ کر حضور شفیع المذنبین ﷺ کے علم غیب کا انکار کرنے والے خبیث تھے۔ آج بھی وہی اعتراض کرنے والے لوگ موجود ہیں' اس لئے وہ خبیث ہیں' ایمان والے نہیں' اس لئے اُن کی جماعت میں ایمان سے علیحدہ ہیں کہ وہ حضور سید المرسلین ﷺ کو اپنے انجام سے باخبر ظاہر کرتے ہیں اس لئے حضور ﷺ کے وسیلے کا انکار کرتے ہیں کیونکہ وہ متعدد آیات کا انکار کرتے ہیں' جس میں حضور ﷺ کے علم غیب کا خدا نے اعلان فرما دیا ہے۔

اگر حضور نبی کریم ﷺ کو علم غیب اور اپنے انجام کی خبر نہ ہوتی تو حضور رسول اکرم ﷺ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ کبھی نہ فرماتے کہ جو چاہو کرو تمہاری مغفرت ہو گئی۔ اگر حضور نبی کریم ﷺ کو علم نہ ہوتا تو اہل جنت اور اہل دوزخ کی حالت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ظاہر نہ فرماتے۔ اسی طرح حضرت ربیع بن کعب رضی اللہ عنہ کو جنت عطا کر کے اُن کے جنت میں مقام کا اعلان نہ فرماتے اور نہ نابینا صحابی کو جنت کا مقام اور آنکھیں عطا فرماتے اور نہ ہی عشرہ مبشرہ حضرات کو جنتی ہونے کی خبر دیتے۔ یہ تمام شواہد ان کے ایسے عقائد باطلہ کے رد میں مدلل اور دندان شکن جواب ہیں جس کے سامنے اُن کی زبان بند ہو جاتی ہے اور وہ مثل ابلیس کے حیران ہو کر کھڑے رہ جاتے ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو قیامت میں اپنے سردار ہونے اور لواءُ الحمد کے بارے میں اعلان کر کے بتا دیا کہ سارے نبی اُن کے جھنڈے تلے ہوں گے۔ یہ بے خبری نہیں بلکہ سچی خبر ہے' لہٰذا گمراہ لوگ کتنے شواہد کا انکار کرتے جائیں گے۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ'' ﴿مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین صلوٰت اللہ وسلامہٗ علیہ﴾ کہ میں قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہونگا' اول و آخرین میں عزت والے سب میرے جھنڈے تلے جمع ہوں گے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اعلان فرمایا ہے کہ سب سے پہلے وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ کیا اس کا بھی انکار ہے؟ اور کیا یہ منکرین مسلمان بھی ہیں۔ اسکے علاوہ متعدد دلائل پیش کیے جا سکتے ہیں جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت کتاب وسنت کی روشنی میں واضح ہے۔ ان تمام کا انکار کفر ہے لہٰذا انکار کرنے والے کس زبان سے اپنے ایمان کے دعویدار ہیں۔ ان دلائل کی موجودگی میں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کہ ہم شفیع المذنبین ہیں' حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے کا اِنکار حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار صریح کفر ہے اور اس کے مرتکب لوگ گمراہ ہیں۔

لہٰذا خدا تک رسائی کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وسیلہ ہیں اور حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک رسائی اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات تک رسائی کے لئے علماء ربانی' اولیاء اللہ جو مختلف سلسلوں جیسے قادری' چشتی' نقشبندی' سہروردی سے تعلق رکھتے ہیں وسیلے ہیں' وہ جن میں علماء ''ظاہری تقویٰ'' کے معلم ہیں اور اولیاء اللہ ''باطنی تقویٰ'' کے معلم ہیں' تاکہ جملہ اعمالِ صالح پر اِستقامت نصیب ہو۔ مثال کے لئے یوں سمجھیں کہ کراچی تک پہنچنے کے لئے لاہور سے تا کراچی ریل وسیلہ ہے' یا ہوائی جہاز وسیلہ ہے مگر لاہور اسٹیشن تک یا لاہور ائیر پورٹ تک پہنچنے کے لئے موٹر سائیکل' تانگا یا موٹر کار وسیلہ ہیں۔

ثابت ہوا کہ جو کہتے ہیں کہ بغیر نبی کے وسیلے کے وہ خدا تک پہنچ سکتے ہیں وہ جھوٹے اور مکار ہیں اور اُن کی گمراہی کے لئے یہی ثبوت کافی ہے۔ کہ وہ نبوت کے منکر ہیں۔ اگر بغیر وسیلے کے خدا تک رسائی ممکن ہے تو انبیائے کرام کی جماعت اور آسمانی کتابوں کا نزول عبث ہے۔ ایسی صورت میں وہ دعویٰ اسلام کس بنا پر کرتے ہیں، جب بانی اسلام کی ان کو ضرورت ہی نہیں ہے۔ اور نہ وہ قرآن کریم کو ہدایت کا وسیلہ "هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ" ﴿پ ۱ البقرہ: ۲﴾ مانتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کی رٹ لگانے والو! ساری عمر اگر اس کی رٹ لگاتے مرجائے تو بھی اسوقت تک مومن نہیں ہوسکتے اور نہ ایمان کا دعویدار ہوسکتا ہے جب تک وہ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کا اقرار نہ کرو اور اس پر تمہارا دل گواہی نہ دے، یہی وسیلہ رسول کا ثبوت کافی ہے۔

اگر نام محمد را نیا وردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ، نہ نوح از غرق نجینا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے کے منکر تو آیت وسیلہ کے بیان تک سمجھنے سے قاصر ہیں۔ وہ "اِتَّقُوا اللّٰه" کے مفہوم سے نا آشنا ہیں کیونکہ اگر اعمال کا وسیلہ ہی ہوتا تو وہ "اِتَّقُوا اللّٰهَ" میں بیان ہو چکا، پھر اس کا تکرار کیوں ہوا کہ فرمایا "وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ"۔ اس کے بعد اعمال صالح بھی بغیر نمونہ کے ناممکن ہیں۔ اِسی لئے خدا کا فرمان "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" ﴿پ ۲۱ سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۲۱﴾ صادر ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ مومن کے لئے ضابطۂ حیات ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے خبر کہنے والے کیا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فرامین کے منکر نہیں آپ نے جس میں اِرشاد فرمایا ہے کہ ابوبکر جنتی ہیں۔ حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ حضرت فاطمۃ الزہرا جنتی عورتوں کی سردار

ہیں۔ اُن کے اِس عقیدے کی بنا پر ثابت ہوتا ہے کہ ایسے لوگ ایمان سے محروم ہیں اور جوان کو ایماندار مانے وہ بھی گمراہ ہے' کیونکہ ایسا عقیدہ مومن کا نہیں ہوسکتا بلکہ گمراہ بے دین کا ہی ہوسکتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ تو قیامت تک ہونے والے واقعات کی خبر بیان کر چکے ہیں' ان میں یہ بھی بیان ہے کہ منافق کی نسل سے وہ قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی' ان کے صرف زبان پر اسلام ہوگا اور دل میں کفر ہوگا وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے' انکی نمازیں لمبی ہوں گی کہ ان میں ریا کاری ہوگی' دین کی رتی بھی نہ ہوگی۔ اس دَور میں ایسے عقائد باطلہ والے لوگ اسی نسل کی نشان دہی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ غنی ہے اور ہم محتاج' اسلئے جس قدر عنایات کی ہیں' سب وسیلے کی بنا پر کی ہیں۔ ہمارا دُنیا میں پیدا ہونا بھی وسیلے کے بغیر نہ ہوا کہ اس میں اُس نے ماں باپ کا وسیلہ بنا دیا۔ اسکے بعد ہماری نشو ونما کے لئے خوراک کو وسیلہ بنایا۔ علم کے لیے اُستاد کا وسیلہ بنایا۔ ہدایت کے لئے انبیاء کا اور مقربین کا وسیلہ۔ نبیوں پر وحی کے لیے فرشتہ حضرت جبریل علیہ السلام کا وسیلہ۔ موت کے لیے فرشتہ موت حضرت عزرائیل علیہ السلام کا وسیلہ' جس میں مرض' حادثات وغیرہ سب داخل ہیں کہ سب وسیلے ہیں۔

وسیلے بھی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ وہ وسیلہ جو حصول مقصد کے بعد چھوڑ دیا جاتا ہے ریل یا کسی گاڑی کا سفر سب اسی قسم کے وسیلہ ہیں۔ مگر وہ وسیلہ جس کا تعلق ٹوٹتا ہی نہیں وہ اسلام کا وسیلہ ہے' ہدایت کا وسیلہ ہے' نور اور نورِ ہدایت کا وسیلہ ہے کہ اسکے بغیر اللہ نظر ہی نہیں آسکتا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے لیے حضرت حوا علیہا السلام کا حلال ہونے کا وسیلہ درود شریف تھا۔ وسیلہ دُنیا آخرت اور قبر ہر جگہ کام آنے والا ہے۔

عقائد باطلہ والوں کا اعتراض ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو جب یہ حاضر کہتے

ہیں تو پھر وسیلے کی تلاش کیوں ہے کیونکہ تلاش تو غیب کی ہوتی ہے۔ ان کی عقل سلب ہو چکی ہے اس لئے ایسے بے مقصد سوال کرتے ہیں۔ دُنیا جانتی ہے ریل گاڑی پوری لائن پر حاضر ہوتی ہے کہ وہ وہاں سے گزرتی ہے مگر سواری کو وہ صرف سٹیشنوں پر ملتی ہے۔ گاڑی کی تلاش کے لیے وہ ان سٹیشنوں پر ہی جاتا ہے کہ وہ کسی دوسری جگہ پر نہیں ملتی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی حاضر مگر ملتے علمائے کرام اور اولیائے عظام کے وسیلے سے ہیں کہ یہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے سٹیشن ہیں۔

ابوجہل بھی دیکھتا تھا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پا سکا' تو اعتراض کرنے والے کیسے پا سکتے ہیں کہ وہ بھی مثل ابوجہل کے خدا کے نبی کی توہین کرنے والے ہیں۔ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کر کے خوش ہوتے ہیں اس لئے وہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پا سکتے ہیں۔

وسیلے کی تلاش میں '' وَابْتَغُوْا '' پر عمل ہمیشہ کے لیے ہے' حالانکہ احکام الٰہیہ صرف زندگی کے متعلق ہیں۔ وسیلہ انسان پیدائش کے وقت اس کی زندگی میں اور بوقت موت اور بعد الموت' قبر اور حشر میں ہر جگہ جاری ہے۔ پیدائش کے وقت اذان اور اقامت کے وسیلے کا محتاج جو اسکے کان سنتے ہیں' زندگی میں وہ ایمان کا محتاج' جو اس کو مومن بناتا ہے' موت کے وقت وہ حُسنِ خاتمہ کا محتاج' دفن کے بعد کامیاب ہونے کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا محتاج کہ جب تک وہ '' ھٰذا محمد رسول اللہ '' نہ کہے وہ پاس نہیں ہوتا۔ حشر میں بھی وہ وسیلے کا محتاج ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے بغیر نجات نہیں۔ ثابت ہوا کہ جو زندگی میں وسیلہ تلاش نہ کرے گا وہ کسی جگہ بھی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فیصلہ ہے

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى

﴿پ ۱۵ سورہ اسرائیل آیت نمبر ۷۲﴾

کہ جو دُنیا اندھا رہ کر آپ کی تلاش نہ کرے گا' وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا اور حضور نبی کریم ﷺ کو نہ پا سکے گا۔ قبر میں نکیرین کے سوالات "مَنْ رَّبُّكَ ' مَا دِيْنُكَ اور مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُل" ﴿مشکوٰۃ' باب اثبات عذاب القبر﴾ کا جواب صرف وہ دے گا جو دنیا میں "وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ" ﴿پ ۶ سورہ المائدہ آیت نمبر ۳۵﴾ پر کاربند رہا۔ جو دُنیا میں حضور ﷺ کے حاضر ناظر ہونے کا منکر ہے' وہ قبر میں اور حشر میں حاضر و ناظر کیسے پائے گا اور کیونکر اُن کی پہچان کرے گا۔

اس کے بعد وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿پ ۶ سورہ المائدہ آیت نمبر ۳۵﴾ کے فرمان الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ وسیلہ کی تلاش میں کوشش کرو کہ بغیر کوشش کے اس کا حصول نہیں۔ مرشدِ کامل کی تلاش میں سفر کرنا عین عبادت ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ' امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی تلاش میں پریشان پھرتے رہے حتیٰ کہ چار سو برس کی عمر ہوگئی جب کہیں جا کے بہت مشقت سے حضور نبی کریم ﷺ کو پایا۔ اس دوران کئی جگہ غلام بن کر بک گئے اور بہت محنت اور مشقت کرتے رہے' اس کے بعد گوہرِ نایاب ہاتھ آیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام رب کی تلاش میں طور پر پہنچے' کیونکہ گھر میں بیٹھے نہ پا سکتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ولی کی زیارت کے لیے اور حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات اور علم لدنی کا پتہ لگانے دریا کے کنارے تلاش میں نکلے اور قرآنِ کریم میں خدا تعالیٰ نے اس مچھلی کا ذکر بھی فرما دیا جو بھون کر حضرت موسیٰ علیہ السلام ساتھ لائے تھے' حضرت مگر خضر علیہ السلام کے مقام پر وہ زندہ ہو کر دریا میں راستہ بناتی ہوئی چلی گئی' وہاں حضرت خضر علیہ السلام سے موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی۔ یہ وسیلہ کی تلاش ہے' جس کا ثبوت قرآنِ کریم سے ملتا ہے' جو عملاً ایک نبی کلیم اللہ علیہ السلام نے کیا۔

"جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ" ﴿المائدہ: ۳۵﴾ پر عمل حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا تو کلیم اللہ بن گئے اور حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو

امام الانبیاء‘ خاتم الانبین ﷺ کے فیض سے یہ مقام ملا۔ اس کے بغیر جب وہ کامیاب نہ ہوسکتے تھے تو دوسرا کیسے کامیاب ہوسکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کامل کی تلاش میں ہر مقیم اور مسافر فقیر کی خدمت کا حکم ہے کہ شائد اس گروہ میں کوئی کامل مل جائے۔ اسی بنا پر مسافر خانے‘ خانقاہیں اور مساجد اللہ والوں کی تلاش کے سب جال ہیں۔ ”جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ“ ﴿المائدہ:۳۵﴾ میں مجاہد اور جہاد بالنفس سب شامل ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات کے حصول میں چالیس رات کا چلّہ کیا اور نبی آخر الزمان ﷺ نے اعلانِ نبوت کے حکم کے حصول میں ۶ ماہ تک غارِ حرا میں چلّہ کیا۔ ابدالِ اُمت چالیس ہیں ماں کے پیٹ میں نطفہ کا حال چالیس دن کے بعد بدلتا رہتا ہے‘ آدمی بھی چالیس برس کے بعد کامل العقل ہوتا ہے۔ اسی مناسبت سے چلہ ہے جو ”وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ“ ﴿المائدہ:۳۵﴾ میں ہے۔ جب انسان کی فطرت میں ”جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ“ کا ملکہ ہے تو اس کے منکر یقیناً جھوٹے اور جاہل مطلق ہیں۔

بخشش کہاں ہے صاحب قرآں تیرے بغیر
ملتی نہیں دولت ایماں تیرے بغیر
لاریب ہر بشر نے تسلیم کر لیا
اِنسان کبھی نہ بن سکا اِنسان تیرے بغیر

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ”اَعُوْذُ بِاللّٰہِ“ سے بارہ ہزار مسائل نکال سکتے ہیں کیونکہ اسمیں شیطان سے پناہ مانگنا‘ تمام کفریات اور گناہوں سے پناہ مانگنا ہے‘ جو لاکھوں کی تعداد میں ہیں‘ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ لہٰذا ایسی صورت میں جب تک حضور نبی کریم ﷺ کا وسیلہ نہ ہوگا‘ کفریات اور گناہوں سے پناہ حاصل نہیں ہوسکتی اور یہی تو ایک وسیلہ ہے جو شیطان کے شر سے محفوظ رکھ سکتا ہے اور جس کو خدا تعالیٰ نے ”قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ مِنْ شَرِّ

الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ‘‘ ﴿پ۳۰ سورۃ الناس﴾ میں واضح فرمادیا ہے کہ شرِ شیطان‘ خناس جنوں اور اِنسانوں دونوں سے ہے۔ اِس لئے اِس شر سے بچنے کے لئے توبہ کا حکم ہے اور توبہ کا در بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ ہے جسکے لئے ’’وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ‘‘ ﴿پ۵ سورۃ النساء آیت ۶۴﴾ کا فرمانِ الٰہی ایک زندہ ثبوت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ تب ملے گا‘ جب گنہگار حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے در کے لئے ’’جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ‘‘ ﴿المائدہ: ۳۵﴾ کا حکم مانے گا‘ ورنہ قیامت تک نہ اس کی بخشش ہوسکتی ہے‘ نہ اُس کا کوئی عمل وسیلہ بن سکتا ہے‘ نہ اُس پر خدا کی رحمت اور مغفرت ہوسکتی ہے جو مومن کے لئے ضروری ہے۔ ثابت ہوا کہ توبہ کا در چھوڑنے والا ناکام رہے گا‘ مگر توبہ کرنے کے لئے خدا کے مطابق حضور صاحب مقام وسیلہ صلی اللہ علیہ وسلم کے در کا وسیلہ پکڑے گا تو وہ خدا کی رحمت اور مغفرت سے کامیاب ہوگا‘ کیونکہ دوزخ کی آگ کسی پانی سے نہیں بجھ سکتی‘ مگر گنہگار کے آنسوؤں کے وسیلے سے ہی بجھ سکتی ہے‘ کیونکہ توبہ اس ہیرے کی طرح ہے جو کانچ اور شیشے کے بڑے دستوں کو بھی کاٹ ڈالتا ہے‘ توبہ اس سورج کی طرح ہے جو برف کے تودوں کے پہاڑوں کو ختم کردیتی ہے‘ کیونکہ خدا اسے ہرگز ذلیل نہ کرے گا‘ جو اپنے گناہوں پر روتا ہے۔

سمجھ دار کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے مگر نادان اور جاہل اور ہٹ دھرم کے لیے سارا قرآنِ کریم بھی پیش کیا جائے تو وہ نہ مانے گا۔ کاش! یہ لوگ اپنے گھر میں تالے کی چابی پر نظر کریں۔ یہ چابی دیکھنے میں لوہے کا ایک ٹکڑا ہے‘ مگر اس لوہے کے ٹکڑے کے ذریعہ گھر کے سارے مال واسباب وخزانہ کی حفاظت ہے‘ کہ جب وہ چابی مالک کے ہاتھ میں ہوگی تو ہر چیز چابی والے کے ہاتھ میں ہوگی اور جنت کی چابی

کلمہ طیبہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" ہے۔ جس طرح چابی میں دندانے ہوتے ہیں اسی طرح کلمہ طیبہ کے لیے چار دندانے ہیں۔ پاک زبان' پاک دل' پاک پیٹ' پاک جسم' اور یہ اس وقت تک پاک نہیں ہوتے جب تک نظر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُن پر نہ پڑے کہ پاک کرنے کے لئے خدا نے اپنا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم "يُزَكِّيهِمْ" ﴿البقرہ:۱۲۹﴾ کے مقام والا بنا کر بھیجا ہے۔ لہٰذا جب تک گنہگار پر تزکیہ کی نظر نہ پڑے گی' نہ اُس پر کرم ہوگا' نہ ہی وہ گنہگار پاک ہوگا' نہ اُس کی زبان' دل' پیٹ اور جسم پاک ہوگا۔ لہٰذا نبی پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے کے بغیر کوئی شخص کامیاب نہیں ہوسکتا' نہ اس کی نجات ممکن ہے' نہ اُس پر جہنم حرام ہوسکتی ہے اور نہ وہ جنت کا حق دار بن سکتا ہے کیونکہ اُس کا دل جب تک خدا کے محبوب کی گستاخی سے محفوظ ہوکر ذکر الٰہی میں مشغول نہ ہوگا' وہ کفر و شرک' حسد و بغض اور خیانت سے بچ نہیں سکتا' اور یہ اُسی وقت ممکن ہے جب دیوبندی' وہابی' نجدی لوگ اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کریں۔ اور حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور وسیلہ پر ایمان لاکر پہلے پاک ہوں ورنہ اُن کا کوئی عمل حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے اور نظر کرم کے بغیر مقبول بارگاہ ہوگا اور نہ وہ فلاح پاسکتے ہیں' کیونکہ اسکے بغیر نہ انہیں خشوع و خضوع حاصل ہوسکتا ہے نہ عاجزی سے دل بھر سکتا ہے نہ خدا کا فرمان اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿پ۱۹ سورۃ الشعراء آیت نمبر ۸۹﴾ ان پر وارد ہوسکتا ہے' نہ ان کا جسم گناہوں سے بقدرِ استطاعت بچ سکتا ہے۔

حدیث پاک میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں آدمی کے ساتھ وہ ہوگا جس کے ساتھ اسکی دُنیا میں محبت ہوگی۔ لہٰذا محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں رہنے والوں کو اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہزار سلاموں پر ایک ہی جواب عنائت فرمادیں تو ان تمام سلاموں کی اعلیٰ قیمت مل گئی' کیونکہ مقبول بارگاہ بندے نزع کی گھبراہٹ' قبر کی وحشت' قیامت کے ہولناک منظر' حساب و کتاب کی

بے چینی اور حکم الٰہی کی گھبراہٹ' میزان کی مصیبت' پُل صراط کی آفت سے اسکے طفیل محفوظ ہو جاتے ہیں' حضور ﷺ کا وسیلہ ہی ان تمام کا کامل علاج ہے۔ اس دن ساری مخلوق گھبرا جائے گی' سوائے خاص اولیاء اللہ کے کہ خدا نے ان کے لئے اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿پ۱۱ سورۂ یونس آیت نمبر ۶۲﴾ کا اعلان خود فرما دیا ہے۔ اس لئے اُن کے لئے یہ مقام اور اوقات خوشی کے ہوں گے کہ مرتے وقت فرشتوں کا سلام اور خوشخبری اور قبر میں دیدارِ مصطفیٰ ﷺ کی نویدِ جاں افزاء۔ حشر میں سایہ عرش۔ پُل صراط پر حضور ﷺ کی ''رب سلِّم سلِّم'' کی پیاری صدا۔ اس لئے اُن کو غم کس بات کا ہوگا' کیونکہ وہ محبوبِ خدا ﷺ کے منظورِ نظر اور قربت والے ہیں کہ حضور ﷺ کے حکم پر ساری عمر اللہ اللہ اور خدمت خلق میں گزار دی اور خدا کے نبی کا وہ فرمان ان پر پورا ہو جاتا ہے جو ذیل میں ہے۔

کسی شخص نے حضور سرورِ کائنات' فخر موجودات ﷺ کی زیارت خواب میں کی تو حضور ﷺ سے سوال کیا کہ اس مومن کی جان کیسے نکلتی ہے جو حضور ﷺ کا منظور نظر ہے؟ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کی جان ایسی آسانی سے نکلتی ہے جیسے آٹے سے بال۔ تب عرض گزار ہوئے کہ قرآن کریم میں تو سختی کا ذکر ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ ۝ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝ وَقِيْلَ مَنْ ٚ رَاقٍ ۝ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ نِ الْمَسَاقُ ۝ ﴿پ۲۹ سورۂ القیمۃ آیت نمبر ۲۴ تا ۳۰﴾

ترجمہ: اور کچھ منہ اس دن بگڑے ہوں گے۔ سمجھتے ہونگے کہ اُنکے ساتھ وہ ہوگا جو کمر توڑ دے' ہاں ہاں جب جان گلے کو پہنچے گی اور کہیں گے کہ ہے کوئی جھاڑ پھونک کرے اور وہ سمجھ لے گا کہ یہ جُدائی کی گھڑی ہے۔ اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔ اس دن تیرے رب کی طرف ہانکنا ہے۔

ان آیات کے اندر موت کے ہولناک منظر کا بیان ہے کہ مرتے وقت تمام جسم سے روح کھینچ کر جان نکالی جاتی ہے' جو پاؤں کے ناخنوں سے پہلے نکلتی ہے۔ مرنے والا اگر غافل تو سمجھتا ہے کہ موت گھر والوں سے چھوٹنے کا ذریعہ ہے' مگر عاقل کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کا ذریعہ ہے' اسی لئے اس کو عُرس یا شادی کا دن کہتے ہیں۔

چنانچہ سائل نے عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت پاک کی مطابقت کون سی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "سورۂ یوسف" میں اسکی مطابقت ہے کہ جیسے مصری عورتوں نے جمالِ یوسفی میں محو ہو کر اپنے ہاتھوں کے کٹنے کی شدت محسوس نہ کی' مومن کی جان بھی ایسی بے خبری سے نکالی جائے گی' جیسے خمیرے آٹے سے بال کا نکالنا۔ جیسا کہ آیت میں بیان ہے۔ فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ٘ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًاؕ-اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِیْمٌ ○ ﴿پ۱۲ سورۂ یوسف آیت نمبر۳۱﴾ کہ جمالِ یوسفی میں محو عورتوں نے بجائے پھل کاٹنے کے خود ہی اپنے ہاتھ کاٹ لئے' خون بہہ نکلا' درد ہوا' مگر جمال میں ایسی وارفتہ کہ نہ ہائے کی' نہ روئیں' یہی حال جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مومن کا ہوگا کہ ملک الموت جان کھینچ کر نکال رہا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال میں اُمتی کی جان نکل گئی اور اسے درد تک محسوس نہ ہوا۔ قرآنِ پاک نے شدت بیان کر دی اور حدیث پاک میں حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے احساس کی نفی بیان فرمادی۔ ثابت ہوا کہ نزع کے وقت' قبر میں' حشر میں ہر جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی وسیلہ ہوں گے تو نجات ہوگی' جنت میں مقام حاصل ہوگا' اُن کے بغیر دوزخ کا مقام۔

اللہ تعالیٰ نے تو قرآنِ کریم "مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِیْهِمْ" کا اعلان فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے کا بیان فرمادیا کہ دنیا میں گمراہوں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت ہیں کہ وہ اس عذاب سے بچے ہوئے ہیں جو ان کفار پر آیا تھا جو سابقہ نبیوں کے نافرمان تھے۔ لہٰذا وسیلے کے منکر خدا کی رحمت کے ناشکرے ہیں۔

ثابت ہوا کہ دُنیا اور آخرت میں نجات اور عذاب سے چھٹکارا حضور نبی پاک ﷺ کا وسیلہ ہی ہے کہ اعمال بھی اِس وسیلے کے بغیر مقبول نہ ہوں گے۔ عبادات میں بھی حضور ﷺ کا وسیلہ ہی کام آتا ہے' جیسا کہ بیان ہے......

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔

﴿پ۱۰ سورۃ التوبہ آیت نمبر۶۲﴾

ترجمہ:- اور اللہ اور اُس کے رسول کا حق زیادہ تھا کہ اسکو راضی کرتے' اگر ایمان رکھتے تھے۔

اس آیت میں بیان ہوا ہے کہ عبادات میں اللہ کے ساتھ حضور ﷺ کو راضی کرنے کی نیت کرنی شرک نہیں' بلکہ ایمان کا کمال ہے کہ اس سے عبادت کا ثواب زیادہ ہے کہ اس میں حضور ﷺ کی رضا شامل ہے۔ جیسے حضور ﷺ کے لئے قربانی کرنا' حج کرنا کہ حضور ﷺ راضی ہوں۔

فیض جاری تیرا تا قیامت رہے
سارے نبیوں پہ قائم امامت رہے
تیری محبوب چوکھٹ سلامت رہے
سب پہ رحمت لٹانا تیرا کام ہے
ذکر تیرا سنانا میرا کام ہے
میری بگڑی بنانا تیرا کام ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد طلب کرنے کے لئے بندگانِ خدا سے مدد طلب کرنا سنت قرار دیا ہے۔ جن کا عقیدہ ہے کہ رب کے سوائے نہ کوئی ولی ہے' نہ مددگار' وہ منکر فرمانِ خدا اور گمراہ ہیں۔

شعائر اللہ کی تعظیم کے منکر نہ صرف وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى

الْغُلُوْبِ ﴿پ ۱۷ سورۃ الحج آیت نمبر ۳۲﴾ کے منکر ہیں بلکہ وہ متعدد آیاتِ قرآن کریم کے منکر ہیں۔ چنانچہ اُن کے ایسے باطل عقائد کا اعلان کرنا' ہر مومن کا فرض ہے' تاکہ اُن کی بد باطنی کا اِظہار کھلم کھلا ہو اور عوام اُن کے فریب اور مکر و جعل سازی سے بچ سکیں۔ جب ولید بن مغیرہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہا تو اللہ تعالیٰ نے اسکے دس عیوب بیان کر کے اعلان فرما دیا کہ گمراہ لوگوں کے عیوب اور عقائد باطلہ کا اظہار سنت خدا تعالیٰ ہے اور یہی نہیں بلکہ "عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ" ﴿پ ۲۹ سورۃ القلم آیت نمبر ۱۳﴾ کا کھلم کھلا اعلان اِس بات کی دلیل ہے کہ جس طرح ولید بن مغیرہ کو خدا نے حرامی قرار دیا اور بتا دیا کہ وہ اپنے باپ کی نسل سے نہیں بلکہ برائی اور بے حیائی کا مجسم نمونہ ہے' اُس کی فطرت میں برائی اور حرام کاری کی مرض ہے۔ خدا کے نبیوں اور ولیوں کی توہین کرنے والے اور اُن کی تعظیم جو خدا نے شعائر اللہ کی آیات میں بیان کی ہے' اُن کے منکر بھی اس سے کم نہیں۔ ملاحظہ کریں آیاتِ کریم اور اسکے بعد احادیث پاک۔ کیونکہ اِس کا ثبوت کتاب و سنت کی روشنی میں بیان ہو رہا ہے اور باعث ہدایت ہے۔

-•●•❖•●•-

یوں تو سارے نبی محترم ہیں مگر سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا بات ہے
رحمت دو جہاں آپ کی ذات ہے' اے حبیبِ خدا تیری کیا بات ہے

اُمت کے اولیاء ادب میں ہیں دم بخود
یہ بارگاہِ سرورِ دین ہے سنبھل کے آ

زندگی آ گئی' رونقیں آ گئیں' بزمِ عالم میں کیف و سرور آ گیا
آمنہ رضی اللہ عنہا کے مقدر پہ قربان ہوں گود میں جن کی خالق کا نور آ گیا
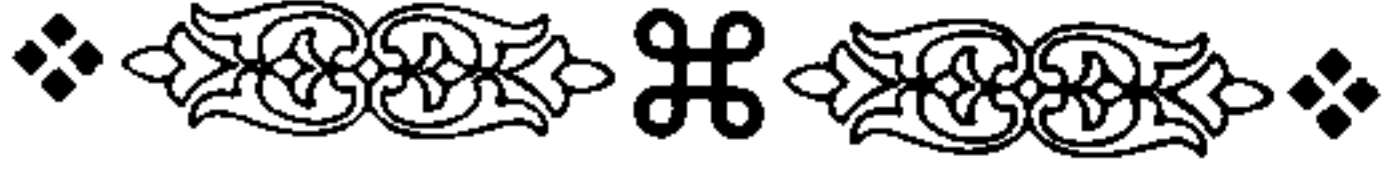
-•●•❖•●•-

امدادواستعانت کا ثبوت

امداد واستعانت کا ثبوت

قرآن کریم کی روشنی میں

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ

(پ ۲۶ سورۂ محمد آیت نمبر ۷)

ترجمہ: اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے اس کے دین میں تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا۔

اِس آیت میں بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی رُو سے اللہ کے نیک بندوں سے مدد لینا عین دین ہے' کیونکہ شرک ہرگز نہیں رب غنی ہو کر اپنے بندوں سے مدد مانگ رہا ہے۔ اِس لئے دین کی مدد کے لئے استمداد سنت اللہ ہے' کیونکہ اللہ کی مدد سے مراد اللہ' رسول اور اس کے دین کی مدد ہے۔ مسلمانوں کو کامیابی میں مدد دینا' انکے لئے مدد کا ہاتھ بڑھانا' اللہ کی مدد ہے۔ اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ اس پر عمل کرنے والوں کی مدد فرماتا ہے۔ ایسے واضح فرمان کا انکار کرنے والے اور اس فرمان کی موجودگی میں مدد حاصل کرنے کو شرک قرار دینے والے یقیناً گمراہ ہیں۔

ثابت ہوا کہ مومن وہی ہیں جو خدا کے فرمان کو مانیں اور حق پر مدد کرنے اور مدد لینے کو دین سمجھیں اور اسکے برخلاف اسکا انکار کرنے والے ایماندار نہیں۔ لہٰذا انبیاء اولیاء سے مدد حاصل کرنا اور اپنی عاقبت سنوارنے کے لیے انکی صحبت اختیار کرنا خدا کے فرمان پر عمل اور عین دین اور شعائر اللہ کی تعظیم میں داخل ہے۔ مگر اسکے برخلاف

عقیدہ سراسر باطل اور گمراہی ہے کہ اُنکی مدد فرمانِ الٰہی کی رو سے خدا کی مدد ہے۔

-◆●◆❖◆●◆-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ ﴿پ ۲۸ سورۃ الصف آیت نمبر ۱۴﴾

ترجمہ:- اے ایمان والو اللہ کے دین کے مددگار ہو جاؤ جیسے عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کہ کون ہیں جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کریں حواری بولے کہ ہم دین خدا کے مددگار ہیں۔ تو بنی اسرائیل سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا۔

اس آیت میں بیان ہے کہ انبیاء اور اولیاء سے مدد طلب کرنا اسی طرح سنت ہے جس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے کفار کے خلاف جہاد میں مدد طلب فرمائی تھی اور حضرت عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے مدد طلب فرمائی تھی جو ان پر ایمان لائے اور انکے صحابی تھے۔ اس میں غیر اللہ سے مدد کا ثبوت خدا نے خود دیا ہے جو اس آیت میں بیان ہوا ہے۔ اگر غیر اللہ سے مدد لینا حرام ہوتا تو یہ دونوں انبیاء کا مدد لینا شرک کی تعلیم ہوتا۔

مگر دونوں خدا کے رسول اور بھیجے ہوئے ہیں اور شرک کو مٹانے آئے ہیں۔ یہ اللہ کے پیارے ہیں' ان کی مدد درحقیقت اللہ کے دین کی مدد ہے کہ حواریوں نے کہا تھا۔

"نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ" مگر مدد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تھی۔ اللہ کی دی ہوئی طاقت سے تھی۔ کہ آیت کے آخر میں فرمان ہے۔ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ؏ ﴿پ ۲۸ سورۃ الصف آیت نمبر ۱۴﴾

ترجمہ: تو ہم نے ایمان والوں کو اُنکے دشمنوں پر مدد دی تو وہ غالب ہو گئے۔

اس مدد کو بیان کر کے واضح فرما دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد عیسائیوں کے تین گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا ہیں۔ دوسرے نے کہا خدا کے بیٹے ہیں۔ تیسرے گروہ نے حق کو نہ چھوڑا اور یہ عقیدہ رکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ پہلے دونوں فرقے کافر ہو گئے اور تیسرا گروہ مومن رہا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر اس تیسرے مومن گروہ کی مدد کی جو باقی پر غالب آ گیا کہ وہ دشمنِ اسلام تھے۔

اس آیت کے بیان سے خدا تعالیٰ کا اعلان ہے کہ مصیبت کے وقت راہ خدا میں مدد مانگنا عین دین ہے' کیونکہ یہ سنت انبیاء کرام ہے' جس کا اِنکار صریح کفر اور حق سے رُوگردانی ہے' کیونکہ انسان حق کی امداد کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور اس کے برخلاف عقیدہ غلط ہے کہ یہ عوام کو دھوکا دینے والا اور حق سے روگردانی کرنے والا ہے اور شرک کا کام یہ عوام کو دھوکا دہی اور فریب کاری میں مبتلا کرنا ہے بلکہ انبیاء اور اولیاء سے نفرت کا اِظہار اور سراسر گستاخی کا اِرتکاب ہے کیونکہ یہ سنت خدا اور رسول کے خلاف عقیدہ ہے اور اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ﴿سورۃ الفاتحہ:۴﴾ پر عمل ہے کہ نبیوں نے مدد مانگ کر در حقیقت خدا سے مدد چاہی تھی' جس نے اُمت کو حکم دیا کہ وہ نبیوں کی مدد کریں' کیونکہ اسکا قانون ہے کہ وسیلے سے مدد کرتا ہے۔ جو لوگ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ﴿پ ا سورۃ الفاتحہ ۴﴾ کے خلاف کہتے ہیں وہ فرمان خدا کی تکذیب کرتے ہیں اس لئے خود گمراہ ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں کہ اللہ کے مقابل مدد ڈھونڈنا شرک ہے۔

-•●•❖•●•-

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿❖ پارہ نمبر ۳ رسورۂ ال عمران' آیت نمبر ۸۱ ❖﴾

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا' جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں' پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو ضرور بالضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور بالضرور اسکی مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر بڑا بھاری ذمہ لیا۔ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

اس آیت میں بیان ہوا ہے کہ روز میثاق تمام انبیاء کرام حضرت آدم علیہ السلام تا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ عہد لیا گیا' اور اسی عہد ۔۔کے ذریعہ سے اُنکی اُمتوں سے بھی عہد ہو گیا کہ اُمت نبی کے تابع ہوتی ہے اور اس عہد کی رُو سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب کے نبی ہیں اس لیے سارے اگلے پچھلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہیں۔ یہ عہد صرف حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی لیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب کے مصدق ہیں کہ سب سے آخری نبی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنا اور تاکید کے ساتھ فرمایا کہ مدد کرنا تو اِس سے یہ واضح ہو گیا کہ بعد وفات بھی انبیاء اور صالحین مدد کرتے ہیں' کیونکہ خدا کو معلوم تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جملہ حضرات انبیاء علیہم السلام وفات پا چکے ہوں گے۔ اس لئے بعد وفات انبیاء اور اولیاء کی طرف سے مدد کرنے کا ثبوت خود خدا تعالیٰ نے بیان فرما دیا ہے' لہٰذا اسکو شرک کہنے والے خود یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ منکر قرآن' منکر فرمانِ الٰہی اور گمراہ ہیں۔ یہ دین اسلام کے منکر ہیں کہ خدا تعالیٰ نے سابقہ نبیوں سے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے کا عہد لیکر ان

گمراہوں کا منہ بند کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر وہ باز نہ آئیں تو دین اسلام کے دعویدار ثابت نہیں ہو سکتے۔ ان کو توبہ کرنی چاہیے کہ یہ مدد اللہ کے حکم کے موافق ہے، مگر اللہ کے مقابل مدد نہیں۔

-•●•❖•●•-

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ○

﴿پ ا سورۃ البقرہ آیت نمبر ۴۵﴾

ترجمہ: اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد چاہو، اور بیشک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان پر نہیں جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں۔

اس آیت میں صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرنے کا حکم خدا صاف بتاتا ہے کہ صبر اور نماز غیر اللہ ہیں خدا نہیں، مگر اس پر عمل عین دین ہے کہ خدا کے حکم کی تعمیل ہے۔ اسکو شرک کہنے والے یقیناً گمراہ ہیں کہ منکر قرآن اور منکر فرمان الٰہی ہیں کہ اللہ کے مقابل مددگار نہیں ہے۔ اللہ جس کو چاہے مددگار بنادے

-•●•❖•●•-

قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ○ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ○

﴿پ ۱۶ سورۃ الکہف آیت نمبر ۹۴، ۹۵﴾

ترجمہ: انہوں نے کہا ہے، اے ذوالقرنین! بیشک یاجوج ماجوج زمین میں فساد مچاتے ہیں، تو کیا ہم آپ کے لئے کچھ مال مقرر کردیں اس پر کہ آپ ہم میں اور ان میں ایک دیوار بنادیں۔ کہا وہ جس پر میرے رب نے قابو دیا ہے بہتر ہے۔ لہٰذا تم میری مدد طاقت سے کرو کہ میں تم میں اور ان میں ایک مضبوط آڑ بنادوں۔

ان آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹوں سام۔ حام۔ یافث تینوں کی اولاد کا ذکر ہے۔ یافث بن نوح کی اولاد بہت قد آور شرا نگیز اور فسادی تھے۔ کھیت اور باغات اُجاڑتے' سانپ بچھو کھا جاتے تھے بلکہ درندوں اور انسانوں تک کو کھا جاتے تھے۔ یہ بدفطرت تھے۔ ان میں لمبے آدمی کا قد ایک سو بیس گز تھا۔ انکے جسم بالوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ زمین کے شمال میں جہاں اِنسانی آبادی ختم ہوتی ہے وہاں دو بڑے پہاڑ تھے جن کے اس طرف تو یہ یاجوج ماجوج آباد تھی۔ یہ لوگ دو پہاڑوں کے پیچھے راستہ سے دوسری طرف کے لوگوں پر حملہ آور ہوتے' انکو قتل کرتے اور لوٹ مار مچاتے اور یہ جگہ ترکستان کے مشرق میں واقع تھی (روح البیان)۔ یہ عجیب بولی بولتے تھے جسکو ذوالقرنین سمجھتا تھا کہ خدا نے ان کو زبانوں کا علم بخشا تھا۔ ان سے تنگ آ کر دوسری طرف کے لوگوں نے جو حضرت نوح علیہ السلام کے دوسرے بیٹوں کی اولاد تھے' ذوالقرنین بادشاہ سے کہا کہ ہم مال مہیا کرتے ہیں' آپ ایک دیوار بنا دیں جس سے یاجوج ماجوج ادھر نہ آسکیں تا کہ ہم امن میں ہو جائیں۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت مال دیا ہے' اس لئے مجھے مال کی حاجت نہیں' صرف یہ کام کرو کہ تم جسمانی مدد کرو اور کام کرو' مال ہم خرچ کریں گے۔

لہٰذا ان آیات میں بندوں سے مدد لینے کا سوال کر کے ذوالقرنین نے شرک نہیں کیا تھا۔ بلکہ اللہ کے بندوں کی مدد کے لئے کیا تھا تا کہ وہ امن میں ہو جائیں اور برائی سے بچیں۔ ثابت ہوا کہ بندوں سے مدد مانگنا جائز ہے اور یہ بہت پرانا سلسلہ ہے۔ یہ "اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" ﴿الفاتحہ:۴﴾ کے خلاف نہیں کیونکہ اللہ کے مقابل ہو کر مدد نہیں چاہی' جو شرک ہے' بلکہ اس کے حکم کے مطابق چاہی جو عین دین ہے' اسلئے ایسی مدد کو شرک کہنے والے ذوالقرنین کو مشرک گردان کر خود اپنی بے دینی کا اظہار کرتے ہیں۔ لہٰذا ہر مدد جو خدا کے حکم کے مطابق حاصل کی جائے دین اور اسلام ہے۔ ورنہ

اس کے بغیر دُنیا میں امن قائم نہ ہو سکے اور کفر کا غلبہ ہو جائے جو گمراہ چاہتے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

﴿پ ۱۰ سورۃ انفال آیت نمبر ۶۴﴾

ترجمہ:- اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) تمہیں اللہ کافی ہے اور یہ جو تیرے تابع ہوئے مومن مسلمان بندے کافی ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ مخلوق پر اعتماد کرنا رب پر توکل کے خلاف نہیں کیونکہ فرمایا گیا ہے کہ تمہیں اللہ اور یہ مومن لوگ کافی ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اللہ اور رسول بھلا کرے عین دین ہے، شرک ہرگز نہیں۔ یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے پر نازل ہوئی کہ ان کے ایمان لانے پر دین اسلام کو غلبہ ہوا، جو عین دین ہے۔ اِس کو شرک کہتے والے دین اِسلام سے منہ موڑ کر کفر کے غلبہ کا پرچار کرتے ہیں۔ بلکہ اِس آیت کا اِنکار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے واقعہ اِسلام لانے کا اِنکار ہے، جو سراسر بے دینی اور گمراہی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اِیمان لانے سے جس قدر دین اِسلام کو مدد اور تقویت ملی وہ دین حق کی مدد اور عین اِسلام تھا۔

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ○ ﴿پ ۲۸ سورۃ التحریم آیت نمبر ۴﴾

ترجمہ:- اور اگر ان پر زور باندھو تو بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل (علیہ السلام) اور نیک ایمان والے لوگ اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

اِس آیت سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سارے بندے مددگار ہیں، جس میں اللہ کے حکم سے حضرت جبریل علیہ السلام اور نیک مسلمان اور سارے فرشتے بھی مددگار

ہیں۔ کہ خدا کے نبی کی بیویوں سے کہا گیا ہے کہ اگر تم نے ہمارے نبی کی خدمت مددنہ
کی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ سارے مددگار ہیں' اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے
ایسے مددگار ہیں جیسے بادشاہ رعایا کا مددگار اور مومن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے مددگار ہیں
جیسے خُدام اور سپاہی بادشاہ کے مددگار ہوتے ہیں' مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی بندے کے
حاجت مند نہیں کہ خدا کا اعلان ہے "اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ" ﴿پ۲۶ سورۃ
محمد آیت نمبر ۷﴾ اور یہ کہ فرشتوں کو نیک کہہ کر ان کو معاون قرار دیا ہے اور جہاں پر غیر
اللہ کی مدد کی نفی ہوتی ہے وہاں خدا کی ذاتی مدد کا ذکر ہوتا ہے۔ اس بنا پر آیت میں بیان
کردہ تمام مددگار برحق ہیں' ان کی مدد شرک نہیں۔

بے یارو مددگار جنہیں کوئی نہ پوچھے
ایسوں کا تمہیں یارو مددگار بنایا

-•●•❖•●•-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا
يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ۝ ﴿پ۲۸ سورۃ الممتحنہ آیت نمبر ۱۳﴾

ترجمہ:- اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہے۔
وہ آخرت سے آس توڑ بیٹھے ہیں جیسے کافر قبر والوں سے آس توڑ بیٹھے ہیں۔

اِس آیت میں بیان ہوا ہے کہ کفار سے دوستی نہ کرو۔ ان میں یہود بھی ہیں جن پر
بارہا دُنیا میں اللہ کا غضب آیا ہے جیسا کہ ان میں بعض لوگ سؤر اور بعض بندر بنائے
گئے۔ وہ آخرت سے مایوس ہیں اس لئے کہ انکو حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت
تورات سے معلوم ہے پھر بھی اِنکار کرتے ہیں۔ لہٰذا اپنے عقیدے کی رُو سے خود کافر
اور آخرت کے ثواب سے محروم ہیں۔ لہٰذا ان کی نا اُمیدی بتاتی ہے کہ حقانیت کے
ظاہر ہوجانے کے بعد اِسلام نہ لانے سے وہ رب کی رحمتوں سے محروم ہوگئے ہیں'

جیسے کافر اہل قبور کے سننے سے مایوس ہیں' ان کی مدد سے مایوس ہیں کہ وہ اب کچھ نہیں کر سکتے کیونکہ یہ ان کا عقیدہ ہے۔ مگر مومن کا عقیدہ ہے کہ خدا کے مقبول بندے قبروں میں جا کر بھی مدد کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی برکت سے اہل اسلام کو ایمان کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبر میں جا کر بھی مدد کی اور شب معراج پچاس نمازوں کی پانچ کرانے میں مدد کی۔ اس کے باوجود دیوبندی' وہابی' نجدی عقائدِ باطلہ میں یہ ہے کہ قبروں والے کچھ نہیں کر سکتے' اس لئے وہ اس عقیدے کی بنا پر ایمان سے محروم ہیں' کیونکہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم پر جب ان کا یہ ایمان ہی نہیں کہ وہ مدد کر سکیں تو دولت ایمان کیسے عطا ہو گی۔ لہٰذا ان کا کلمہ طیبہ پر ایمان کا دعویٰ محض فریب اور جعلسازی ہے کہ جس زبان سے وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھتے ہیں اُسی سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام رسمی طور پر لیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول مان کر ہدایت کا منبع اور مددگار نہیں مانتے۔ اِسی طرح سے اولیاء اللہ کی مدد کے بھی قائل نہیں' چاہے قبر کے باہر ہوں یا قبر کے اندر اور یہ واضح ہو چکا ہے کہ بعد وفات مدد کرنے کا فرمان سابقہ نبیوں کو اس لئے ہوا تھا اور "لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ" ﴿پ ۳ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۸۱﴾ کا حکم اِس لئے ہوا تھا کہ وہ مدد کرنے والے ہیں کیونکہ خدا کو علم تھا کہ یہ لوگ حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قبروں میں ہوں گے مگر مدد کریں گے۔ ثابت ہوا کہ جو لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مایوس ہیں ان کی نجات بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم "مزکی" ہیں' پاک کرنے میں مددگار ہیں' توحید پر ایمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ناممکن ہے۔ اس لئے خدا تک رسائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ناممکن ہے۔ کیونکہ ان کی مدد کے بغیر نہ خدا کی واحدنیت پر ایمان ہو سکتا ہے' نہ عالم برزخ پر' نہ آخرت پر اور نہ جنت اور دوزخ پر۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ○ هٰرُوْنَ اَخِي ○ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ○ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ○ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ○ ﴿پ ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۲۹ تا ۳۳﴾

ترجمہ:- اور میرے لئے میرے گھر والوں میں سے ایک وزیر کر دے۔ وہ کون ؟ وہ میرا بھائی ہارون ہے' اُس سے میری کمر مضبوط کر اور اُسے میرے کام میں شریک کر کہ ہم بکثرت تیری تسبیح کریں۔

اِن آیات کے بیان سے ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد سے حضرت ہارون علیہ السلام کو نبوت ملی اور وہ وزیر بنے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے ماسوا سے قوت حاصل کرنی اور مدد لینی توکل کے خلاف نہیں' نہ توحید کے منافی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی کا سہارا اور اسکی مدد مانگنا اور اسکے لئے دُعا کرنا خدا نے شرک قرار نہیں دیا کہ میرے سوائے دوسرے کی مدد کیوں مانگی۔ کیا میں تمہاری مدد کرنے کے لئے کافی نہیں۔ جب ایک نبی کا یہ عمل خدا نے قبول کر کے حضرت ہارون علیہ السلام کو نبی بنا دیا' اس کو نبوت اور پیغمبری دے کر خود اعلان کر دیا کہ بندوں کا سہارا لینا' اُنکی مدد سے دین کی خدمت کرنا اور اس اہم فریضہ کے لئے درخواست کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ یہ تمام غیر اللہ کی مدد کا ثبوت ہے' جو خدا نے ان آیات میں بیان کر کے گمراہوں کے باطل عقائد کو کفر قرار دیا ہے کیونکہ وہ اس کے منکر ہیں اس لئے کفر کے مرتکب ہیں۔ مگر کسی صورت میں شرک نہیں کہ قرآن کریم کی تعلیم شرک کو مٹاتی ہے نہ کہ شرک سکھاتی ہے۔ ثابت ہوا کہ وہابی' نجدی عقیدہ نبیوں کو شرک کرنا ثابت کرتا ہے جب کہ سب سے بڑے کفر کے مرتکب یہی لوگ ہیں۔ اسکو چھپانے کے لئے وہ توحید کا دعویٰ کر کے عوام کو فریب دیتے ہیں۔

صداقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

وَاِنْ یُّرِیْدُوْٓا اَنْ یَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِیْٓ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿پ۱۰ سورۃ الانفال آیت نمبر۶۲﴾

ترجمہ: اور اگر وہ تمہیں فریب دیا چاہیں تو بیشک اللہ تمہیں کافی ہے۔ وہی ہے جس نے تمہیں زور دیا اپنی مدد کا اور مسلمانوں کا۔

اس آیت میں بیان ہے کہ اگر کفار فریب دینے کے لئے صلح کی پیش کش کریں تو اللہ انکے فریب سے بچائے گا۔ بدر میں اللہ کی مدد فرشتوں کے ذریعے سے آئی اور مسلمانوں کی طرف سے مدد مہاجرین وانصار کے ذریعہ سے پہنچی۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ کے بندوں کی مدد عین دین ہے' بلکہ سنت انبیاء ہے' شرک ہرگز نہیں اور ایسی مدد ''اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ'' کے خلاف نہیں بلکہ اسکے حکم کے موافق ہے اور اللہ کے مخالف نہیں جو شرک ہو سکے' اور یہ کہ مسلمان بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کا ایک ذریعہ ہے۔ اگر مومن اور مسلمان کی مدد کو شرک قرار دیا جائے تو دین اسلام کی مدد اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے والے بھی مشرک قرار پائیں گے۔ تب اسلام کس چیز کا نام ہوگا اور کہاں نظر آئے گا جب مدد کے بغیر اسکا وجود ہی نہ رہے گا۔ دُنیا کے اندر خدا کی مدد لئے وسیلہ اس کا قانون ہے اور انکار کرنے والے وسیلہ کے منکر ہیں۔ لہٰذا حضور صاحب وسیلہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ کا انکار کفر ہے' جو دین کو مٹانے کی کوشش ہے۔ لہٰذا اس قدر آیات کا انکار کرنے والے جس دین کے دعویدار ہیں وہ اسلام نہیں' بلکہ کفر ہے۔ اسی بنا پر وہ نبیوں اور ولیوں کے گستاخ اور توہین کے مرتکب ہیں۔

مطلوبِ دو عالم بھی ہیں' محبوبِ خدا بھی
اک ذات میں اُن کی ہمیں کیا کیا نظر آیا

احادیث مبارکہ سے امداد واستعانت کا ثبوت

-•●•❖•●•-

آیات کے بیان کے بعد احادیث پاک سے امداد واستقامت کا ثبوت کہ یہ عین اسلام اور دین متین ہے شرک نہیں ہے ”صحیح مسلم کتاب الفضائل“ میں ہے۔

”عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْاَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ“

ترجمہ:۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں معراج کی شب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا جو سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

اِس حدیث پاک سے معلوم ہو گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بعد وصال اپنی قبر میں بھی نماز قائم کیے ہوئے تھے اور اپنے اعمالِ صالحہ سے غافل نہ تھے۔ لہٰذا جو اپنے اعمال سے غافل نہ ہو وہ اپنی نبوت اور ولایت سے بھی غافل نہیں ہوتا۔ ثابت ہوا کہ جو انبیاء اور اولیاء کا مقامِ نبوت وولایت قبر میں بھی بدستور قائم رہتا ہے۔ اور فنا نہیں ہو سکتا' نہ ختم ہو سکتا ہے۔ جب مقام نبوت وولایت قائم ہے تو انکی امداد بھی قائم رہتی ہے جو خدا کے فرمان کے مطابق ہوتی ہے۔ اِس لئے جو امداد عند اللہ مقرر ہے' وہ شرک نہیں ہو سکتی' اسکو شرک قرار دینا انبیاء اور اولیاء کی توہین ہے اور یہ سراسر گمراہی ہے۔

-•●•❖•●•-

بخاری شریف ۱۸۳/۱ اور ترمذی شریف کے ۱۲۷/۱ میں بیان ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر میں پہچاننے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد پا کر جنت کا مقام پالیتا ہے۔ جیسا

کے بیان ہے......

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِهٖ وَتَوَلّٰی عَنْهُ اَصْحَابُهٗ اِنَّهٗ یَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ اَتَاهُ مَلَکَانِ فَیُقْعِدَانِهٖ فَیَقُوْلَانِ مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَیَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنَّهٗ عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ۔ ﴿مشکوٰۃ مترجم ج ۱:۴۴﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حدیث بیان کی ہے کہ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے دوست اُس سے منہ پھیرتے ہیں تو اسکے جوتوں کی آواز صاحب قبر سنتا ہے' اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں تو اس کو بٹھاتے ہیں' اُسے کہتے ہیں کہ اس شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو کیا کہتا تھا۔ مومن کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ جس پر فرشتے کہتے ہیں (جو ترمذی شریف میں بیان ہے کہ اس کو دونوں فرشتے کہتے ہیں) کہ تو دلہن کی نیند کی طرح سو جا۔

معلوم ہو گیا کہ قبر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچاننے والا عذاب سے بچ کر دلہن کی نینداس لئے سو جاتا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کو پالیتا ہے کہ یہ سارا فیض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ مومن دُنیا میں اور اسکے بعد قبر میں آرام پالیتا ہے۔ اسکو سکون میسر آجاتا ہے کہ دُنیا میں دولتِ ایمان اور قبر میں جنت کا مقام اُس کا مقدر ہے۔

-•●•❖•●•-

مستدرک ۲/۶۱۵ میں حدیث اسناد کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جب آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی کہ دانہ چکھ لیا اور جنت سے دُنیا میں منتقل ہو گئے تو انہوں نے تین سو سال رونے کے بعد التجا کی کہ اے رب! میں سوال کرتا ہے' تیرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے بخش سے' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اے آدم (علیہ السلام) تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیسے جانتا ہے حالانکہ میں نے اسے دنیا میں پیدا ہی نہیں کیا۔ عرض کی: اے میرے رب! جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو عرش کی چوکھٹ پر "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" لکھا ہوا دیکھا۔ اس میں تیرے محبوب کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیکھا تو معلوم ہو گیا ساری مخلوق سے زیادہ یہ نام تجھے پسند ہے زیادہ محبوب ہے اس لئے اس نام کی طفیل دعا مانگتا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا کہ بیشک یہ نام میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہے۔ اس کے طفیل دعا مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں اسے بخش دیتا ہوں۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا۔ اس حدیث کی اسناد دُرست ہیں۔

اِس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم علیہ السلام کی غائبانہ امداد فرما کر وسیلے کی اہمیت کو اُجاگر فرمایا ہے۔ اگر امداد فرمانا شرک ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام کی بخشش نہ ہوتی۔ لہٰذا گمراہ لوگوں کے لئے باعث عبرت ہے جو امداد کو شرک کہتے ہیں۔ انکے عقیدے کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد انکے لئے ناممکن ہے لہٰذا نجات بھی ناممکن ہے۔

-•●•❖•●•-

"خصائص کبریٰ ۲/۲۶۰" میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے مجھ پر ایک دفعہ دُرود پڑھا اللہ عزوجل اُس کی سو حاجتیں پوری فرماتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اِس بات کی دلیل ہے کہ مدد کرنا اور استعانت فرمانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود پاک کے تحفہ بھیجنے پر ہوتی ہے۔ اگر امداد کرنا شرک ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم امداد کا وعدہ نہ فرماتے۔ ثابت ہوا کہ شرک کہنے والے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کو شرک قرار دیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو

شرک قرار دیتے ہیں۔ کیا یہ کھلم کھلا توہین امام الانبیاء اور گمراہی کا ثبوت نہیں؟ کیا یہ لوگ اِس سے باز نہیں آئیں گے؟۔

-•●•❖•●•-

"کنز العمال" میں حدیث شریف ہے کہ......

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار کیا حال ہوگا اُن قوموں کا جو یہ گمان کریں گی کہ میرا رحم نفع نہیں پہنچاتا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک میرا رحم ضرور نفع پہنچانے والا ہے' دُنیا اور آخرت میں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ میرا رحم دُنیا اور آخرت میں نفع پہنچانے والا اور مدد کرنے والا ہے اور گمراہ لوگ اپنے عقائد باطلہ میں اِس کو شرک قرار دیں تو کیا دیوبندی' وہابی' نجدی کی نجات حضور شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور رحم کے بغیر ممکن ہو سکتی ہے جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو شرک کی تعلیم دینے والا قرار دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے مرتکب ہوں۔

-•●•❖•●•-

قصیدہ نُعمان ص ۶۳ میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں......

يَا مَالِكِيْ كُنْ شَافِعِيْ فِيْ فَاقَتِيْ
إِنِّيْ فَقِيْرٌ فِي الْوَرٰى لِغِنَاكَ (۴۶)
يَا أَكْرَمَ الثَّقَلَيْنِ يَا كَنْزَ الْوَرٰى
جُدْلِيْ بِجُوْدِكَ وَأَرْضِنِيْ بِرِضَاكَ (۴۷)
أَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِ مِنْكَ وَلَمْ يَكُنْ
لِأَبِيْ حَنِيْفَةَ فِي الْأَنَامِ سِوَاكَ (۴۸)

ترجمہ:- اے میرے مالک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! میرے فاقہ (گناہوں) میں

میری شفاعت فرمائیں کہ میں تمام مخلوق میں آپ کی غنیٰ کا محتاج ہوں۔

اے جن وانس میں بزرگ ترین' اے مخلوقات کے خزانے! اپنی سخاوت سے کچھ مجھے بھی عطا فرمائیں' اپنی رضا سے مجھے بھی پسند فرمائیں۔

میں آپ کی سخاوت کا طمع رکھنے والا ہوں' کہ سوائے آپ کے تمام مخلوق میں ابو حنیفہ کا کوئی چارہ کار نہیں۔

دیوبندی وہابی' حنفی ہونے کے دعویدار بھی ہیں' مگر یہ عوام کو محض فریب دینے کے لئے ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی امداد کی درخواست کو شرک قرار دیتے ہیں۔

-•●•❖•●•-

''مشکوٰۃ باب السُّجُوْدِ وَفَضْلِهٖ'' میں مسلم شریف کی روایت کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ بن کعب سے فرمایا ''سَلْ '' مانگ لو جو کچھ مانگنا ہو۔ اِس پر حضرت ربیعہ بن کعب نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا'' فَقُلْتُ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ اَوْ غَيْرَ ذَالِكَ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ فَاَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ''

ترجمہ:۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مانگ لو جو تم چاہتے ہو۔ اس پر حضرت ربیعہ بن کعب نے کہا کہ میں آپ سے جنت میں آپ کی ہمراہی مانگتا ہوں۔ تب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ اور مانگ لو۔ تو ربیعہ بن کعب کہتے ہیں کہ میں نے کہا صرف یہی کافی ہے۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بھی زیادہ سجدے کر کے میری مدد کرو۔

اِس حدیث پاک میں بیان ہوا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ بن کعب سے یہ فرمایا کہ مجھ سے مانگ لو جو چاہو۔ یہ عین دین ہے کہ سب کچھ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ کی عطا سے مومن کو عطا ہوتا ہے۔ ایمان ملا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے' قرآن ملا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے' خدا ملا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے' دین اِسلام ملا تو

حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلے سے۔ اس کو شرک قرار دینے والے نہ ایمان کے مالک ہیں، نہ قرآن کی ہدایت سے ہدایت پاتے ہیں، ان کا نہ خدا سے تعلق قائم ہے اور نہ دین اِسلام سے۔ جہاں اِس قدر عنایات ہوتی ہیں۔ ربیعہ بن کعب نے جنت مانگی تو حضور سید عالم ﷺ نے جنت ہی عطا فرمادی۔ لہٰذا جنتی کو مشرک قرار دینے والے خود گمراہ ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ اس کام میں ربیعہ تم میری مدد کرو کہ نوافل پڑھا کرو، یہ بھی عین دین ہے۔ حالانکہ بظاہر حضور ﷺ کا مدد فرمانا اور حضرت ربیعہ بن کعب سے مدد چاہنا، دونوں میں غیر اللہ کی مدد کا ذکر ہے۔ مگر یہ مدد عنداللہ ہے۔ اس لئے کہ حضور نبی کریم ﷺ خدا کی عطا کردہ قدرت سے، اُس کی طرف سے مدد کرتے ہیں، جیسے حضرت جبریل علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کو بیٹا دینے کے لئے اُن کے پاس پہنچے مگر خدا نے بھیجا تھا، اس لئے یہ فعل اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور رسول اللہ ﷺ کا حضرت ربیعہ بن کعب سے فرمانا کہ مدد کرو اور نفل پڑھو، دین کے اندر مدد اور اس کا حصول خدا کے لئے ہے، اِس لئے شرک نہیں۔

اِسی حدیث کے تحت ''اشعۃ اللمعات'' میں بیان ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کا یہ فرمانا کہ جو چاہو مانگ لو، مطلق ہر چیز کے مانگنے کی اجازت دیتا ہے۔ کسی خاص چیز سے مقید نہ فرمایا، یہ حضور ﷺ کا ہی مقام ہے کہ ہر معاملہ حضور ﷺ کے ہی کریمانہ ہاتھ میں ہے۔ خدا نے آپ کو اختیار دے کر اور مختار بنا کر بھیجا ہے کہ جو چاہیں عطا فرما دیں، سب کچھ خدا نے اُن کے ہاتھ میں دے رکھا ہے جیسا کہ علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے ''قصیدہ بردہ شریف'' میں یوں بیان کیا ہے۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

﴿اَلْفَصْلُ الْعَاشِرُ﴾

کہ دُنیا اور مافیہا سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اور رحمت کا صدقہ ہے اور لوح و قلم کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا صرف ایک حصہ ہے۔

ثابت ہوا کہ انبیاء اور اولیاء کی مدد کو شرک کہنے والے دین سے محروم ہیں کہ وہ خود اپنی زبان سے اِس کا اقرار کرتے ہیں کہ خدا نے ساری عطائیں ظاہری اور باطنی نعمتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد فرما دی ہیں' دُنیا و آخرت کی خیر و برکت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانے سے ملتی ہے جو چاہیں مانگ لیں' اِسی لئے حضرت ربیع بن کعب نے یہی فرما دیا۔

خانہ کعبہ تین سو سال تک بتوں کی پلیدی سے ناپاک رہا' اس کو پاک کرنے کے لئے خدا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اسی طرح گمراہوں کے دِل جو پلید ہو چکے تھے ان کو پاک کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا۔ لہٰذا قیامت تک ناپاک دِل اور ان کے جسم' اُن کی زبان اور ان کے پیٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے بغیر پاک نہیں ہو سکتے۔ جو اِس مدد کو شرک کہتا ہے وہ پلید ہے اور جب تک اپنا عقیدہ درُست نہ کرے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی مدد کرنے والے اور پاک کرنے والے ہیں اور "يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ" ﴿پ ا سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۲۹﴾ پر ایمان قائم نہ کرے گا' وہ نہ مومن ہو سکتا ہے' نہ اُس کا کوئی عمل قبول ہو کر صالح قرار پا سکتا ہے۔ لہٰذا ایسے لوگ یقیناً گمراہ اور جہنمی ہیں کہ بے ایمان اور بے ادب گستاخ رسول اور ناپاک کا ٹھکانہ صرف جہنم ہے۔

-•●•❖•●•-

"مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" میں اِسی حدیث پاک کے تحت بیان ہے کہ حضور مختار رسول ہیں جس کو جو چاہیں عطا فرمائیں' جس میں جنت بھی شامل ہے۔ حتیٰ کہ دربارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں خدا بھی مل جاتا ہے۔ لہٰذا ہر چیز کی عطا کے لئے یہی ایک مرکز ہے

بے ادب لوگ حضور ﷺ کی مدد اور استعانت کو شرک کہہ کر خود ہی دور ہو جاتے ہیں۔ اس لئے انہیں نہ خدا مل سکتا ہے' نہ رسول خدا لہٰذا سب سے بڑی نعمت کے حقدار کیونکہ ہو سکتے ہیں جو جنت ہے۔

مثنوی مولانا روم میں ہے۔

اولیاء را ہست قدرت از اِلٰہ
تیر جستہ باز گرداند زِ راہ

کہ اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت عطا کی ہے کہ چھوڑے ہوئے تیر کو واپس کر دیں۔

-•●•❖•●•-

''اشعۃ اللمعات باب زیارت القبور'' کے شروع میں بیان ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''جس سے زندگی میں مدد مانگی جاتی ہے اُس سے اُس کی وفات کے بعد بھی مدد مانگنا جائز ہے''۔

ایک جماعت کہتی ہے کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے' مگر میں کہتا ہوں کہ بعد وفات اس کی مدد زیادہ قوی ہے کیونکہ اولیاء کی حکومت جہانوں پر ہے اور ہر مقام اُن کی روحوں کی مدد ہے' کیونکہ اُن کی ارواح زندہ باقی اور مدد کرتے ہیں۔

-•●•❖•●•-

''تفسیر کبیر پارہ اوّل' وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ'' ﴿البقرہ:۳۰﴾ کی تفسیر میں بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جنگل میں پھنس کر پریشان ہو جائے تو مدد کے لئے یوں پکارے۔ ''اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ یَرْحَمُکُمُ اللّٰہُ'' اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو' رب تم پر رحم کرے۔ اسکے ضمن میں ''حصن حصین ص ۲۰۲'' بیان کے مطابق ہے کہ جب مدد لینا چاہے تو یوں کہے کہ اے

اللہ کے بندو میری مدد کرو۔اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔

-•●•❖•●•-

اسکے متعلق ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں......
بندوں سے مراد فرشتے ہیں یا مسلمان جن یا رجال الغیب ہیں یعنی ابدال مراد ہیں۔

یہ حدیث حسن ہے اور مسافروں کو اسکی سخت ضرورت رہتی ہے۔ کہ "حَدِیْثٌ حَسَنٌ یَحْتَاجُ اِلَیْهِ الْمُسَافِرُوْن" کے تحت شاہ عبدالعزیز صاحب "تفسیر فتح العزیز" کے ص ۲۰ پر بیان کرتے ہیں، جس کا ترجمہ ہے۔

سمجھنا چاہیے کہ کسی غیر سے مدد مانگنا اس کے طریقہ پر ہے کہ اسکو اگر مدد الٰہی نہ سمجھے تو حرام ہے۔ اگر توجہ خدا کی طرف ہے اور اس کی مدد کا اسکو مظہر جان کر مدد مانگے اور خدا کے کارخانہ قدرت کے اسباب پر ایمان رکھے، اور اس سے ظاہری مدد مانگے تو عرفان سے دُور نہیں اور شریعت میں بھی جائز ہے۔ جسکو انبیاء اور اولیاء کی مدد کہتے ہیں یہ حقیقت میں حق تعالٰی کے غیر سے مانگنا نہیں ہے بلکہ اس کی مدد سے ہے۔

-•●•❖•●•-

"تفسیر عزیزی سورۃ البقرہ ص ۴۶۰" میں شاہ عبدالعزیز بیان کرتے ہیں۔
اللہ کے کام ہیں رزق دُنیا، اولاد عطا کرنا، بیمار کو اچھا کرنا، مگر مشرکین خبیث روحوں اور بتوں کی طرف مدد کی نسبت کر کے کافر ہو جاتے ہیں، اور مسلمان ان اُمور کو حکم الٰہی کی طرف نسبت کر کے یا اسکی مخلوق میں اسکی خاصیت عطائی مان کر ایسا کرتے ہیں، جیسا کہ دونوں میں اسکی خاصیت جانتے ہیں یعنی نیک بندوں کی دُعا میں اثر اور اسکی کلام پاک میں اثر، منجانب اللہ سمجھ کر حاجت روائی جانتے ہیں، اس سے ایمان میں

خلل نہیں آتا۔ ''سورۂ یوسف'' کی روشنی میں کلام الٰہی کے مطابق مصیبت میں مخلوق سے مدد لینا جائز ہے تاکہ مصیبت دور ہو۔ ''تفسیر روح البیان اور تفسیر خازن'' میں زیر آیت فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ'' ﴿پ۱۲ سورۂ یوسف آیت نمبر۴۲﴾ بیان ہے کہ ارشاد ہے۔ ''وَقَالَ الَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ فَاَنْسٰهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ'' ﴿پ۱۲ سورۂ یوسف آیت نمبر ۴۲﴾ ترجمہ: اور یوسف (علیہ السلام) نے ان دونوں میں سے جسے بچتا سمجھا اُس سے کہا کہ اپنے رب بادشاہ کے پاس میرا ذکر کرنا' تو شیطان نے اُسے بھلا دیا۔ کہ اپنے بادشاہ کے پاس اس کا ذکر کرے' تو یوسف (علیہ السلام) کئی برس جیل خانہ میں رہے۔

اس آیت میں بیان ہے کہ ''الاستعانة بالمخلوق فی دفع ضرر وظلم جائز'' کہ دفع ضرر اور ظلم سے نجات کے لئے مخلوق سے مدد لینا جائز اور سنت انبیاء ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ مدد چاہی اور اللہ عزوجل نے اسکا ذکر قرآن کریم میں بیان کر کے اسکو جائز ثابت کر دیا ہے۔ اسی طرح سے حضرت عیسٰی علیہ السلام نے حواریوں سے مدد کے لئے کہا۔ ''مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰهِ'' ﴿پ۲۸ سورۂ الصف آیت نمبر۱۴﴾ اور حضرت ذوالقرنین نے فرمایا تھا ''اَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ'' ﴿الکہف:۹۵﴾ کہ میری دیوار بنانے میں جسمانی مدد کرو۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے گندم کے حصول کے لئے بیٹوں کو مصر بھیجا۔ اگر یہ فعل ناجائز اور شرک ہوتا تو نبیوں پر عتاب آتا۔ فرقہ ضالّہ اگر اِس مدد کو شرک گردانتا ہے تو نہ صرف آیاتِ قرآنِ کریم کا اِنکار کرتا ہے بلکہ ان تمام نبیوں کو مشرک ہی گردانتا ہے' جو سراسر کفر اور گمراہی ہے کیونکہ اَنبیاء تو شرک مٹانے آتے ہیں' اس لئے یہی لوگ گمراہ ہیں' لہٰذا اِن تمام آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے عقائدِ باطلہ اور شرک کی جڑ کاٹ کر رکھ دی ہے۔

-•●•❖•●•-

"تفسیر کبیر جلد سوم پارہ ۷ سورۂ انعام" میں زیر آیت "وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ" ﴿الانعام:۸۸﴾ جن کا ترجمہ ہے "اگر وہ شرک کرتے تو ضرور ان کا کیا برباد اور اکارت جاتا۔

اس آیت کے تحت بیان ہے کہ تیسرے ان میں انبیاء ہیں۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جن کو رب تعالیٰ نے علوم اور معارف اس قدر عطا فرمائے ہیں کہ وہ مخلوق کی اندرونی حالت اور ان پر تصرف کر سکتے ہیں۔

جس سے ثابت ہوا کہ انبیاء کا شرک کرنا ممکن نہیں' نہ ان کے اعمال کا ضبط اور برباد ہونا ممکن ہے کیونکہ یہ حضرات لوگوں کو شرک سے پاک کرنے آتے ہیں۔ لہٰذا ان کے اعمال کیسے برباد ہو سکتے ہیں۔!!

-•●•❖•●•-

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو اگر کوئی حاجت پیش آتی تو وہ امام اعظم ابوحنیفہ کے مزار پر تشریف لے جاتے ہیں۔ وہاں ان کی حاضری ہوتی تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے ان کی حاجت پوری ہو جاتی' ان کا کام ہو جاتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ زیارت قبور اور اس کے لئے سفر کر کے جانا' حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز اور حاجت کے لئے برکتیں حاصل کرنا فائدہ مند ہے اس لئے یہ سراسر دین ہے نہ کہ بے دینی اور گمراہی' اور نہ ہی یہ شرک ہے۔ لہٰذا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد دین حقہ پر مبنی ہیں برخلاف دیوبندی' وہابی' نجدی عقائد باطلہ کے' جن کے عقائد کی رو انبیاء اور اولیاء سے مدد شرک ہے۔

-•●•❖•●•-

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی مکاتب فکر کے پیرومرشد ہیں' ان کا

عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد کی اِلتجا کرنا دین ہے جیسا کہ وہ بیان کرتے ہیں۔

جہاز اُمت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
بس اب ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿ضیاء القلوب: ۲۹، مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ راشد کمپنی دیوبند﴾

مگر دیوبندی حضرات اس کے باوجود وہابی عقیدہ رکھتے ہیں اس لئے اسے شرک قرار دے کر پیر کے عقیدہ کی بھی مخالفت کرتے ہیں' جیسا کہ تقویۃ الایمان' براہین قاطعہ' حفظ الایمان اور صراطِ مستقیم وغیرہ اُنکی باطل کتب میں بیان ہے۔

استعانت انبیاء و اولیاء تعلیم قرآنِ کریم ہے۔ مگر دیوبندی وہابی کی کتب میں اس کو شرک قرار دیا گیا ہے' جو سراسر گمراہی اور بے دینی ہے۔ ان کے بعض علماء کے بیانات سے بھی ان کی اس گمراہی کا ثبوت بھی ملتا ہے جیسا کہ درج ذیل ہے۔

-•●•❖•●•-

فتاویٰ رشیدیہ جلد اوّل کتاب البدعات ص ۹۹ پر بیان ہے۔

کہ بعض روایات میں جو بیان آیا ہے "اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہ" کہ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ یہ فی الواقع کسی بُت سے استعانت نہیں بلکہ عباد اللہ سے استعانت ہے جو صحرا میں موجود ہوتے ہیں۔ اس لئے ان سے مدد لی جا سکتی ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو اِس کام کے لئے مقرر کیا ہے۔

اِس عبارت سے معلوم ہوا کہ جنگلوں میں اللہ کے بندے لوگوں کی مدد کے لئے ہوتے ہیں' ان سے مدد مانگنا جائز ہے' جبکہ مولوی رشید احمد گنگوہی کے بیان سے ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک بھی اللہ کے بندوں سے استمداد جائز ہے۔ یہ میت سے استعانت کو ناجائز سمجھتے ہیں حالانکہ قرآن کریم میں "لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ" ﴿آل

عمران: ۸۱﴾ میں خدا کا واضح اعلان موجود ہے کہ سابقہ انبیاء کو حکم ہوا کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنا۔ یہ حکم تاکید کے ساتھ ہوا جب کہ خدا تعالیٰ کو بھی معلوم تھا کہ حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ لوگ وفات پا چکے ہوں گے۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ بعد وفات بھی انبیاء اور صالحین، جن کو یہ لوگ میت کہتے ہیں، مدد کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو قیامت تک سارے عالم کی مدد کرنے والے ہیں جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

-•●•❖•●•-

مولوی محمود الحسن کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعد از خدا اصل میں مالک عالم ہیں جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا، پر ان کا بیان ہے کہ اسمیں جمادات، حیوانات اور بنی آدم بھی شامل ہیں اور یہی وجہ ہے کہ عدل و مہر آپ کے ذمہ واجب الادا نہ تھا۔

بلکہ محمود الحسن کے ترجمہ قرآن کریم میں زیر آیت "اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ" بیان ہے کہ اگر کسی مقبول بندے کو واسطۂ رحمت الٰہی غیر مستقل سمجھ کر اس سے استعانت ظاہری کرے تو یہ اس کے لئے جائز ہے کہ در اصل یہ استعانت در حقیقت خدائے تعالیٰ کی ہے۔

-•●•❖•●•-

فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم ص ۵ پر میں ہے کہ درج ذیل اشعار کو بطور وظیفہ پڑھنا یا ورد کرنا کفر اور شرک نہیں۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُنْظُرْ حَالَنَا
یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ اِسْمَعْ قَالَنَا
اِنَّنِیْ فِیْ بَحْرِ ھَمٍّ مُّغْرَقٌ
خُذْ یَدِیْ سَھِّلْ لَنَا اَشْکَالَنَا

اسکو مولوی رشید احمد گنگوہی نے مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے مگر جب قرآن کریم میں

ارشاد ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا ﴿البقرہ:۱۰۴﴾ کہ اے ایمان والو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو "رَاعِنَا" سے نہ پکارو بلکہ "اُنْظُرْنَا" کہہ کر خطاب کرو' تو ان کا عقیدہ مکروہ تنزیہی بھی ثابت نہیں ہوتا' اس لئے یہ اشعار پڑھنا کفر ہے نہ شرک اور نہ ہی مکروہ تنزیہی ہے۔ اور یہ عقیدہ اہل سنت و جماعت کا ہے جو مطابق فرمانِ الٰہی کے عین دین وایمان ہے۔

-•●•❖•●•-

"براہین قاطعہ" میں اعتراض کرنے والے مولوی محمد قاسم نانوتوی کا یہ کہنا بھی ملاحظہ فرمائیں۔

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسمِ بیکس کا کوئی حامی کار

اس میں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ آپ کے سوا اور کوئی مددگار نہیں۔ مگر "براہین قاطعہ" میں لکھا ہے کہ شیطان اور ملک الموت کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے "گویا شیطان اور ملک الموت کے علم کو بڑھاتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو گھٹاتے ہیں۔

جس سے ثابت ہوا کہ مولوی محمد قاسم نانوتوی جس زبان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مددگار مانتے اور کہتے ہیں کہ آپ کے سوا کوئی اور مددگار نہیں' اسی زبان سے دیوبند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے مرتکب بھی ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے شیطان اور ملک الموت کے علم کو بڑھاتے ہیں۔ یہ دورنگی مومن کا شیوہ نہیں کیونکہ دوزبان والا منافق کہلاتا ہے' جس سے اہل ایمان کو سبق حاصل کرنا چاہئے۔

-•●•❖•●•-

آخر میں مولوی اشرف علی تھانوی کا "امداد الفتاویٰ" جلد نمبر ۴ کتاب العقائد

والکلام ص ۹۹ سے یہ بیان بھی ملاحظہ کریں جس میں کہتے ہیں کہ استعانت اور امداد باعتقاد علم وقدرت مستقل شرک ہے' مگر باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل جو علم وقدرت کسی دلیل پر ہو وہ جائز ہے خواہ جس سے مدد حاصل کی ہے وہ زندہ ہو یا میت۔

اور ''نشر الطیب'' میں مولوی اشرف علی تھانوی نے ص ۱۴۵ کے آخر میں عربی اشعار کا ترجمہ یوں بیان کیا ہے' اور اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگنے اور استعانت کا ثبوت اس طرح دیا ہے۔

يَا شَفِيعَ الْعِبَادِ خُذْ بِيَدِيْ
أَنْتَ فِي الْاِضْطِرَارِ مُعْتَمَدِيْ
لَيْسَ لِيْ مَلْجَأٌ سِوَاكَ أَغِثْ
مَسَّنِي الضُّرُّ سَيِّدِيْ سَنَدِيْ

ترجمہ:۔ دستگیری کیجئے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم...... کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ...... فوج کلفت مجھ پر آ غالب ہوئے

نوٹ:۔ یہ وہی مولوی اشرف علی تھانوی صاحب ہیں جنہوں نے ''حفظ الایمان'' میں لکھا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مثل جانوروں اور پاگلوں وغیرہ کے ہے اور اس طرح حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے مرتکب ہوئے ہیں۔

اور ''نشر الطیب'' میں اسی زبان سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگتے ہوئے دورنگی کا ثبوت دیا ہے۔ انکو دورنگی چھوڑ کر ایمان قائم کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔

دورنگی چھوڑ دے' یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو جا' یا سنگ ہو جا

استمدادِ انبیاء واولیاء پر مزید ثبوت

قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں یہ ثابت ہوا کہ انبیاء واولیاء اللہ سے مدد حاصل کرنا عین دین ہے، شرک ہرگز نہیں۔

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا

﴿پ ۱۶ سورۂ مریم آیت نمبر ۱۹﴾

حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام سے کہا کہ اے مریم میں تمہارے رب کا بھیجا ہوا قاصد ہوں اور آیا ہوں تاکہ تم کو پاک فرزند عطا کر دوں۔

اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ جبریل علیہ السلام بیٹا دیتے ہیں اور چونکہ من جانب اللہ سے آئے ہیں اسلئے حضرت جبریل علیہ السلام کا بیٹا دینا شرک نہیں۔

اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ

﴿پ ۳ سورۂ آل عمران آیت نمبر ۴۹﴾

ترجمہ: میں تمہارے لئے مٹی سے پرندہ کی سی مورت بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے۔

یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام باذن الٰہی مٹی سے مورت بنا کر بے جان کو جان بخشتے ہیں، زندگی عطا کرتے ہیں۔

قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ

﴿پ ۲۱ سورۂ السجدہ آیت نمبر ۱۱﴾

ترجمہ: فرما دو کہ ملک الموت تم کو موت دیں گے جو تم پر اسلئے مقرر کئے گئے ہیں

اس آیت میں بیان ہے کہ ملک الموت کا کام یہ ہے کہ وہ جان دار کو موت دیتے ہیں۔

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

﴿پ۴ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۶۴﴾

ترجمہ: ان پر آیتیں پڑھتے اور انکو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتے ہیں۔

اس میں بیان ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایمان والوں پر آئتیں تلاوت کر کے انکو پاک کرتے ہیں اور کتاب وحکمت سکھاتے ہیں۔

اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ﴿پ۱۰ سورۃ التوبۃ آیت نمبر ۷۴﴾

ترجمہ: ان کو اللہ اور رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

دونوں آیت کے بیان کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انسان کو گندگی سے پاک بھی کرتے ہیں اور فقیروں کو بھی غنی فرما دیتے ہیں۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ

﴿پ۱۱ سورۃ التوبۃ آیت نمبر ۱۰۳﴾

ترجمہ: اے محبوب انکے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو اور اس سے انکو ستھرا اور پاک کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں جو عمل ہو گیا وہ خدا کے ہاں بھی قبول ہو جاتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ ۙ ﴿پ۱۰ سورۃ التوبۃ آیت نمبر ۵۹﴾

ترجمہ: اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور رسول نے ان کو دیا اور کہتے کہ اللہ ہمیں کافی ہے اب دیتا ہے اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول دیتا ہے۔

اسمیں بیان ہوا کہ اللہ اور رسول ہمیں عطا کرنے والے ہیں۔ وہ ہمیں ایمان

دینے والے' دوزخ سے بچانے والے' جنت کا مقام دینے والے ہیں۔ آیات بالا میں حضرت جبریل علیہ السلام کا بیٹا عطا کرنا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بے جان کو جان بخشنا' ملک والموت کا موت عطا کرنا' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک فرمانا اور کتاب وحکمت سکھانا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غنی فرمانا' امتی کو پاک کرنا' اپنی عطائیں بخشنا یہ تمام مدد کرنے کا ثبوت ہے۔ اور ان کے حاصل کرنے والے ایمان والے ہیں۔ اور آیاتِ قرآنِ کریم میں جو یہ بیان ہوا ہے تو یہ تعلیم دین ہے' شرک نہیں' کیونکہ قرآن کریم کی تعلیم شرک نہیں سکھاتی بلکہ شرک مٹاتی ہے۔ یہ تمام اُمور من جانب اللہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم من جانب اللہ مبعوث ہوئے اور نبی ورسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ دوسرے انبیاء کرام اور اولیاء اللہ بھی جو کرتے ہیں اللہ کی عطا سے کرتے ہیں۔

ان آیات اور قرآن کریم کی دوسری آیت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور مقبول بندے اللہ کی عطاء سے مافوق الاسباب اُمور سرانجام دیتے ہیں۔ اس وجہ سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا محتاج ہے' بلکہ سلطنت الٰہی کا یہ تقاضا ہے کہ اس بنا پر ان کی طرف نسبت کرنے سے خدا کی خدائی میں فرق نہیں آ سکتا کہ یہ فرشتے' انبیاء' اولیاء اور مقربین بارگاہ الٰہی اس کی شان کے مظہر ہیں' جو ہوتا ہے وہ ہوتا تو خدا کی طرف سے ہے مگر اسکے بندوں کے ہاتھوں سے ہوتا ہے۔ یہ تمام اُمور خدا کی مرضی اور رضا سے ہوتے ہیں۔ جس پر عمل درآمد ہوتا رہتا ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ قادر مطلق کے حکم سے ہوتا ہے۔ ہر چھوٹا بڑا کام وہ اپنی قدرت سے خود ہی انجام دے سکتا ہے مگر اسکا قانون یہ ہے کہ ہر کام وسیلے سے ہو' جس کے لئے علیحدہ علیحدہ محکمے مقرر فرما رکھے ہیں۔

چنانچہ رزق عطا کرنے کے لئے الگ فرشتے ہیں' مگر جان نکالنے کے لئے دوسرے فرشتے ہیں' حفاظت کے لئے اور نظام ہے' بارش برسانے' ماں کے پیٹ میں

بچہ بنانے' اسکی تقدیر لکھنے' قبر میں میت سے سوالات کرنے' قیامت آنے پر صور پھونکنے' مردوں کو زندہ کرنے' الغرض سارے کام اسکے حکم کے مطابق ہو رہے ہیں مگر ہر کام کے فرشتے اور کارندے مختلف ہیں۔ سلطنت الٰہی کا سارا نظام اسکے ہاتھ میں ہے لیکن اسکو چلانے کے لئے اس نے دُنیا میں مختلف سلطنتیں قائم کر رکھی ہیں' جن میں مختلف محکمے اُمورِ سلطنت کے لئے قائم کئے جاتے ہیں۔ جس میں ان تمام جن کے محکموں کے مختارِ اعلیٰ اور ان کے معاون وزراء ہوتے ہیں۔ جو اسکی مرضی کے مطابق اور اسکے حکم پر عمل کرتے ہوئے سلطنت کے کام کرتے ہیں۔ یہ تمام کام حاکم اعلیٰ اور اس کے معاونین کے ذریعہ سرانجام پاتے ہیں بادشاہ ہر کام ان کے واسطے اور وسیلے سے کراتا ہے۔ حاکم اعلیٰ یا بادشاہ اپنی ضروریات خود سرانجام دے سکتا ہے مگر اُمور سلطنت اور شاہی شان و شوکت کا تقاضا ہے کہ یہ کام خدام سے لئے جائیں اور رعایا کو ہدایت ہوتی ہے کہ اپنی ضروریات کے وقت ان مقرر کردہ حکام کی طرف رجوع کریں ۔ بیماری کے وقت ڈاکٹر اور طبیب کی طرف رجوع کریں۔ مقدمات میں وہ کچہری کے وکیل اور جج وغیرہ کے ذریعہ سے اپنے مصائب حل کرائیں۔ اور ان حکام کی طرف جانا بادشاہ سے بغاوت نہیں کہ یہ اسکے کارندے ہیں۔ اسلئے رعایا کی اطاعت گزاری میں داخل ہے کہ وہ اپنے کاموں کی انجام دہی اور تکمیل کے لئے مختلف محکموں اور حکام کی طرف جاتے ہیں جو مقرر کئے گئے ہیں' اسلئے اسے بغاوت نہیں کہہ سکتے۔

بغاوت اس وقت ہوگی جب یہ رعایا کسی دوسرے بادشاہ کو اپنا بادشاہ بنا کر اس سے مدد حاصل کریں' اسکے محکموں سے مدد حاصل کریں۔ یہ بغاوت اس لئے ہے کیونکہ اپنے بادشاہ کے منتخب کردہ محکموں کو چھوڑ دیا اور غیر کو اپنا حاکم بنایا۔

اس طرح سلطنت الٰہی میں بتوں اور غیروں کو خدا کا شریک ماننے والے باغی ہیں۔ ان کو قرآن کریم میں مشرک قرار دیا ہے' کافر کہا گیا ہے مگر خدا کے فرمان کے

مطابق، اسکی آیات کے تحت، جن کے سپرد اُمورِ سلطنت الٰہی ہیں انکی طرف رجوع کرنا شرک نہیں۔ کیونکہ یہ حضرات حکومت الٰہی کے حکام ہیں۔ رب تعالیٰ نے جو کام انکے سپرد کر دیا ہے وہ اسمیں ہمارے معاون ہیں۔ اسلئے اولیاء اور انبیاء کرام کی طرف رجوع کرنا شرک نہیں کیونکہ ان سے مدد مانگنا اور مدد حاصل کرنا خدا کے حکم کی تعمیل میں ہے۔ اسلئے سلطنت الٰہی میں یہ بغاوت نہیں۔ یہ مختلف آیات کے اندر بیان ہوا ہے جس میں آیت وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿پ ۵ سورہ النساء آیت نمبر ۶۴﴾ کا فرمان الٰہی اپنے محبوب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے در پر رجوع کرنے کا حکم خود دے رہا ہے کہ اس در پر آ کر توبہ کرو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری شفاعت کریں گے تو خدا کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پالو گے۔

"فتاویٰ عالم گیری، کتاب الحج، باب آداب قبر النبی" کے بیان میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے در پر حاضری کے وقت یہ آیت پڑھے کیونکہ اسکی تعمیل میں اس در پر حاضر ہوا ہے۔ دنیا کے اندر یہ عمل اسکی زندگی میں واجب العمل ہے، مگر قبر کے اندر پہنچ کر اس پر تین سوالات خدا کے مقرر کردہ محکمہ کے افراد یعنی نکیرین کرتے ہیں جن کے بغیر اس کا چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔

اس میں پہلا سوال ہے "مَنْ رَّبُّكَ" کہ تیرا رب کون ہے؟ یہ سوال فرشتے کرتے ہیں جسکا جواب مومن کو دینا لازمی ہے۔ اسلئے اسے "رَبِّيَ اللّٰهُ" کہہ کر اُسکا اقرار کرنا شرط ہے۔ دوسرا سوال ہوتا ہے۔ "مَا دِيْنُكَ" کہ تیرا دین کیا ہے؟ اور اسے "دِيْنِيَ الْاِسْلَامُ" کہہ کر کہ میرا دین اسلام ہے، جواب دینا پڑتا ہے ورنہ اس کا چھٹکارا نہیں ہو سکتا۔ اسکے باوجود اس پر سوال کا دروازہ بند نہیں ہو جاتا کیونکہ دین اسلام کہنے سے وہ پاس نہیں ہو سکتا۔ اس سے آخری سوال ہوتا ہے۔ "مَا كُنْتَ تَقُوْلُ

فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم" ﴿مشکوٰۃ' باب اثبات عذاب القبر﴾ کہ اس گنبد خضریٰ والے آقا کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ جب "صراحۃً" اس سے کہلوالیا جاتا ہے کہ هٰذا محمد رسول الله کہ میں انکو پہچانتا ہوں کہ یہ میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تب سوالات کا دروازہ بند ہوتا ہے۔

ثابت ہوا کہ قبر میں اسکی نجات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے بغیر ناممکن ہے۔ حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان سے خدا کا مقبول بندہ ظاہر نہ کرے' اسکی رہائی ناممکن ہے کیونکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دین کے محکمہ کے افسر اعلیٰ ہیں۔ ان کے متعلق تصدیق کرانی خدا کا حکم ہے۔ جس پر عمل کرانانکیرین فرشتوں کا کام ہے کہ یہ کام انکے ذمہ لگ چکا ہے' حالانکہ اللہ تعالیٰ خود بھی یہ کام سرانجام دے سکتا ہے۔

جب قیامت کا دن آئے گا اور لوگ تنگ آکر شفاعت کے لئے شفیع ڈھونڈیں گے تو سب سابقہ نبی انکار کردیں گے اور کہیں گے "اذھب الی غیری" کہ کسی دوسرے کے پاس جاؤ' وہ اس کے خود لائق نہیں ہیں کہ شفاعت کرسکیں۔ آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان پر لوگ سرور کائنات' فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے در پر پہنچیں گے' تب حساب و کتاب شروع ہوگا۔ گویا قیامت میں بھی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کا در باعث نجات ہوگا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقام مقرر فرمایا ہوا ہے کہ سارا عالم حضور صاحب مقام محمود صلی اللہ علیہ وسلم کا محتاج ہے۔ دنیا میں' قبر میں اور حشر میں بھی اور "وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ" ﴿المائدہ:۳۵﴾ سے یہی مراد ہے۔ کہ تم رب کی طرف وسیلہ تلاش کرو' اور ہر جگہ پر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ کی ضرورت ہے۔

جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نیک اعمال ہی وسیلہ ہیں اور وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے پر ایمان نہیں رکھتے وہ یہ بتائیں کہ جو لوگ ایمان لاتے ہی مر جائیں اور

ایک بھی نیک کام نہ کر سکیں، ان کی نجات کیسے ممکن ہوگی کیونکہ ان کا کوئی عمل صالح نہیں ہے، لہٰذا اس کے بغیر وہ بے وسیلہ ہوں گے۔ دیوانے بھی بے وسیلہ ہیں کہ ان کا کوئی بھی عمل صالح نہیں ہے۔ اس کے بعد نیک اعمال بذاتِ خود اس وقت صالح اور مقبول نہیں ہو سکتے جب تک اتباع نہ ہو جو وسیلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جس کے لئے فرمانِ خدا "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" ﴿الاحزاب:۲۱﴾ پر عمل لازمی ہے۔ اس کے بغیر کوئی عمل صالح مقبول ہونا ناممکن ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے کے بغیر "کعبۃ اللہ" پاک نہ ہو سکا تو گنہگار اُمتی کیونکر پاک ہو سکتا ہے اور اس کے اعمال صالح قرار پا سکتے اور مقبول بارگاہ الٰہی ہو سکتے ہیں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے کے بغیر کعبہ کو قبلہ کا درجہ نہ ملا۔ جب کہ فرمانِ الٰہی "فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا" ﴿البقرہ:۱۴۴﴾ سے ظاہر ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے بغیر ایسے لوگ یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ اُن کی نمازیں مقبول ہیں کیونکہ قبلہ کی تعین میں بھی وسیلے کا ہونا لازمی شرط ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے کے بغیر اُن کی کوئی نماز قبول نہیں۔ وہ جس قرآن کی تلاوت کر کے قاری بنتے ہیں اور ثواب کے اُمیدوار ہیں، وہ ثواب اُن کے لئے ناممکن ہے کیونکہ قرآن کریم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے نازل ہوا، اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ یہاں تک ہے کہ آیاتِ مکی اور مدنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے مکی اور مدنی ہوئیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں تھے تو آیات مکی ہوئیں اور اگر مدینہ میں تھے تو آیات مدنی ہو گئیں۔

ثابت ہوا کہ وسیلے کا منکر ابلیس کا مرید ہے کہ وہ بھی بغیر وسیلہ انبیاء علیہم السلام کے رب سے تعلق کا دعویدار تھا۔ اس کو اسی بنا پر شہاب ثاقب سے مار پڑتی ہے۔ اگر وسیلے پر ایمان رکھتا تو یہ مار نہ پڑتی اور نہ جہنم کا ٹھکانہ اس کے لئے سزا مقرر ہوتی۔ لہٰذا اس کے مرید بھی مار کھائیں گے اور جہنم کا ایندھن بنیں گے، مگر خدا تک رسائی نہ پا سکیں

گے۔ان لوگوں کا یہ کہنا کہ خدا کو مان' خدا کے سوائے کسی کو نہ مان' سراسر ابلیس کی پیروی ہے۔اس لئے وہ کسی صورت بچ نہیں سکتے کیونکہ وہ بعثت انبیاء علیہم السلام کے منکر ہیں' جوخدا نے انسان کی ہدایت اور نجات کا وسیلہ بنایا ہے۔اور اولیاء کا وسیلہ بھی فرمانِ نبی کی اتباع میں ہے' وہ اتباع رسول میں استقامت کے لئے مقرر ہیں۔

لہٰذا ان کا در ڈھونڈنا اور ان کی مدد سے دین میں استقامت کا حصول سراسر دین پر عمل ہے مگر اس سے روکنے والے ابلیس' شیطان اور اس کے مرید ہیں جو خدا کے قانون ''وسیلے'' کے منکر ہیں اور محض شرک کا غلط نظریہ اپنا کر عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔

وسیلے کے منکروں کو پانچ کی بجائے پچاس نمازیں پڑھنی چاہییں کیونکہ پانچ نمازیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وسیلے سے مقرر ہوئیں۔اس لئے یہ لوگ پانچ نمازیں پڑھ کر وسیلے پر عمل کرتے ہیں۔لہٰذا ان کی نمازیں ان کو مشرک بنادیتی ہیں کہ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد شامل ہے' جو شرک ہے' جیسا کہ ان کا عقیدہ ہے۔ حالانکہ کسی نبی کی مدد اہل سنت و جماعت کے نزدیک شرک نہیں اور یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ ایسی مدد بعد وفات کے ہوئی ہے جس کے یہ لوگ منکر ہیں۔

کاش! ایسے لوگ دین کو سمجھنے کی کوشش کریں۔اس کے بغیر دعویٰ ایمان بھی مقبول نہیں کیونکہ ایمان بھی حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے کا دوسرا نام ہے۔بتوں کی مدد پر یقین کرنے والے مشرک ہیں کیونکہ وہ خدا کے مقابل دوسرے کو شریک بنا کر شرک کرتے ہیں اور یہ بغاوت ہے کیونکہ وہ ان کو اُلوہیت کا حصہ دار بناتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور حصہ دار بناتے ہیں اور ثالث ثلاثہ پر نجات کے اُمیدوار ہیں۔یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں اور خدائی میں حضرت عزیر علیہ السلام کو شریک بتاتے ہیں۔اسی طرح دوسرے سارے ادیان اس لئے مشرک ہیں کہ اوروں کو خدا کا شریک مانتے ہیں اس لئے تمام کافر ہیں۔

مگر مومن انبیاء کرام علیہم السلام کو خدا کے مقرر کردہ مقبول بندے مانتے ہیں اور اولیاء اللہ کو حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے خادم اور استقامت دین میں ان سے مدد حاصل کرتے ہیں تا کہ اپنے نفس پر قابو پاسکیں، اور ان تمام اُمور میں انکی مدد کو منجانب اللہ قرار دیتے ہیں۔ اس لئے وہ نہ خدا کی خدائی کے باغی ہیں، نہ مشرک، بلکہ خدا کے تابعدار بندے ہیں اور اسکے احکام پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ الغرض نظام مصطفیٰ پر ایمان رکھنے والے کو مشرک کہنے والے خود کو دُرست کریں اور حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن تھامنے میں نجات ہے ورنہ نجات محال ہے۔ کیونکہ قانون الٰہی پر عمل کی مخالفت کفر ہے۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دین اسلام اور کفر کے بارے میں جو فرق بیان فرمایا ہے وہ قابل غور ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ بت پرست پتھر کی طرف سجدہ کرتا ہے تو وہ مشرک اور کافر قرار پاتا ہے۔ کیونکہ اس کا یہ عمل اسکی اپنی ایجاد ہے اور خدا کے فرمان پر عمل نہیں ہے۔ مگر مسلمان کعبہ کی طرف منہ کر کے سجدہ کرتا ہے تو صاحب ایمان ہے کیونکہ اس کا سجدہ اللہ تبارک وتعالیٰ وحدہٗ لاشریک کو ہے نہ کہ کعبہ کو۔ سجدہ دونوں حالتوں میں پتھر اور پتھر کی عمارت کو ہے مگر اس میں فرق اس قدر ہے کہ ایک کا ٹھکانہ جہنم ہے کہ اسنے پتھر کو معبود بنایا۔ مگر مومن نے خدا کو معبود بنایا اس لئے وہ جنتی ہے کہ پتھر کی عمارت یعنی کعبہ کو خدا کے حکم کے مطابق اپنے سامنے رکھا جو شعائر اللہ ہے اور واجب التعظیم ہے۔

ایسے ہی گنگا کے پانی کی تعظیم کفر و شرک ہے، مگر آبِ زمزم کی تعظیم عین دین و ایمان ہے کیونکہ گنگا کے پانی کی تعظیم مشرک کی ایجاد ہے، مگر آبِ زمزم کی تعظیم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل اور تعظیم شعائر اللہ "فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ" ﴿الحج: ۳۲﴾ پر عمل ہے۔

مندر کے پتھر کی تعظیم کرنا شرک ہے، مگر مقامِ ابراہیم کی تعظیم میں ایمان ہے

لانکہ اگر وہ پتھر ہے تو یہ بھی پتھر ہے۔ مگر مندر کے پتھر کی تعظیم کافر کی ایجاد ہے اور مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنانا حکمِ خداتعالیٰ پر عمل ہے۔

ان حالات میں مسائلِ دینیہ کی تبلیغ کی بجائے اسکو چھپانا باعث لعنت اور عذاب ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡتُمُوۡنَ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا مِنَ الۡبَیِّنٰتِ وَالۡهُدٰی مِنۡۢ بَعۡدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الۡکِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِکَ یَلۡعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ یَلۡعَنُهُمُ اللّٰعِنُوۡنَ

﴿پ ۲ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۵۹﴾

ترجمہ: بیشک جو ہماری اُتاری ہوئی روشن آیتوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں بعد اسکے کہ ہم اسے لوگوں کے لئے کتاب میں واضح فرما چکے ان پر لعنت ہے اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔

اس آیت پاک کی موجودگی میں دینی مسائل کو چھپانا باعث لعنت اور سبب عذاب ہے خواہ اسکو اسطرح چھپائے کہ انکو غلط طور پر بیان کیا جائے یا پھر انکو ضرورت کے وقت نہ بتائے۔ جس سے معلوم ہوا کہ احکام شریعت کا چھپانا اور ان کو غلط طریقہ پر بیان کرنا باعث لعنت اور عذاب ہے۔

اندریں حالات جملہ آیاتِ قرآنِ کریم جو اس کے معنیٰ میں بیان ہوئی ہیں، سب دین اسلام کی تبلیغ ہیں، جس میں انبیائے کرام نے خود مدد اور استقامت مانگی ہے۔ اسکے بعد مومن مرد اور مومن عورتیں بھی ایک دوسرے کی مددگار ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمام سابقہ نبیوں سے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کا وعدہ لیا ہے۔ یہ بیان ہو چکا ہے اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ مومن کے مددگار اللہ، اُس کا رسول اور مومن ہیں۔ یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ نیک کام اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ پھر یہ کہ نماز اور صبر سے مدد طلب کرو۔ یہ تمام غیر خدا ہیں مگر خدا کے حکم کی تعمیل ہے۔ پھر یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ

اے نبی آپ کو اللہ تعالیٰ اور مومن مدد کے لئے کافی ہیں یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ اللہ نے اپنی مدد دوسرے مسلمانوں کے ذریعہ سے مدد کر کے ہی ان کو قوت بخشی ہے۔ اس کے بعد بیان ہوا کہ سکندر ذوالقرنین نے آہنی دیوار کی تعمیر کرنے کے لئے لوگوں سے جسمانی مدد طلب کی۔ پھر فرمانِ الٰہی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام، مومن صالح اور فرشتے ہیں۔ ان تمام آیات کو چھپانے والے اور جملہ متعدد احادیث جو بیان ہو چکی ہیں جن میں مدد طلب کرنے کا فرمان موجود ہے، ان سب کو چھپانے والے اور متعدد آیات اور احادیث کے منکر لوگ انبیاء اور اولیاء سے استعانت اور مدد کو شرک کہنے والے لعنت کے مستحق کیوں نہیں جب کہ خدا کا اعلان ان پر لعنت کر رہا ہے۔

ثابت ہوا کہ جو لوگ دینِ اسلام کے احکام کو مسخ کر کے اور غلط طور پر پیش کر کے عوام کو فریب دیتے ہیں وہ ملحد ہیں۔ ایسے لوگ توہین انبیاء بالخصوص امام الانبیاء کی توہین اور علمائے ربانی اور اولیاء کرام کی شان میں گستاخی کر کے مفسد بنتے ہیں۔ لہٰذا ہر مومن کا کام ہے کہ ایسے مفسد اور گمراہ لوگوں کے عقائدِ باطلہ سے نہ صرف خود بچیں بلکہ عوام کو بھی اس سے آگاہ کریں تاکہ ان کے ایمان کی حفاظت ہو سکے اور صحیح عقائد کی روشنی میں باطل عقائد کے بُطلان اور گمراہی کی تمیز ہو سکے، جیسا کہ ان کی باطل کتب ''تقویۃ الایمان، براہین قاطعہ، حفظ الایمان، صراطِ مستقیم، اور مبشرات وغیرہ'' میں ان کے باطل عقائد لکھے ہیں۔ جن کے مصنف دیوبندی، وہابی، نجدی لوگ ہیں۔
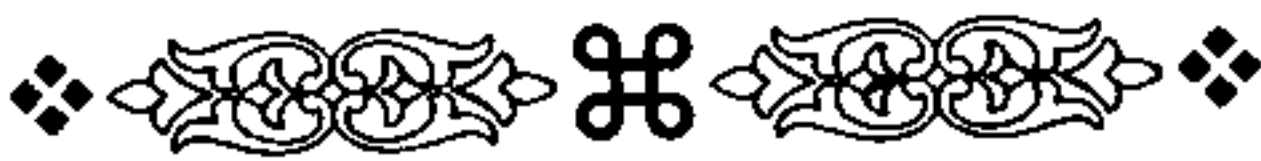
استمدادِ انبیاء علیہم السلام واولیاء رحمۃ اللہ علیہم پر اعتراضات کے جوابات

استمدادِ انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمۃ اللہ علیہم پر اعتراضات کے جوابات

اعتراض نمبر (۱)...... رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿پ ا سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۰۷﴾ اور یہ کہ نہیں ہے تمہارے لئے اللہ کے ماسوا کوئی ولی اور مددگار۔ اس سے معلوم ہوا کہ رب کے سوائے کوئی مددگار نہیں ہے؟

جواب...... یہ آیت بتوں' شیاطین اور خدا کی سلطنت کے باغی کفار کے حق میں نازل ہوئی ہے' جنہوں نے ان کو اپنا ناصر اور مددگار مان رکھا ہے۔ مگر انبیاء اور اولیاء اللہ کی مدد کی نفی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مددگار بنا رکھا ہے۔ اور ان کی مدد منشائے الٰہی کے عین مطابق ہے۔ انبیاء کرام اسی واسطے مبعوث ہوئے ہیں کہ وہ انسان کی مدد کریں کہ ان کا تعلق باللہ قائم کر سکیں۔ اور اولیاء اللہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام عوام تک پہنچاتے ہیں اور اپنی کرامات کا اظہار کر کے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ڈنکا دنیا میں بجاتے ہیں۔ لوگوں کو کفر اور شرک سے نجات دلائیں اور اسلام کی صداقت کا یقین دلائیں' کیونکہ ان کی مدد اور کرامات لوگوں کو کفر سے بچاتی ہیں اور اسلام کے قبول کرنے میں معاون ہوتی ہیں جیسے کہ مندرجہ ذیل واقعہ میں اس کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب "اِذھب اِلیٰ فرعون اِنَّہ تغیٰ" کا حکم فرمایا کہ فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے اور اسے اس سرکشی سے روکو' تو اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی "واجعل لی وزیرا من اھلی ھارون اخی اشدد بہ" کہ مولیٰ تعالیٰ حضرت ہارون میرے بھائی کو میرا وزیر بنا دے جس سے میرے بازو کو قوت عطا ہو۔

حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے رائے پتھورا عرف پرتھوی راج کو' جو راجپوتانہ کا حکمران تھا' اپنی کرامات کے اِظہار سے اسے شکست دی۔ راجہ اللہ کے ولی کی مخالفت کر کے نہ صرف اپنی حکومت کھو بیٹھا بلکہ واصلِ جہنم ہو گیا اور اس کے اثر سے راجپوتانہ کے کفار حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ نوے لاکھ کفار نے اسلام قبول کیا' جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اولیاء ایسے مبلغِ دین ہیں جنہوں نے بغیر تلوار کے اسلام کا سکہ لوگوں کے دِلوں میں بٹھایا۔

اِن واقعات میں بالخصوص حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد کے واقعہ کے بارے میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ میرے سوائے میرے غیر کی مدد کیوں مانگی ہے بلکہ پیغمبر کی درخواست کو قبول کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد کی اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو نبی بنا دیا' حضرت جو موسیٰ علیہ السلام کی مدد کرنے والے' دین اِسلام کے بڑے مددگار اور معاون ثابت ہوئے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ انبیاء اور اولیاء کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ مددگار نہیں' سراسر دین اِسلام سے انکار ہے اور دین اسلام سے انکار کفر ہے کیونکہ اس سے قرآن کریم کی آیات کا انکار ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق بزرگانِ دین اور اللہ والوں کا سہارا لینا طریقہ انبیا اور اولیاء کرام ہے یہ لوگ خدا کے مقرر کردہ حاکم ہیں جن کی طرف رجوع کرنا سلطنت الٰہیہ کی وفادار ہی ہے' بغاوت اور شرک نہیں اور نہ کسی طرح ممنوع ہے۔ اس کے برخلاف خدا کے

نافرمان خودساختہ حاکموں سے مدد لینا شرک ہے ان کا یہ مدد لینا ان کی اپنی خودساختہ ایجاد ہے مگر سلطانی حکام کی طرف رُجوع کرنا خدا کے حکم کی تعمیل اور عین دین ہے۔

ثابت ہوا کہ یہ اعتراض مبنی صداقت نہیں' اُلٹا فرمانِ الٰہی کا انکار ہے' جو سراسر گمراہی اور بے دینی ہے اور ایسے لوگ عوام کو گمراہ کرتے ہیں' جس سے بچنا ہر اُمتی کا فرض ہے۔ ایسا عقیدہ منافقت کی دلیل ہے کہ خدا کو حاکم مان کر اس کے احکام کی خلاف ورزی ہے۔

اُلٹی عقل کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے
دے آدمی کو موت پر یہ بد ادا نہ دے

-•●•❖•●•-

اعتراض نمبر (۲)...... گستاخان رسول کا اعتراض ہے کہ "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" ﴿پ ا سورۃ الفاتحہ آیت نمبر ۴﴾ خدا کا فرمان ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ عبادت کی طرح مدد مانگنا بھی خدا ہی سے خالص ہے۔ جب غیرِ خدا کی عبادت شرک ہے تو غیر اللہ سے استمداد بھی شرک ہے۔

﴿جواب﴾...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "لَہٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" ﴿پ ا سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۱۶﴾ کہ اللہ ہی کی ہیں تمام چیزیں جو زمین و آسمان میں ہیں۔ اس کے باوجود معترضین گستاخ رسول ہو کر حضور سید عالم ﷺ کی مدد کے منکر تو ہوتے ہیں مگر دوسری طرف وہ اپنے گھر' کاروبار اور کھیتی باڑی کی تمام چیزوں پر ملکیت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ دُنیا کے حکام کو بھی مانتے ہیں۔ اُن سے مدد بھی لیتے ہیں' لہٰذا اپنے اس عقیدے کی بنا پر خود بھی مشرک گردانے جاتے ہیں کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق غیر خدا سے استمداد شرک ہے' لہٰذا اعتراض کر کے وہ خود مشرک ہو جاتے ہیں' جس کا

جواب ان کے پاس کوئی نہیں۔

یادرکھیں کہ حقیقی ملکیت اور مدد خدا تعالیٰ کی ہے مگر بندوں کی ملکیت اور مدد یہ عطائے الٰہی ہے اس لئے شرک نہیں ہوسکتی کہ یہ مدد خدا کی مدد ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ بندوں بزرگانِ دین' انبیاء' اولیاء سے مدد مانگنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل ہے' اسلئے دین الٰہی ہے' جس کا انکار کفر ہے۔

گستاخانِ رسول عبادت اور مدد کو برابر کا درجہ دیکر خود شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں کیونکہ عبادت صرف خدا کی ہے مگر دُنیا میں رہ کر انسان کا دوسرے انسانوں سے مدد لینا قانون الٰہی اور وسیلہ ہے۔ جیسے بچہ پیدا ہوتے ہی ماں باپ کا محتاج ہے کہ ان کے بغیر اس کی پیدائش ہی ناممکن تھی' پھر پیدائش کے بعد اس کی پرورش' تربیت' تعلیم وغیرہ ہر معاملہ میں مدد ضروری ہے۔ ان کی مدد کے بغیر نہ پرورش اور نہ تربیت' اسی طرح نہ تعلیم حاصل کرتا ہے اور نہ کاروبار کر سکتا ہے۔ اگر اس نے ملازمت اختیار کی تو افسرانِ بالا کی مدد کا محتاج ہے۔ اگر افسر ہے تو ماتحتوں کی مدد کا محتاج ہے۔ ہر کاروبار میں وہ دوسروں کی مدد کا محتاج ہے۔ گویا ہر معاملہ میں اسے مدد کی ضرورت ہے۔ اس لئے درد کو مثل عبادت کے شرک قرار دینے والے خود دُنیا میں آئے تو مشرک پیدا ہوئے اور ہر مرحلہ میں مدد حاصل کر کے مشرک ہی رہے۔ جو ثابت کرتا ہے کہ یہ عقیدہ حقیقت پر مبنی نہیں بلکہ سراسر باطل ہے اور یہ عقیدہ ان کی اپنی ایجاد ہے اور قانون الٰہی اور اس کے فرمان کے خلاف اور جملہ آیاتِ قرآنِ کریم کے خلاف ہے' اس لئے ایسے لوگ منکر قرآن اور کفر کے مرتکب ہیں اور یقینی گمراہ ہیں۔

اگر کسی سے مدد لینا یا مدد کرنا شرک ہوتا تو بچہ کی پیدائش سے لیکر ہر مرحلہ شرک کہلاتا۔ مدرسہ کے لئے چندہ لینا حرام ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی مدد ہے۔ استاد کا علم سکھانا مدد ہے' اسلئے شرک کہلاتا۔ غریبوں کی مدد کرنا شرک ہوتا۔ تو گورکن کا قبر کھودنے میں

مدد کرنا شرک کہلاتا۔ مردے کو دفن کرنا اسکی مدد کرنا شرک ہوتا الغرض ابتدا سے انتہا تک دنیا میں رہ کر شرک ہی شرک ہوتا' دین کا نام ہی نہ ہوتا۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ گستاخ رسول محض نافرمانی کے جواز کے لئے عبادت اور مدد کو شرک قرار دے کر قانونِ الٰہی کی نافرمانی کرنے پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں' ورنہ اسکی ذرہ بھر بھی حقیقت نہیں کیونکہ اسکے بغیر دنیا میں اس کا زندہ رہنا محال ہے۔ وہ نہ سفر کرسکتا ہے اور نہ کہیں کسی سے مل سکتا ہے کیونکہ یہ سب مدد میں شامل ہے۔ ثابت ہوا کہ ایسے لوگ گستاخی رسول کے مرتکب ہو کر ملحد ہو چکے ہیں کہ وہ قانون خداوندی کو غلط طور پر پیش کر کے دین اسلام کی توہین کے مرتکب ہیں' اور جو آیات بتوں اور غیر خدا کی عبادت سے منع کرنے کے لئے نازل ہوئی ہیں یہ انکو ان اہل ایمان پر تھوپنے کی جرأت کرتے ہیں جو فرمانِ الٰہی کے مطابق مدد کرنے اور مدد لینے پر ایمان رکھتے ہیں۔ کافر "کالی مائی تیری دہائی" کے الفاظ بتوں کی پرستش کے وقت نکالتے ہیں' جو غیر خدا ہیں اور عرب کے بت پرست لوگ اللہ کو پکارتے تھے۔ اسکے علاوہ مومن مدد کو منجانب اللہ سمجھ کر دین پر عمل کرتے ہیں اور اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں۔

-•●•❖•●•-

اعتراض نمبر (۳)...... گستاخان رسول کا تیسرا اعتراض۔ "مشکوٰۃ کتاب الرقاق الانذار والتحذیر پہلی فصل" میں بیان ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

"لَا اُغْنِیْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا" ترجمہ: میں تمہاری مدد نہیں کرسکتا۔ جب آپ سے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی مدد نہ ہوسکی تو وہ دوسروں کی مدد کیسے کرسکتے ہیں؟۔

جواب...... حضور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد "وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ" ﴿پ ۱۹ سورۃ الشعراء آیت نمبر ۲۱۴﴾ کے فرمان الٰہی کے سلسلے میں ہوا' جس میں یہ

بیان ہوا ہے کہ خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ‘ کیونکہ اس کے بغیر نجات ناممکن ہے۔ اسی ضمن میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ اے فاطمہ! اگر تم نے اِسلام قبول نہ کیا اور خدا اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائیں تو میں خدا کے مقابل ہو کر تم کو عذاب سے نہ بچا سکوں گا۔ جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ ایمان لے آؤ اور کشتی میں سوار ہو کر میری مدد حاصل کر لو ورنہ عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے اور میں تمہیں بچا نہ سکوں گا‘ مگر وہ ایمان نہ لایا اور نبی کی مدد سے انکار کیا۔ اس نے کہا کہ پہاڑ پر چڑھ کر بچ جاؤں گا۔ یعنی اس نے نبی کی مدد کو ٹھکرا دیا‘ جو اصل میں خدا کی مدد تھی‘ اس کے برخلاف غیرِ خدا یعنی پہاڑ کی مدد پر بھروسہ کیا تو غرق ہو گیا اور واصلِ جہنم ہو گیا۔

گستاخانِ رسول حقیقت کو جھٹلاتے ہیں‘ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا ارشاد جو مدد کے متعلق ہے وہ یوں ہے۔

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ

﴿پ ۲۵ سورۃ الزخرف آیت نمبر ۶۷﴾

ترجمہ:- پرہیزگاروں کے سوائے سارے دولت والے ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاروں کو مستثنیٰ کر کے خود اس مدد کی وضاحت فرما دی ہے کہ تقویٰ پر مدد دین اسلام ہے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود گناہ کبیرہ والوں کی مدد فرمائیں گے۔ اور انکی شفاعت کریں گے بلکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق جو بچہ شیر خوارگی میں فوت ہو گیا ہو گا وہ اپنے ماں باپ کی مدد کرے گا اور جنت میں مقام دلائے گا۔

جب قیامت میں مددگار ہونا مومنوں کے لئے ثابت ہے‘ جیسا کہ حضور نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم خود مددگار ہوں گے۔ شیر خوار بچے مددگار ہونگے۔ قرآن کریم شفاعت کر کے مدد کرے گا۔ ماہ رمضان شفاعت کر کے مدد کریگا۔ حجر اسود شفاعت کر کے مدد کریگا۔ لہٰذا مختلف صورتوں میں مدد ظاہر ہوگی اور مدد کے منکر اس مدد کا شرک کی آڑ میں انکار کرتے ہیں۔ انکے اس عقیدے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ دین اسلام کے منکر ہیں کیونکہ قرآن کریم کی جملہ بیان کردہ آیات کے صریح منکر ہیں۔ لہٰذا ان کے اس انکار کی بنا پر ان کا خاتمہ بالخیر کیونکر ممکن ہے!!

-•●•❖•●•-

اعتراض نمبر (۴)...... گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا چوتھا اعتراض کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ میں اگر کچھ طاقت ہوتی تو خود دشمنوں سے شہید نہ ہوتے۔ جب وہ اپنی مصیبت دُور نہ کر سکے تو دوسروں کی مدد کیا کر سکتے ہیں؟۔ بلکہ خدا نے فرمایا ہے۔ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ﴿پ ۱۷ سورۃ الحج آیت نمبر ۷۳﴾ کہ وہ تو لکھی کو روک نہیں سکتے اگر وہ ان سے کچھ چیز چھین کر لے جائے تو اس سے واپس نہیں لے سکتے۔

﴿جواب﴾...... اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا عطا فرمایا تھا جو اس قابل تھا کہ اسنے جادوگروں کے سارے سانپ کھالئے۔ جس میں یہ طاقت تھی وہ فرعون کو بھی کھا سکتا تھا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ طاقت استعمال نہ کی کیونکہ اسمیں رضائے الٰہی نہ تھی۔ رضا الٰہی یہ تھی کہ وہ دریا کے بیچ میں غرق ہو۔ عصا کے معجزہ سے ہی دریا کو پھاڑا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحابی اور آپ کی قوم پار ہو گئے مگر فرعون اسی میں غرق ہوا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میں یہ طاقت تھی کہ وہ بددعا کر کے یزید اور اسکے لشکر کو ختم کر سکتے۔ مگر ایسا کرنا رضائے الٰہی نہ تھی رضائے الٰہی اس میں تھی کہ یزید کے ظلم پر اسکو سزا ملے اور واصل جہنم ہو۔ اسکے لشکر کے سرداروں کے سر قلم کئے جائیں اور

مختار ثقفی کے سامنے پیش ہوں، اور دنیا کو سبق ملے کہ ظالم لوگ خود بھی دنیا میں ذلیل ہوتے ہیں اور عذابِ جہنم بھی ان کے تیار ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میں طاقت تھی کہ وہ کربلا میں حوضِ کوثر سے پانی حاصل کر لیتے کیونکہ ان کے لئے فرات کے پانی کی حقیقت ہی کیا تھی کیونکہ وہ ولی اللہ تھے۔ مگر رضائے الٰہی اس میں تھی کہ وہ اس لئے ایسی نہ تھے امتحان کے وقت اس مصیبت کے وقت صبر کے پرچے کو کیسے حل کرتے ہیں۔ اور یہ کہ دینِ حقہ کی مدد کے لئے وہ سب کچھ فرمان کر کے اسلام کو کیسے سر بلند کرتے ہیں، اور بنائے "لا الہ" کیسے ثابت ہوتے ہیں۔ جب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم انکے نانا اپنی انگلیوں سے پانی کے چشمے بہانے والے تھے تو حضرت امام حسین علیہ السلام انکے دین پر قربان ہونے والے تھے اس لئے وہ بھی ایسا کر سکتے تھے مگر نہ کیا کہ آزمائش تھی۔ انکی وہی حالت تھی جو ایک روزہ دار کی ہوتی ہے کہ ماہ رمضان میں روزے دار کے پاس پانی موجود ہوتا ہے مگر پیتا نہیں اسکے کہ استعمال میں رضائے الٰہی نہیں ہوتی، بلکہ پانی نہ پی کر روزے کا اِحترام کرنا منظور ہوتا ہے۔ یہی حالت امام حسین رضی اللہ عنہ کی تھی کہ باوجود طاقت اور قدرت کے اپنی طاقت کو استعمال نہ کیا کہ اسمیں رضائے الٰہی یہی تھی کہ وہ شہادت کا مقام حاصل کر کے سید الشہداء کا درجہ پائیں اور قیامت تک دنیا کو اسکا سبق دے گئے کہ باطل قوتوں کے آگے جھکنا نہیں۔

ثابت ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی طاقت روحانی کے منکر روحِ اِسلام کے منکر ہیں۔ کیونکہ وہ نہ ولی طاقت کو مانتے ہیں اور نہ ہی انکی مدد کے قائل ہیں۔ وہ مثل شیطان کے سیدھے خدا تک رسائی چاہتے ہیں اور نسبت رسول پر انکا ایمان ہی نہیں اور محض منافقت کا اظہار ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولایت کے مقام پر فائز ہو کر شہادت کو ترجیح دی۔ یہ انکی کمزوری نہ تھی، بلکہ ولایت کے مقام کا امتحان تھا۔ اسلئے مصیبت دفع کرنے کا سوال

ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور کسی کی آیت کو جو بتوں کے خلاف انکی بے بسی پر اُتری گستاخان رسول اس کو ولیوں پر چسپاں کر کے دین حقہ کی تکذیب کے مرتکب ہوتے ہیں کیونکہ انکی یہ سراسر تکذیب دین ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کا یہ مقام تھا کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اعلان فرما دیا تھا کہ جو کل وہ اس کو بھیجیں گے جو خیبر کا قلعہ فتح کر کے آئیگا اور یہی ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قلعہ کا دروازہ جو ستر آدمی مل کر بھی نہ اُٹھا سکتے تھے' اپنے ہاتھوں سے اکھیڑ کر صرف ایک اِشارہ سے علیحدہ کر لیا اور اپنے ہاتھوں پر اُس کو بطورِ ڈھال اُٹھائے رکھا' پھر اس کو دُور پھینک دیا' اور خیبر کا قلعہ فتح کر کے اپنی ولایت کا ثبوت دیا' جو ان کی روحانی طاقت کا زندہ ثبوت ہے مگر گمراہ لوگوں کو روحانی طاقت نہ نصیب ہو سکتی ہے نہ اس پر ان کا ایمان ہو سکتا ہے۔ وہ خود محروم ہیں اور ہر شخص کو محروم ہی سمجھتے ہیں۔ ان کی مثل اس کبڑی بڑھیا کی ہے جو ساری دُنیا کو کبڑا ہونا پسند کرتی ہے مگر اپنے لئے دُعا نہیں کرتی کہ وہ خود دُرست ہو جائے کیونکہ وہ محرومی کا شکار ہے۔ اس لئے لہٰذا گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی محرومی کا شکار ہیں دیندار نہیں ہو سکتے۔ یہ گمراہ ہو چکے ہیں اور ان کو یہ سزا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی بنا پر ملی ہے۔

-◆●◆❖◆●◆-

اعتراض نمبر (۵)...... پانچواں اعتراض کر کے گستاخانِ رسول نے اپنی بدباطنی کا ثبوت یوں دیا ہے کہ بزرگانِ دین کو دیکھا گیا ہے وہ بڑھاپے میں چل پھر نہیں سکتے۔ لہٰذا بعد از وفات وہ بالکل بے دست و پا ہو جاتے ہیں۔ پھر ایسے کمزوروں سے مدد لینا لغو ہے کہ مثل بتوں کی مدد کے ہے جب کہ بیان ہے وَاِنْ یَّسْلُبْھُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا لَّا یَسْتَنْقِذُوْہُ مِنْہُ ﴿پ ۱۷ سورۃ الحج آیت نمبر ۷۳﴾ کہ یہ ولی قبروں سے مکھی بھی دفع نہیں کر سکتے تمہاری مدد کیا کریں گے۔

جواب...... خانہ کعبہ میں تین سو بت رہے مگر ان کو خود خدائے تعالیٰ نے

دُور نہ کیا' اس کے لئے سرورِ کائنات' فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا کہ وہ جا کر بتوں سے خانہ کعبہ کو پاک کریں۔ گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کیا یہ خدا کی کمزوری ہے کہ وہ خود اپنے گھر کو بتوں کی نجاست سے پاک نہ کر سکے۔ اگر نہیں' بلکہ یہ اسکا قانون ہے کہ وہ ایسا کام اپنے مقرر کردہ مقربین سے کراتا ہے تو اولیاء اور بزرگانِ دین' انبیائے کرام کی مدد کو لغو اور مثل بتوں کے بے بس قرار دینے والے خدا کے قانوں کے منکر ہیں۔ یہ لوگ حقیقت سے بے خبر ہیں اور دین اِسلام کی تضحیک اور ٹھٹھا کرنا جو ان کی لغویات ہیں یہ سب ان کے دین میں شامل ہیں۔ یہ خود لغو ہیں اور انکے عقائد باطلہ ہی لغو ہیں۔

حقیقت یہ کہ اِنسان کی جسمانی کمزوریاں اولیاء اللہ کی روحانی طاقت سے تعلق نہیں رکھتیں بلکہ اثر یہ ہے کہ جوں جوں جسم کمزور ہوتا ہے روح میں کمزوری کی بجائے ترقی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ موت کے بعد اُن کی روحانی طاقت جسم سے آزاد ہو کر قوی تر ہو جاتی ہے۔ روح کو موت نہیں کیونکہ وہ تو اَمرِ ربی ہے' اور قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ ﴿پ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۸۵﴾ کے فرمانِ الٰہی سے واضح ہے کہ روح امر ربی سے ہے۔ یہ معلوم ہے کہ صاحب امر خدا کی ذات ہے جس کو فنا نہیں۔ لہٰذا اس کے امر کو بھی فنا نہیں۔ بلکہ وہ تو صرف جسم سے جدا ہوتا ہے۔ روح کو موت نہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ صاحب قبر جب دفن کیا جاتا ہے تو دفن کرنے والوں اور عزیزوں کی آوازوں کو سنتا ہے' بلکہ ان کے جوتوں کے چلنے کی آواز بھی سنتا ہے جو ان کے قدموں سے پیدا ہوتی ہے۔ انبیاء کرام کا مقام تو اِتنا بلند ہے کہ وہ قبر میں نماز پڑھتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث پاک سے ثابت ہے کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا اور اِس کا بیان پہلے کر چکے ہیں۔

ثابت یہ ہوا کہ جب انبیاء علیہم السلام اپنی نماز سے غافل نہیں ہوتے تو مقامِ نبوت سے کیونکر غافل ہو سکتے ہیں۔ خدا کی عطا سے اولیاء بھی ولایت سے غافل نہیں ہوتے کیونکہ ان کی ولایت بھی بعد از وفات نہ فنا ہوتی ہے' نہ ختم ہوتی ہے کہ" وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿پ ۱۱ سورۂ یونس آیت نمبر ۶۲﴾ ان کا مقام ہے۔ وہ صاحب تقویٰ ہیں ان کے لئے دُنیا میں اور آخرت میں خوشخبری مقدر بن چکی ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے" وللآخرۃ خیر لك من الاولیٰ " آپ کی ہر بعد گھڑی پہلی سے ہر آن بہتر ہے۔ یہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا زندہ ثبوت ہے اور خدا کی عطا سے اولیاء کا مقام" وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ " ﴿البقرہ: ۱۵۴﴾ ہے کہ وہ زندہ ہیں لیکن ان کی زندگی کا عوام شعور نہیں رکھتے۔ لہٰذا ان کا مقام ولایت ختم نہیں ہوتا۔ جب مدد کی بنیاد جسم پر نہیں بلکہ استمد اد روحانی ہوتی ہے جو فانی نہیں تو مدد سے انکار اور روگردانی گمراہی ہے۔ کیونکہ کفار روحانی طاقت سے خالی ان بتوں کو پوجتے ہیں جن میں روح نہیں ہوتی۔ انکی مثل انبیاء و اولیاء کو گردانتے والے بتوں کے متعلق آیات ان پر چسپاں کرتے ہیں اور انکی بے بسی بیان کر کے سراسر جھوٹ بولتے ہیں۔

ولایت کا مقام اتنا بلند ہے کہ تفسیر روح البیان میں زیر آیت يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا ﴿پ ۱۰ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۳۷﴾ ہے کہ کفار ایک برس (کسی مہینے کو) حلال قرار دیتے ہیں اور ایک برس حرام قرار دیتے ہیں۔ یہ بیان قابل غور ہے کہ حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم کو جب زہر کی شیشی پیش کی گئی تو اُنہوں نے زہر پیا مگر اس کا ان پر اثر نہ ہوا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں زہر ملا گوشت کھایا مگر اثر نہ ہوا۔ یہ واضح کرتا ہے کہ حقیقت ولایت اور نبوت پر زہر کا اثر نہیں ہوتا مگر بوقت وفات اس زہر کا اثر بشریت پر ہوا جس سے موت بشریت پر طاری ہوتی

ہے' روحانیت پر نہیں۔ اس لئے وہ تا ابد قائم رہتی ہے۔

انبیاء و اولیاء کے ارواح پاک میں جس قدر روحانی طاقت ہوتی ہے وہ موت سے ختم نہیں ہو جاتی بلکہ قائم رہتی ہے۔ لہٰذا ان پر مکھی کی مثال چسپاں کرنا ان کی روحانی طاقت کی سراسر توہین اور گستاخی ہے' اور اسی بنا پر جو گستاخ رسول ہیں وہ گستاخ اولیاء بدرجہ اولیٰ ہیں۔ جب ان کا نظریہ نبوت کی توہین ہے تو ولایت کی توہین کیوں نہ کریں' مگر یاد رکھیں کہ ولایت بھی خدا کی ذات سے عطا ہوتی ہے لہٰذا اُن کا ایمان کا دعویٰ کس بنا پر قائم رہ سکتا ہے۔ فرعون' نمرود' شداد' ابوجہل اور دوسرے کفار کے سرغنہ لوگوں نے انبیاء کی توہین کی تو برباد ہو گئے' تو ایسے گستاخ کیسے بچ سکتے ہیں۔ لہٰذا بڑھاپے میں کمزوری کا اعتراض سراسر لغو اور بے بنیاد ہے۔ دراصل ان کی گستاخی نبوت اور ولایت کے مقام کے ساتھ ہے جو کفر کی جڑ ہے اس لئے ان کے ایمان کے دعویٰ کی خدا کے نزدیک مقبولیت ناممکن ہے۔

-•●•❖•●•-

اعتراض نمبر (۶)...... گستاخانِ رسول کا چھٹا اعتراض یہ ہے کہ ''دُرِ مختار باب المرتدین'' سے ثابت ہوتا ہے کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاء للہ کہنا کفر ہے؟

جواب...... فقیروں کو خیرات دینا قابل ثواب اور عین دین ہے مگر فقیر جب کہتا ہے' کہ مجھے اللہ کے لئے کچھ دو تو اسکے الفاظ سے کیا یہ مراد لی جائے کہ خدا تمہارا احتاج ہے اسکے لئے میں مانگنے آیا ہوں لہٰذا مجھے دو' تو یہ کفر ہوگا کیونکہ خدا کسی کا محتاج نہیں۔ مگر سائل کی یہ نیت ہرگز نہیں ہوتی بلکہ وہ تو خدا کی راہ مدد حاصل کرنا چاہتا ہے اس لئے یہ کفر نہ ہوگا۔

اسکی ''شرح شامی'' میں وضاحت ہے کہ اگر اس کے صحیح معنی کی نیت کی جائے کہ اللہ کے لئے مجھے دو تو یہ جائز ہے کفر نہیں اور شیئا للہ کا یہی مطلب ہے' اسلئے کفر کیسے ہو

گیا۔

-•●•❖•●•-

اعتراض نمبر (۷)......ساتواں اعتراض گستاخانِ رسول کا یہ ہے کہ خدا کے بندے ہو کر غیر کے پاس کیوں جائیں؟ ہم اس کے بندے ہیں اس لئے ہمیں چاہیے کہ اس سے حاجتیں مانگیں۔

جواب...... ہم خدا کے بندے ہیں اور خدا کے حکم سے خدا کے مقبول بندوں کے پاس جاتے ہیں جو کہ سلطنت الٰہیہ کے مقرر کردہ افسر ہیں۔لہٰذا خدا کے حکم پر عمل کر کے ان کے پاس جانا خدا کے فرمان کی تعمیل میں ہے اور ہماری اپنی ایجاد نہیں ہے' اسلئے یہ سراسر دین حقہ پر عمل ہے اور عین دین اسلام ہے۔اس فرمان سے انکار کرنے والے ان تمام آیاتِ قرآنِ کریم اور احادیث نبویہ کے منکر اور گمراہ ہیں کیونکہ یہ خود ہی منکر قرآن اور فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے رُوگردانی کرنے والے ہیں۔لہٰذا ایسا عقیدہ سراسر بے دینی اور گمراہی ہے کہ خدا کے مقرر کردہ قوانین کے مطابق اسکے مقرر کردہ افسران کے پاس جانے سے انکار کیا جائے۔ان کے مطابق تو بلکہ ماں باپ کی مدد کو شرک کہا جائے۔جب ایسے لوگ پیدائش سے لیکر قبر تک دوسروں کی مدد کے محتاج ہیں اور ہر قدم پر مدد حاصل کر کے کامیاب ہوتے ہیں تو پھر ان کا یہ عقیدہ انکے لئے گمراہی ہے کیونکہ وہ تمام عمر شرک میں مبتلا رہے اور دعویٰ یہ ہے کہ ہم انکے پاس کیوں جائیں۔

-•●•❖•●•-

اعتراض نمبر (۸)......قرآن کریم نے کفار کا کفر یہ بھی بیان کیا ہے کہ وہ بتوں سے مدد مانگ کر مشرک ہونے اور تم اولیاء سے مدد مانگ کر مشرک ہوئے۔

جواب...... ہم خدا کے فرمان کے مطابق عمل کر کے اور سنت انبیاء کے

اوپر چل کے اولیاء کرام سے مدد حاصل کرتے ہیں۔ گستاخانِ رسول غیر خدا جیسے اغنیاء سے چندہ مانگ کر' پولیس کی مدد مانگ کر' حاکم وقت کی مدد مانگ کر شرک کے مرتکب ہوتے ہیں کیونکہ یہ تمام مدد اور چندہ کا سلسلہ انکے عقیدہ باطلہ کے مطابق شرک ہے۔ اہل سنت و جماعت خدا کے حکم کے مطابق عمل کر کے دین دار بنتے ہیں' کیونکہ مومن خدا کے فرمان پر عمل کر کے خدا کی رحمت کا حق دار بنتا ہے مگر گمراہ اس حکم سے منہ موڑ کر گمراہ ہو جاتا ہے' اور حقیقت یہ ہے کہ وہ لعنت کا مستحق ہو جاتا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس پر خدا کی لعنت ہے اس کا مددگار کوئی بھی نہیں ہوتا۔

-◆●◆❖◆●◆-

اعتراض نمبر (۹)...... ''شرح فقہ اکبر'' میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے آگ میں پہنچ کر حضرت جبریل علیہ السلام کے پوچھنے پر بھی ان سے مدد نہ مانگی بلکہ فرمایا کہ اے جبریل! تم سے کوئی حاجت نہیں۔ اگر غیر خدا سے حاجت مانگنا جائز ہوتا تو ایسی شدت میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام جناب جبریل علیہ السلام سے مدد کیوں نہ طلب کر لیتے؟۔

جواب...... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو خدا تعالیٰ سے بھی مدد کی دعا نہ کی بلکہ فرمایا کہ اے جبریل! نہ تجھ سے مدد کی ضرورت ہے اور نہ خدا سے ہی التجا کرتا ہوں کیونکہ وہ تو خود جانتا ہے' اسکو بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اصل میں یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے امتحان کا وقت تھا۔ اس لئے اندیشہ تھا کہ حرف شکایت منہ سے نکل گیا تو خدا تعالیٰ کو ناپسندیدہ ہو جائے گا۔

اسی طرح سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے دے دی تھی' مگر اسکے دفع کی دعا نہ فرمائی اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے دعا کی کہ حضرت حسین علیہ السلام کی شہادت کو روکتے' کیونکہ ان کو سید

الشہداء کا مقام عطا ہونا تھا جو بہت بڑی کامیابی ہے۔ لہٰذا انبیاء اور اولیاء سے دعا کرانے کی مخالفت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے خود حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے پاس دُعا کرانے کے لئے بھیجا اور انہوں نے امت کے حق میں دعا کی' اسکے لئے حضور ﷺ نے اویس رضی اللہ عنہ کو اپنا جبہ مبارک تحفہ میں بھیجا اور اسلام بھی تاکہ ثابت ہو جائے کہ عقیدہ ولیوں کے پاس جانے اور ان سے دعا کرانے سے روکنا نہیں ہے' مخالفین عمل سنت صحابہ اور سنت رسول ﷺ اور اولیائے کرام کے مسلک کی مخالفت ہے اس لئے گمراہی ہے۔ دُعا تو خدا سے ہی مانگی جاتی ہے مگر اس کے لئے بزرگان دین کا وسیلہ بھی سنت انبیاء اور سنت صحابہ کرام ہے۔ انکی مدد خدا کے حکم کے مطابق ہے' اسلئے دین متن پر عمل ہے۔

-•●•❖•●•-

اعتراض نمبر (۱۰)...... گستاخان رسول کا یہ عقیدہ کہ زندوں سے مدد مانگنا جائز ہے مگر مردوں سے نہیں کیونکہ زندوں میں مدد کی طاقت ہے مردوں میں نہیں لہٰذا شرک ہے' یہ بھی سراسر گمراہی ہے اور اس کا جواب بھی ملاحظہ کریں۔

جواب...... حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت تا قیامت قائم ہے اور خدا کے فرمان کے مطابق مقام نبوت سارے عالم کی مدد کر رہی ہے حالانکہ حضور خاتم الانبیاء ﷺ کا وصال ہو چکا ہے۔ حضور ﷺ کے نام کی مدد سے کافر ایمان نصیب ہوتا ہے۔ نیک اعمال کی توفیق ملتی ہے۔ جنت کا مقام اور دوزخ سے نجات ملتی ہے۔ حضور رسول اکرم ﷺ کی مدد سے کافر پلید کو پاکیزگی عطا ہوتی ہے اور حضور رسول اکرم ﷺ کی مدد سے دنیا میں قطب' ابدال اور ولیوں کو مقام ملتا ہے۔ علمائے ربانی کا مقام بھی حضور رسول اکرم ﷺ کی مدد کے بغیر ناممکن ہے۔ حافظ' قاری اور مومن سب حضور رسول

اکرم ﷺ کی مدد اور نظر کرم سے فیض پا کر دنیا کے لئے ہدایت کا وسیلہ بنتے ہیں' پھر بھی گستاخ رسول ﷺ انکار کریں تو یہ سراسر گمراہی ہے' دین اسلام سے نحراف ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے اَڑھائی ہزار برس بعد شب معراج امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی' اُمت محمدیہ کی مدد کی کہ پچاس نمازوں کو کم کروانے میں مدد کی اور پانچ نمازیں مقرر ہوئیں۔ یہ مدد ثابت کرتی ہے کہ بعد از وفات انبیاء مدد کرتے ہیں اور اولیاء اللہ جو حضور کے غلام ہیں وہ بھی مدد کرتے ہیں۔ گستاخانِ رسول کو چاہیے کہ وہ پچاس نمازیں پڑھیں کیونکہ پانچ نمازیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد سے ہوئیں جوان کے نزدیک شرک ہے۔ کیونکہ اسمیں غیر اللہ کی مدد شامل ہے۔ اسلئے یہ سب سے بڑے مشرک ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ مردوں کی مدد سے پانچ نمازیں پڑھتے ہیں' مگر حقیقت میں یہ لوگ زندوں کو مردہ کہتے ہیں۔

یہ لوگ خدا کے فرمان وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿پ۲ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۵۴﴾ کے منکر ہیں اسلئے اولیاء اللہ کو مردہ کہتے ہیں' حالانکہ وہ زندہ ہیں اور ان سے مدد حاصل کرنا عین دین اسلام اور جائز ہے۔ جب ڈوب کر مرنے والا شہید ہے۔ جل کر مرنے والا۔ طاعون سے مرنے والا۔ وہ عورت جو زچگی میں فوت ہو' طالب علم اور وہ مسافر کو حادثہ میں وفات پائے یہ سب مرنے والے شہید ہیں ان سب کو مردہ کہنا فرمانِ الٰہی کے خلاف ہے۔ جو لوگ عشق الٰہی میں نفس کے ساتھ جہاد میں شہید ہوئے انکو مردہ کہنے والے گمراہ ہیں' کیونکہ اللہ کی راہ میں قتل ہونے کا لفظ ہے' اسمیں تلوار کا ذکر نہیں آیا اسلئے عشقِ الٰہی میں قتل ہونے والے بدرجہ اولیٰ شہید ہے' جو اولیائے کرام ہیں۔

اسی بنا پر امام غزالی تو یہ فرماتے ہیں کہ جس سے زندگی میں مدد لینا جائز ہے بعد وفات بھی اس سے مدد لینی جائز ہے اور یہی مسلک اہل سنت و جماعت کا ہے۔

دیوبندی، وہابی، نجدی عقائد سراسر باطل ہیں جیسا کہ کتاب وسنت سے ثابت ہو چکا ہے اسلئے وہ قابلِ عمل نہیں۔ مومن وہی ہے جو قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی روشنی میں مسائل کو حق مانے، اسکے ماسوائے گمراہی ہے۔

کون سا اشک درِ پاک پہ ہو جائے قبول
یہ نگینہ انہی پلکوں پہ سجائے رکھنا
شہر طیبہ کی انہیں راہوں سے وہ گزرے تھے
اپنی آنکھیں انہی راہوں پہ بچھائے رکھنا
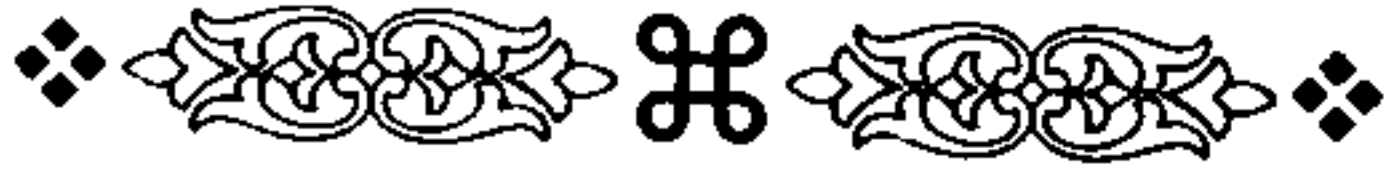
اولیاء اللہ علیہم الرحمۃ کے پاس جانے اور دُعا کرانے کا ثبوت

اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کے پاس جانے اور دُعا کرانے کا ثبوت

اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کی شان کے منکر اس لئے گمراہ ہیں کہ وہ آیاتِ قرآنِ کریم اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں جن کے اندر بھی اِس کا ثبوت موجود ہے۔ جیسا کہ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے' اس کے مطابق اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کی خدمت میں جانا اور ان سے دُعا کرانا فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل ہے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت پر عمل ہے۔ لہٰذا جو لوگ اولیاء اللہ کی صحبت اور ان کے فیض کے حصول میں مخالفت کرتے ہیں اور درحقیقت احکاماتِ الٰہیہ اور فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت صحابہ کرام کی مخالفت کر کے گمراہی مول لیتے ہیں۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ملاحظہ کریں۔ ''مشکوٰۃ شریف'' میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا غلام اویس مقبول بارگاہ رب العزت ہے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے' حالانکہ وہ صحابی کا مقام نہیں پاسکا' کیونکہ وہ مجبور ہے اور اس کی مجبوری اس کی بوڑھی اور کمزور ماں ہے' جس کی خدمت کا وہ واحد کفیل فرد ہے' جس کے باعث وہ بظاہر میرے پاس نہیں آسکا' تاکہ نبی کی زیارت کر کے صحابی کا مقام پاسکے' مگر روحانی طور پر وہ ہمیشہ میرے قریب رہتا ہے۔ اس کا حُلیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کے ہاتھ پر درہم کے برابر سفید برص کا داغ ہے لہٰذا' اس سے دعا کراؤ۔ اور اس حکم کی تعمیل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے خاص صحابہ کو فرمایا

کہ اویس سے ملو جو قرن میں رہتا ہے' اس کو میرا جبہ مبارک پیش کرو' اور میرا سلام پہنچاؤ اور کہو کہ امت کی بخشش کے لئے دعا کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کا حکم بجا لائے اور شہر قرن میں پہنچے اور حلیے کے مطابق پہچان کران کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام اور جبہ مبارک پیش کیا اور دعا کیلئے خدا کے رسول کا فرمان سنایا۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اس پر رو پڑے کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ناچیز کو اس قدر یاد فرمایا ہے۔ تحفہ قبول کر کے سامنے رکھا۔ اس کے وسیلے سے بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہو گئے' اور دعا میں بہت گریہ وزاری کی' یہاں تک کہ دعا قبول ہو گئی۔ مگر چونکہ صحابہ کرام کی واپسی کا پروگرام تھا اس لئے زیادہ انتظار نہ کر سکے اس لئے دعا کی قبولیت میں جلدی کا اظہار کیا۔ پھر بھی یہ مقام ملا کہ بے شمار اُمت ان کی دعا سے جنت میں داخل ہو گی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اور اس پر عمل اس بات کی دلیل ہے کہ اولیاء اللہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کے مظہر ہیں' لہٰذا ان سے دعا کرا کر فیض حاصل کرنا عین دین وایمان ہے۔ ان کی خدمت میں حاضری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ اور جو لوگ اولیاء اللہ کے وسیلے کے منکر ہیں وہ درحقیقت خدا کے فرمان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور صحابہ کرام کے عمل کے مخالف ہیں اور یہ صریحاً گمراہی کا بین ثبوت ہے۔

پیمبر جس عمل کا حکم دے کرنے پہ جھک جائیں
پیمبر روک دے جس کام سے فی الفور رک جائیں
فلک ٹوٹے زمیں پھٹ جائے موت آئے کہ دم نکلے
مگر ہرگز نہ ہادی کی اطاعت سے قدم نکلے

-•●•❖•●•-

-•●•❖•●•-

متاں کسے چرواہے نوں برا آکھیں چار بکریاں خود سرکار گئے نیں
کسے کالے نوں نیچ نہ سمجھ بیٹھیں، حبشی جان حضور اُتوں وار گئے نیں
ہر جرنیل نوں بھیڑا نہ آکھدا رہیں عمر جئے بن سپہ سالار گئے نیں
داڑھی اُتے اعتراض نہ کر بیٹھیں سنت جاری اے کر سرکار گئے نیں
طعنہ کسے مزدور نوں مت دیناں نبی اللہ دے کعبہ اُسار گئے نیں
کسے نعت خواں نال نہ حسد رکھیں پڑھ نعت حسان دلدار گئے نیں
برا کہویں نہ کسے خطیب تائیں خطبے نبی دے دین سنوار گئے نیں
کسے جٹ نوں معنہ نہ کدی ماریں باوا آدم جئے کر ایہہ کار گئے نیں
کسے بردے دے عیب ناں کڈھ بیٹھیں یوسف نبی جئے وک بازار گئے نیں
کسے کمیں نوں نیچ نہ سمجھیا کر آپ کمیاں تائیں وی تار گئے نیں
میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دے کمیں قسم رب دی رنگ چاہڑھ گئے نیں ڈبے تار گئے نیں
ناصر جان حضور اُتوں اِنج واریں جیویں وار حضور دے یار گئے نیں
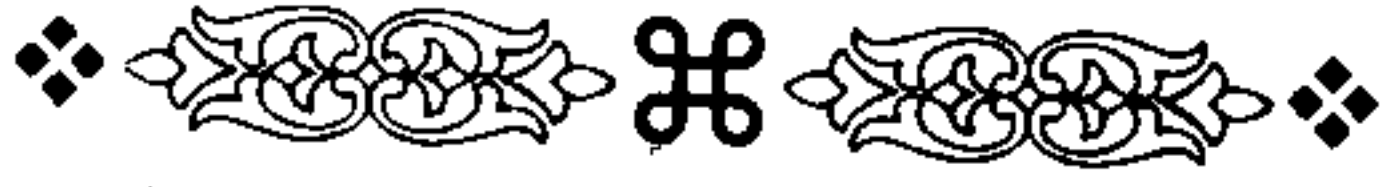
-•●•❖•●•-

صحبت صالحین باعث نجات

صحبت صالحین باعث نجات

''سورۂ کہف'' کے اندر ''اصحابِ کہف'' کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔ انکی صحبت میں رہنے والے ایک ''کتے'' کا بیان بھی ساتھ ہی کر دیا ہے کہ کتا ان کی چوکیداری کے لئے غار کے منہ پر بیٹھا رہا تو وہ بھی انکا مقام پا گیا۔ جہاں ولیوں کا مقام بلند ہوا اور وہ ۳۰۹ رسال تک سوتے رہے، مگر موت واقع نہ ہوئی اور خدا نے ان کی نگہبانی کی، کہ فرمایا......

''وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ'' ﴿پ۱۵ سورۃ الکہف آیت نمبر ۱۸﴾

کہ ان کی کروٹیں دائیں بائیں بدلنے کا انتظام فرمایا، وہاں کتے کے بارے میں فرمایا ''وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ'' ﴿پ۱۵ سورۃ الکہف آیت نمبر ۱۸﴾ کہ اُن کا کتا اپنی کلائیاں بچھائے غار کے منہ پڑا رہا اور وہ بھی انکے ساتھ ۳۰۹ رسال تک زندہ رہا۔ نہ ولیوں نے کچھ کھایا پیا اور نہ ہی کتے نے کچھ کھایا پیا۔ یہ اثر کتے پر ہوا جو ولیوں کی کرامت تھی۔

اصحاب کہف ولی اللہ جنتی قرار پائے تو کتا بھی جنتی قرار پایا۔ گویا نیکوں کی صحبت کا اثر جانوروں پر بھی ہو جاتا ہے تو پھر انسان نیکوں کی صحبت میں رہ کر کیونکر محروم ہو سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پھول کے ساتھ گھاس بھی گلدستہ میں پہنچ جاتا ہے اور لکڑی کے ساتھ لوہا تیرنے لگتا ہے اور ڈوبتا نہیں تو پھر انسان کیوں کر نہ فیض پائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دراز

گوش اور حضور سید عالم ﷺ کی اونٹنی بھی جنت میں جائینگی کہ جب کتا ولیوں کی صحبت سے جنتی ہو گیا تو نبیوں کی صحبت میں یہ جانور کیسے جنتی نہ ہونگے۔ بادام کا چھلکا جب مغز کے ساتھ قربت پا جاتا ہے تو گنہگار بندہ مقبولانِ بارگاہ کی صحبت سے فیض کیوں نہیں پا سکتا۔ ثابت ہوا کہ ولیوں کی صحبت کے منکر صریحا گمراہ ہیں۔

تمہارے حسن کا کوئی جواب نہیں
غروب ہو جائے جو وہ آفتاب نہیں

یا رب میری سوئی ہوئی تقدیر جگا دے
آنکھیں مجھے دی ہیں تو مدینہ بھی دیکھا دے

سننے کی جو قوت مجھے بخشی ہے خداوند
پھر مسجد نبوی کی اذانیں بھی سنا دے

حوروں کی نہ غلماں کی نہ جنت کی طلب ہے
مدفن میرا سرکار کی بستی میں بنا دے

مدت سے میں ان ہاتھوں سے کرتی ہوں دعائیں
ان ہاتھوں میں اب جالی سنہری بھی تھما دے

منہ حشر میں مجھ کو نہ چھپانا پڑے یا رب
مجھ کو تیرے محبوب کی چادر میں چھپا دے

عشرتؔ کو بھی اب خوشبوئے حسان عطا کر
جو لفظ کہے ہیں تو نعت بنا دے

اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کی کرامات

اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کی کرامات

حضور سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف "کشف المحجوب" شریف سے ایمان کی تازگی کے لئے اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کے چند واقعات برائے مطالعہ پیش خدمت ہیں، جو کہ ایمان کی تقویت کا باعث بھی ہیں۔

-•●•❖•●•-

حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام اور سچ کی برکت

حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہے۔ اسمیں بیان ہے کہ تابعین میں ایک بزرگ حبیب اللہ عجمی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے ہیں۔ جنہوں نے باکرامت ولی کا مقام پایا ہے۔ حالانکہ وہ عربی میں دسترس نہ رکھتے تھے مگر علم اور طریقت حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی اور تزکیۂ نفس کی بدولت ولی کا مقام پایا اور ان کی کرامات نے مخصوص مقام پایا۔ ایک روز حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ان کے ہاں مغرب کی نماز کے وقت پہنچے مگر ان کی اقتدا میں نماز نہ پڑھی۔ جب سو گئے تو خواب میں خدا تعالیٰ کی زیارت ہوئی تو پوچھا کہ مولیٰ تیری رضا کس میں ہے۔ جواب ملا کہ اے حسن تو نے میری رضا پائی مگر اس کی قدر نہ کی۔ اگر تو حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کی اقتدا میں نماز پڑھ لیتا تو میری رضا پالیتا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ گزرا کہ انقلاب زمانہ کے باعث حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ظالم حجاج بن یوسف سے بھاگ کر حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کی پناہ میں آنے کے لئے ان کے

حجرہ میں چھپ گئے۔ ظالم حجاج بھی ان کے تعاقب میں پہنچ گیا اور حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ سے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا پتہ پوچھا تو انہوں نے صاف بتا دیا کہ وہ حجرہ میں چھپا ہوا ہے۔ حجاج نے تلاش کیا مگر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو نہ پایا تو حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ تو نے جھوٹ بولا ہے۔ اس پر حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ نے قسم کھا کر کہا کہ وہ اندر ہی چھپا ہوا ہے۔ حجاج یہ سن کر دوبارہ اندر گیا' مگر تلاش کرنے کے باوجود حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو نہ پایا' تو وہ واپس چلا گیا۔

اس پر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تیری برکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بچا لیا ہے۔ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس میں میری برکت نہ تھی بلکہ میری صداقت اور سچ بولنے پر تو بچ گیا' اگر میں جھوٹ بولتا تو دونوں ذلیل ہو جاتے۔

دراصل یہ ان کی کرامت تھی کہ حجاج کو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نظر نہ آئے اور باوجود تلاش کے ان کو نہ پایا۔ حالانکہ اس نے دوبار تلاش کیا اور پورا زور لگا دیا کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو پکڑ لے مگر نہ پکڑ سکا۔

-•●•❖•●•-

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی خاطر مچھلیاں ہیرے لے کر آ گئیں

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بھی باکرامت ولی اللہ ہوئے ہیں۔ ایک رات وہ مستوں کے گروہ میں عود بجا رہے تھے کہ آواز آئی "یَا مَالِكُ مَالَكَ اَنْ لَّا تَتُوْبَ" کہ اے مالک تجھے کیا ہے کہ توبہ نہیں کرتا۔ اس پر انہوں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر توبہ کی اور باکرامت ولی اللہ ہو گئے۔ ان کے بارے میں ذکر ہے کہ ایک دن وہ کشتی میں سوار تھے کہ کسی سوداگر کا قیمتی ہیرا گم ہو گیا جس کی وجہ سے حضرت

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ پر تہمت لگا دی گئی کہ انہوں نے وہ ہیرا چوری کر لیا ہے۔ جب یہ بات سنی تو انہوں نے آسمان کی طرف منہ کر کے دیکھا تو جوں ہی متوجہ الی اللہ ہوئے دریا کی مچھلیاں ایک ایک قیمتی ہیرا منہ میں لئے سطح پانی پر آ گئیں۔ اس میں سے حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے ایک موتی پکڑ کر تہمت لگانے والے کو دے دیا اور خود کشتی کو چھوڑ کر پانی کے اوپر چلتے ہوئے کنارے پر پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اخلاص کے ساتھ عمل کا یہی مقام ہے کیونکہ اخلاص عمل کی روح ہے۔

-•●•❖•●•-

حبیب بن اسلم راعی رحمۃ اللہ علیہ کی بکریوں کی رکھوالی بھیڑیے کرتے رہے

ابو حلیم حبیب بن اسلم راعی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ شخصیت حضرت سلمان فارسی رحمۃ اللہ علیہ کے مصاحب ہوئے ہیں۔ ان کے پاس ایک شخص کا گزر ہوا جس نے دیکھا کہ حبیب نماز پڑھ رہے ہیں اور بھیڑیا ان کی بکریوں کی حفاظت کر رہا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ بھیڑیے کی بکریوں کے ساتھ موافقت کب سے ہو گئی ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ جب سے چرواہے کی موافقت خدا سے ہو گئی ہے۔ جب بندے کی خدا سے موافقت ہو جائے تو بھیڑیے اور بکریوں کی موافقت کیوں نہ ہو گی بلکہ وہ تو لازماً تابع فرمان ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے یہ کہا اور اپنا لکڑی کا پیالہ پتھر کے نیچے رکھا تو پتھر سے دو چشمے جاری ہو گئے۔ ایک دودھ کا اور دوسرا شہد کا چشمہ تھا۔ تب کہا کہ اے بیٹا پی لو۔ جب پوچھا گیا کہ آپ نے یہ مقام کیونکر پایا ہے تو جواب ملا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرماں برداری میں اخلاص کی وجہ سے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا درجہ اگرچہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہ تھا پھر بھی ان کی قوم نے جب پانی مانگا تو پتھر سے پانی کا

چشمہ اس وقت جاری ہو گیا جب انہوں نے پتھر پر اپنا عصا مارا۔ جیسا کہ آیت میں ارشاد ہے......

وَاِذِاسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (پ ا سورہ البقرہ آیت نمبر ۶۰)

ترجمہ: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا اِس پتھر پر اپنا عصاء مارو فوراً اُس میں سے بارہ چشمے بہنے لگے۔

جب موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقام ہو تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعداروں کے لئے اطاعت اور سنت رسول پر عمل میں اخلاص کی وجہ سے شہد اور دودھ کیوں نہ عطا ہوگا۔

-•●•❖•●•-

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کنیز کا گٹھا پتھر اُٹھا کر دوڑنے لگا

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی کنیز زائدہ کے بارے میں ذکر ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا واقعہ بیان کیا کہ انہوں نے جنگل میں لکڑیوں کا گٹھا سر پر رکھنا چاہا' اس کے لئے ایک پتھر پر گٹھا کو رکھا تا کہ آسانی سے سر پر رکھ سکیں۔ عین اس وقت آسمان سے ایک سوار نازل ہوا' جس نے کہا کہ وہ جنت کا داروغہ رضوان ہے اور اس غرض سے آیا ہے کہ آپ میرا اسلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکر ان سے بیان کریں کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بہشت میں ۳ رگروہ داخل ہوں گے۔ ان میں سے ایک گروہ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوگا' دوسرا گروہ آسان حساب و کتاب سے داخل ہوگا اور تیسرا گروہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے داخل ہوگا۔ جب وہ جانے لگا تو میں لکڑی کا گٹھا سر پر رکھنے کے لئے اُٹھانا چاہتی تھی تو اُٹھا نہ

سکی کہ بہت وزنی تھا۔ اس پر رضوان نے کہا کہ پتھر خود تیرا گٹھا گھر چھوڑ آئے گا۔ پھر پتھر سے کہا کہ یہ گٹھا زائدہ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر تک پہنچا دو۔ اس پر اس پتھر نے گٹھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر تک پہنچا دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زائدہ سے سنا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور اس پتھر کا نشان زمین پر دیکھا اور خدا کا شکر ادا کیا کہ رضوان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کی اطلاع فرما دی ہے اور یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کنیز کو حضرت مریم علیہا السلام کی صفات والا بنا دیا۔

-•●•❖•●•-

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فرمان پر شیر نے راستہ چھوڑ دیا

روایت ہے کہ ایک مقام پر جنگل کے شیر نے راستہ روک لیا' جس پر بہت لوگ گھبرا گئے۔ اس پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے شیر سے کہا کہ اے شیر کہ اگر تم کو خدا کا یہی حکم ہے تو روک رکھو ورنہ ہم لوگوں کو گزرنے دو۔ یہ سن کر شیر نے راستہ چھوڑ دیا اور کسی شخص کو نقصان پہنچائے بغیر وہاں سے چلا گیا۔ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کا یہ مقام ہے کہ جنگل کے جانور بھی اُن کے مطیع ہوتے ہیں۔

-•●•❖•●•-

اللہ تعالیٰ کی تابعداری کا دُنیا میں انعام

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایک مرد خدا کو ہوا میں اُڑتے دیکھا تو پوچھا کہ یہ مقام کیونکر پایا ہے؟۔ اُس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی تابعداری میں اپنے نفس امّارہ سے روگردانی کر کے پایا ہے اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر خلوص سے عمل کیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیبی امداد

ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قتل کے لئے مدینہ طیبہ میں وارد ہوا تا کہ اس کے صلہ میں گرامی قدر انعامات پائے۔ وہ ایک اجنبی تھا اور کسی دُشمن ملک سے آیا تھا۔ اُس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پتہ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اس وقت فلاں مقام پر ہیں۔ پتہ ملنے پر وہ اس مقام پر پہنچا جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا دُرّہ زمین پر رکھ کر سوئے ہوئے تھے۔

یہ دیکھ کر اُس آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر تلوار اُٹھا کر وار کرنا چاہا کہ اچانک ایک شیر اُس پر حملہ آور ہو گیا' جس پر اُس آدمی کی چیخیں نکل گئیں۔ اس کی چیخ و پکار سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہو گئے تو آدمی نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ اور وہ اس قدر متاثر ہوا کہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی جو انکی طرف سے سوتے ہوئے ظاہر ہوئی اور اس بات کا ثبوت ہے "مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ" کہ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کا ہو جاتا ہے' اِس لئے وہ اُس کی خود حفاظت کرتا ہے۔

یاد عہدِ رفتہ میری خاک کو اکسیر ہے
میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے

-•●•❖•●•-

کھانے کے بغیر جسمانی طاقت

حضرت ابوخزار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ وہ جنگل میں سفر کر رہے تھے کہ تین دِن کی مسافت کے بعد بھوک کی شدت سے نڈھال ہو کر ایک پتھر پر بیٹھ گئے کہ ایک آواز آئی کہ ان سے پوچھا جا رہا تھا کہ اگر چاہو تو کھانا کھلا دوں اور اگر چاہو تو

بغیر کھانے طاقت عطا کر دی جائے' تاکہ آپ کو سکون و اطمینان نصیب ہو جائے۔
جواب میں اُنہوں نے عرض کی کہ مجھے تو طاقت کی ضرورت ہے' کھانا کھانے کے بغیر مل جائے تو خوش قسمتی ہے۔ اس پران کے اندر طاقت آ گئی اور اُنہوں نے بہت طویل سفر کیا مگر کمزور نہ ہوئے۔ ایسی عطاء منجانب اللہ تھی جو ایسی بزرگ ہستیوں کے حصہ میں آتی ہے جن کو ولی اللہ کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ کیونکہ "مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ" اُن کے حصہ میں ہے کہ جو خدا کا ہو جائے اللہ تعالیٰ اُس کا ہو جاتا ہے اور یہ سارا فیض سرورِ کائنات' فخر موجودات' حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر اخلاص کے ساتھ عمل کرنے میں ہے' اور یہ ایمان کامل کا مقام ہے۔

-◆●◆❖◆●◆-

کھانے سے تسبیح کی آواز

حضرت ابودرداؓ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم اکٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ اُن کو کھانے کے اندر سے خدا کی حمد و ثناء کی تسبیح سنائی دی۔ یہ آیت "اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ" ﴿پ ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۴۴﴾ کی واضح تشریح ہے کہ کائنات کی ہر شئی خدا کی حمد بیان کرتی ہے۔ اور سرورِ کائنات' فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں انسان کو یہ مقام ملا کہ وہ خدا کی حمد کو کائنات کی ہر شئی میں سنتا ہے۔

-◆●◆❖◆●◆-

شیر نے تابعداری کی

حضرت ابراہیم رقی رحمۃ اللہ علیہ' ایک بزرگ کی زیارت کے لئے جن کا نام مسلم مغربی رحمۃ اللہ علیہ تھا' بڑے دُور سے سفر کر کے پہنچے۔ اس وقت مسلم مغربی رحمۃ اللہ علیہ ایک مسجد

کے اندر نماز پڑھا رہے تھے کہ تلاوتِ قرآنِ کریم میں اُن سے غلطی ہوگئی۔ یہ دیکھ کر ابراہیم رقی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے ملنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ وہ یہ سمجھے کہ جو شخص تلاوت قرآنِ کریم صحیح نہیں کر سکتا اس میں روحانی کمالات کیسے ہو سکتے ہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد وہ رات یوں ہی بسر کر کے صبح مسجد سے نکل کر دریائے فرات کے کنارے عبادت کے لئے روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ان پر ایک شیر نے حملہ کر دیا اور وہ جان بچانے کے لئے واپس بھاگے اور اسی مسجد کی طرف آ گئے۔ حضرت مسلم مغربی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ شیر ابراہیم رقی رحمۃ اللہ علیہ کا پیچھا کئے ہوئے آ رہا ہے۔ آپ نے شیر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے مہمان کے ساتھ یہ سلوک۔ شیر رُک گیا اور ان کا پیچھا کرنا چھوڑ دیا۔ آپ شیر کو کان سے پکڑ کو سرزنش کی اور کہا کہ مہمانوں کو ستایا نہیں جاتا۔

اس کے ساتھ ہی حضرت مسلم مغربی رحمۃ اللہ علیہ 'ابراہیم رقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اے ابواسحاق! تم ظاہر پر عمل کرتے ہو اس لئے حقیقت تک رسائی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تم خدا کی مخلوق سے ڈرتے ہو۔ حالانکہ ڈرنا تو خدا سے چاہیے۔ اگر رضائے الٰہی کیلئے عبادت کرو گے تو باطن کی اصلاح ہوگی اور پھر مخلوق ہم سے ڈرے گی مگر ہم مخلوق سے نہیں ڈریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ شیر نے میرا کہا مانا ہے اور تمہارا پیچھا کرنا چھوڑ دیا ہے۔ لہٰذا اپنے عمل میں ہمیشہ اخلاص ہونا چاہیے جو سرورِ کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں ملتا ہے۔

بیٹھا ہوں لئے دردِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جگر میں
اللہ کی رحمت سے سب پا لیا تیرے در میں

-◆●◆❖◆●◆-

بے موسم پھلوں سے ضیافت

• "فرغانہ" میں ایک گاؤں "سلاتک" کے نام سے ایسا تھا کہ وہاں پر ایک بزرگ اوتاد باب عمر بڑے مشائخ میں سے رہتے تھے۔ اُن کی اہلیہ فاطمہ بڑھیا تھیں۔ ایک روز علی بن عثمان جلابی انکی زیارت کے لئے وہاں گئے تو اُس بزرگ اوتاد نے کہا کہ فلاں تاریخ سے تمہارا اِنتظار کر رہا تھا۔ حساب لگانے پر معلوم ہوا کہ وہی اُن کی توبہ کا دِن تھا۔ پھر فرمایا کہ مسافت کو طے کرنے میں میل اور کوس سے شمار کرنا بچوں کا کام ہے۔ ایسی زیارت کرو جس میں ایسی پابندی نہ ہو۔ نہ مسافت کی شرط ہو۔ اس کا تعلق جسم سے نہیں بلکہ روح سے ہے جس میں کوئی قید مکانی نہیں۔ پھر اہلیہ سے کہا کہ جو پاس ہے وہ درویش کے پاس لے آؤ۔ اس پر وہ ایک طبق میں انگور لے آئیں حالانکہ انگور کا موسم نہ تھا۔ اس کے ساتھ کھجوریں بھی تھیں جبکہ کھجوروں کا وہاں نام ونشان بھی نہ تھا۔ ان کو یہ کمال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں اخلاص کی بدولت نصیب ہوا کہ وہ اوتاد ہو گئے اور بے موسم پھل اُن کو عطاء ہوتے تھے۔

"سورۂ مریم" میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر فرمایا ہے، جس میں ارشاد ہے کہ اُن کو بھی بے موسم کے پھل عطاء ہوتے تھے حالانکہ یہ اُن کا بچپن کا زمانہ تھا۔ جب کہ اُن کے کفیل حضرت زکریا علیہ السلام نبی تھے۔ جوں ہی وہ کمرہ میں داخل ہوئے جو ایک حجرہ تھا۔ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم کے پھل پڑے دیکھے تو پوچھا کہ یہ پھل کہاں سے آئے۔ جیسا کہ آیت میں بیان ہے "اَنّٰى لَكِ هٰذَا" اس پر حضرت مریم علیہا السلام نے جواب میں فرمایا "هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ" کہ یہ پھل مجھے اللہ کی طرف سے ملتے ہیں۔ اُن کی یہ کرامت تھی کیونکہ وہ نبی نہ تھیں بلکہ ولی اللہ تھیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت وہ جنگل میں تھیں کہ اسوقت ان کو خدا کا حکم

ہوا کہ اے مریم کھجور کے سوکھے تنے کو پکڑو اور اس کو ہلاؤ۔ جوں ہی اُنہوں نے کھجور کے اس سوکھے تنے کو جو مدت سے سوکھا ہو چکا تھا' ہاتھ لگا کر ہلایا وہ درخت ہرا بھرا ہو گیا اور اس کے ساتھ تازہ پھل لگ گیا اور ہلنے پر کھجوریں تازہ نیچے گر پڑیں جو اُنہوں نے نوش فرمائیں۔ یہ ان کی کرامت تھی جس کا ظہور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت ہوا۔ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بھی خدا کی قدرت کا ظہور تھا کہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے جس طرح حضرت آدم علیہ السلام بغیر ماں باپ کے تخلیق ہوئے جو ان سے بھی بڑھ کر قدرتِ الٰہیہ کا ظہور ہے۔

پوشیدہ حالات سے باخبر

ابو وراق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور ابو علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنی تصنیف کے چند اوراق دے کر فرمایا کہ ان کو دریا کے سپرد کر آؤ۔ میں نے جب ان کو پڑھا تو مضمون بڑا پر لطف پایا اس لئے سنبھال کر اُن کو اپنے گھر میں رکھ دیا اور کہہ دیا ان کو دریا کے سپرد کر دیا ہے۔ لیکن جب اُنہوں نے پوچھا کہ کیا کچھ دیکھا تھا تو جواب میں کہا کہ کچھ نہیں دیکھا تھا اس پر اُنہوں نے صاف کہہ دیا کہ تم نے ان کو دریا میں نہیں پھینکا۔ پھر تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ اب ضرور دریا میں پھینک آؤ۔ ان کے ایسا کہنے پر میں پریشان ہو گیا کہ ان کو کیسے پتہ لگا کہ میں نے انہیں نہیں پھینکا اور اب یہ حکم کیوں دیا ہے کہ ضرور پھینک آؤ۔ لہٰذا مجبوراً جانا پڑا تاکہ انکو دریا میں پھینک آؤں۔ جب میں نے ان اجزاء کو دریا میں ڈال دیا تو دیکھا کہ پانی پھٹ گیا اور اندر سے ایک صندوق کھلے منہ والا نکلا جس کے اندر وہ اجزاء گر گئے اور صندوق کا ڈھکنا بند ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی دریا کا پانی مل گیا اور صندوق دریا کے پانی میں بہہ گیا۔ اب کہ واپس

آ کر یہ واقعہ ان کو سنا دیا۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ بے شک تم نے یہ کام سرانجام دیا ہے۔ جب پوچھا گیا تو اس کا بھید یہ بتایا کہ وہ ایک تصنیف شدہ کتاب تھی جس کے نکات عوام کی سمجھ میں نہ آنے والے تھے۔ تب اپنے بھائی حضرت خضر علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ ان کو میرے پاس پہنچا دو۔ چنانچہ ایک مچھلی ایک صندوق لائی اور جب اوراق دریا میں ڈالے تو وہ اس صندوق میں پہنچ گئے' اور وہ صندوق خدا کے حکم سے حضرت خضر علیہ السلام تک پہنچ گیا۔ اولیاء اللہ کی ایسی شان درحقیقت امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی مظہر ہے۔

ایسی تصویر محبوب کی کھینچ دی

خود خدا کو بنا کر سرور آ گیا
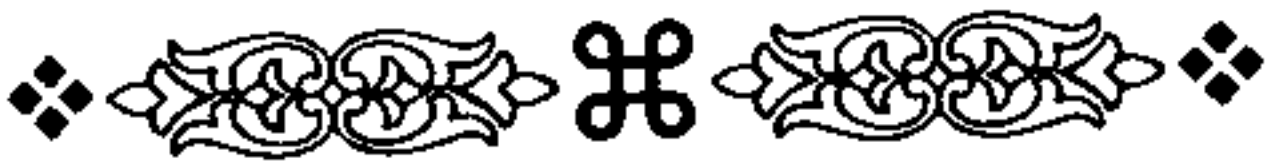
ایصالِ ثواب

ختم گیارھویں شریف کا ثبوت

ختم گیارھویں شریف

غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کو جس طرح دنیائے اسلام بالخصوص اولیائے کرام میں محبوبیت اور مقبولیت ہے کہ آپ کی یاد میں ماہانہ ایصال ثواب کی محفلیں جاری ہیں جو اہل سنت و جماعت کا مسلک ہے' وہاں اس کی مخالفت دیوبندی' وہابی' نجدی عقائد باطلہ کی جماعتوں میں بھی پائی جاتی ہے' درحقیقت ایسے لوگوں کی اسلام دشمنی کا بین ثبوت ہے' کیونکہ ان کا عقیدہ کتاب وسنت کے منافی ہونے کی وجہ سے سراسر بے دینی اور گمراہی کا بین ثبوت ہے۔

-•●•❖•●•-

ایصالِ ثواب کا ثبوت قرآن پاک سے

قرآن کریم کی آیات کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہے کہ ایصال ثواب کا ثبوت موجود ہے' چنانچہ سورہ حشر میں ارشاد ہے......

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ ﴿پ ۲۸ سورہ الحشر آیت نمبر ۱۰﴾

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

اور سورۂ مومن میں ہے......

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْاۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِیْلَكَ۔ ﴿پ۲۴ سورہ المومن آیت نمبر ۷﴾

ترجمہ: اور وہ فرشتے جو عرش اُٹھاتے ہیں اور جو اس سے اردگرد ہیں' اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاک بولتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ اے رب ہمارے! تیری رحمت اور علم میں ہر چیز سمائی ہے تو انہیں بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے۔

ان آیات کے اندر اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرنا اور ''اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ'' مومنوں کی بخشش کے لئے ہاتھ اُٹھانا اور صدقہ وخیرات کا ثواب ایصال کرنا عین دین اور ایمان ہے۔

-•●•❖•●•-

ایصالِ ثواب کا ثبوت حدیث پاک سے

جب سید عالم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا گیا کہ ہمارے صدقہ وخیرات کا ثواب ان کو پہنچتا ہے یا نہیں تو حضور غمخوارِ اُمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوا کہ ہاں پہنچتا ہے' وہ بے شک اس سے خوش ہوتے ہیں جیسا کہ تم میں سے کسی کے پاس ہدیہ پیش کیا جائے تو وہ خوش ہوتا ہے۔ ﴿تذکرۃ الموتی﴾

ایصالِ ثواب کفارۂ گناہ اور بلندیٔ درجات کا سبب ہے جیسا کہ حدیث شریف (مشکوٰۃ کتاب اسماء اللہ تعالیٰ کے باب الاستغفار والتوبۃ کی تیسری فصل) میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنت میں اپنے بندے کا درجہ اللہ بلند فرماتا ہے تو بندہ پوچھتا ہے' اے میرے رب! یہ درجہ مجھے کیونکر ملا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے کہ تیرے بیٹے کی دعا سے' اس کی مغفرت کی بدولت۔

﴿مشکوۃ شریف: ۲۰۶، ادب المفرد: ۹' مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۹﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک قافلہ کو مسجد عشار میں دو یا چار رکعت نماز پڑھنے کو کہا اور فرمایا کہ یوں کہنا "هٰذِهٖ لِاَبِیْ هُرَیْرَةَ"۔ یعنی اس نماز کا ثواب ابو ہریرہ کو ملے۔

﴿مشکوۃ شریف کتاب الفتن باب الملاحم' دوسری فصل: ۴۶۰﴾

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی ماں کے انتقال کا ذکر کیا اور اس کے ایصال ثواب کے لئے بہتر صدقہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی کا صدقہ کرو۔ اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھدوایا اور کہا کہ "هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ" کہ یہ کنواں اُمِ سعد کے لئے ہے۔ گویا اُمِ سعد کے نام سے کنویں کا عمل سنت صحابہ ہے۔

﴿مشکوۃ شریف باب فضل الصدقۃ دوسری فصل ۶۹ ☆ نسائی شریف ج ۲ ص ۱۳۲﴾

﴿ابوداؤد شریف کتاب الزکوۃ باب فی فضل سقی الماء﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قربانیاں کرتے تھے' ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنی امت کی طرف سے۔ ﴿صحیح مسلم جلد نمبر ۲: ۱۵۶﴾

چونکہ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور بزرگانِ دین کا اُمتِ مسلمہ پر بہت بڑا احسان ہے اسی لئے مذہب حقہ اہل سنت و جماعت گیارہویں شریف اور عرسوں کی محافل منعقد کر کے ان کو ایصال ثواب کرتے ہیں جس میں ان کے درجات کی بلندی کے لئے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے اپنے پروردگار سے عرض کرتے ہیں۔

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ایصال ثواب کا عمل صالح صحابہ کرام کی سنت ہے۔ ان کے نام سے ایصالِ ثواب کرنا بھی سنت صحابہ ہے۔

ایصالِ ثواب کا ثبوت سلف صالحین کے عمل سے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا ہے کہ "عبادت مالیہ سے مُردوں کو نفع اور ثواب حاصل ہونے میں سب کا اتفاق ہے"۔ ﴿جامع البرکات' مسائل اربعین:۳۰﴾

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وامام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور سلف صالحین کا مذہب ہے کہ میت کو ثواب ملتا ہے۔ ﴿شرح فقہ اکبر و عامہ کتب﴾

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمہور فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا ہے کہ ہر عبادت کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ ﴿تذکرۃ الموتی والقبور﴾

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فاتحہ کا پڑھنا اور اس کا ثواب ارواح کو پہنچانا فی نفسہٖ جائز اور درست ہے۔ ﴿فتاویٰ عزیزی:۷۱﴾

بے شک زندوں کی دُعا مُردوں کے لئے' ان کا صدقہ وغیرہ ان کے لئے درجات کی بلندی میں نافع ہے۔ ﴿العقیدۃ الحمدیہ:۵۲/۲﴾

-◆●◆❖◆●◆-

ایصالِ ثواب کا ثبوت سلف صالحین کے اقوال سے

ایصالِ ثواب کسی کے نام سے نسبت کرنا سنت ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی بزرگ کی روح پاک کو ایصالِ ثواب کے لئے مالیدہ یعنی دودھ چاول پکا کر فاتحہ پڑھی جائے تو جائز اور دُرست ہے۔ ﴿فتاویٰ عزیزی جلد ا، :۳۹﴾

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہر سال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی فاتحہ ۱۲ ربیع الاول کو دیا کرتے تھے۔

﴿انفاس العارفین:۴۱، درثمین:۷، دعوات عبدیت:۹﴾

اولیاء اللہ کی طرف کسی چیز کی نسبت کرنے کا مطلب ان کی ارواح کو ایصال ثواب ہے اور یہ طریقہ ممنوع نہیں' اس لئے اسے حرام کہنا سراسر گمراہی اور بے دینی ہے۔ اور اس کو "ما اهل به لغير الله" کے تحت حرام کہنے والے گمراہ ہیں۔ لہٰذا بسم اللہ' اللہ اکبر کہہ کر جانور کو ذبح کرنے کے بعد کسی کے نام کی خیرات یا صدقہ برائے ایصال ثواب کرنا اہل اسلام کا طریقہ ہے۔ یہ طیب اور حلال ہے اگرچہ پہلے اس نام کی نذر مانی گئی ہو' کہ محض ایصال ثواب ہے۔ ﴿تفسیراتِ احمدیہ پ ۲:۲۹﴾

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک وسیع چبوترہ پر بہت سے اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم حلقہ باندھ کر مراقبہ میں ہیں۔ ان کے درمیان خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو دوزانو بیٹھے ہیں اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ تکیہ لگا کر بیٹھے ہیں۔ پھر یہ سب حضرات چل دیئے۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے' تو ان میں سے کسی نے بتایا کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لئے جا رہے ہیں۔ تب دیکھا کہ آپ کے ساتھ ایک بزرگ گلیم پوش سر اور پاؤں سے برہنہ' ژولیدہ بال بھی ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ خیر التابعین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس کے بعد ایک حجرہ شریف ظاہر ہوا جس پر نور کی بارش ہو رہی تھی۔ جس کے اندر تمام بزرگ داخل ہو گئے۔ اس کی وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ حضرت غوث اعظم کا عرس یعنی گیارہویں شریف ہے۔ اس تقریب میں یہ حضرات تشریف لائے ہیں۔ ﴿کلمات طیبہ فارسی: ۷۴ مطبوعہ دہلی﴾

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بغداد شریف میں گیارہویں شریف کا سرکاری طور پر منانے اور عقیدت کے اظہار پر فرمایا ہے کہ غوث اعظم کے روضہ مبارک پر گیارہویں تاریخ چاند کو سلطان وا کابرینِ شہر جمع ہو کر عصر سے مغرب تک تلاوت و قصائد و منقبت پڑھتے اور مغرب کے بعد ذکرِ

خیر کرتے جس سے وجدانی کیفیت طاری ہوتی ہے پھر طعام وشیرینی تقسیم کی جاتی اور بعد نماز عشاء لوگ رخصت ہوتے۔ ﴿ملفوظات عزیزی: ۶۲ فارسی﴾

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام عارف، شیخ کامل عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ گیارہویں شریف کے عرسِ غوثیہ کی پابندی فرماتے تھے جو ہمارے شہروں میں مشہور اور مشائخ میں معروف ہے کہ بعض متاخرین کے نزدیک اولیاء کے وصال کے دن خیر وکرامت اور نورانیت وبرکت بہ نسبت دوسرے دنوں کے زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے یوم وصال پر ایصال ثواب کے لئے ختم گیارہویں وعرس کا اہتمام بالعموم کیا جاتا ہے۔ ﴿ماثبت من سنۃ: ۱۲۴﴾

ایصالِ ثواب کا ثبوت مخالفین کے گھر سے

ایصالِ ثواب کا ثبوت قرآن کریم، احادیث نبوی اور ائمہ اسلاف کے اقوال سے پیش کرنے کے بعد اس مستحب فعل کا ثبوت مخالفین کے علماء کی کتب سے ملاحظہ کریں تاکہ اس میں ان کی مخالفت کا کوئی جواز باقی نہ رہے اور ثابت ہو جائے کہ ایسا عقیدہ سراسر کتاب وسنت کے خلاف محض بے دینی اور گمراہی پر مبنی ہے۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ پیشوائے علمائے دیوبند نے بیان کیا کہ گیارہویں شریف غوث پاک کی ایصال ثواب کے قاعدہ پر مبنی ہے۔ ﴿فیصلہ ہفت مسئلہ: ۱۲﴾

مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے۔ طریقہ چشتیہ کے بزرگوں کے نام کا ختم پڑھ کر دعا کرے۔ ﴿صراط مستقیم: ۲۵۷﴾

مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ جب میت کو کچھ نفع پہنچانا مقصود ہو تو اس کے لئے کھانا کھلانے ہی موقوف نہ سمجھیں، اگر یہ ہو سکے تو بہتر ہے ورنہ سورۂ فاتحہ اور

سورۂ اخلاص کا ثواب بہت بہتر ہے۔ ﴿صراطِ مستقیم:۶۴﴾

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے بیان کیا ہے کہ ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنے عمل کا ثواب مردہ کو یا زندہ کو بخش دے کہ جس طرح مردہ کو ثواب پہنچتا ہے اسی طرح زندہ کو بھی پہنچتا ہے۔ ﴿التذکیر حصہ سوم:۵۵﴾

مولوی رشید احمد گنگوہی کا قول ہے کہ احادیث سے نفع پہنچنا محقق ہے' اور جمہور صحابہ اور آئمہ کا یہ مذہب ہے۔ ﴿تذکرۃ الرشید:۲۶﴾

مولوی اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ دوزانو بطور نماز بیٹھ کر چشتیہ طریقہ کے بزرگوں حضرت معین الدین سنجری اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہم کے نام کی فاتحہ پڑھ کر بارگاہ خداوندی میں ان بزرگوں کے وسیلہ سے التجا کرے۔

﴿صراطِ مستقیم:۱۱﴾

تاریخ اور دن کا مقرر کرنا

مذہب حقہ اہل سنت وجماعت کے لئے تعین یوم گیارہویں شریف کہ گیارہویں تاریخ کو ہی دی جائے تو ہوگی ورنہ نہیں' یہ کسی بھی کتاب میں نہیں' اس لئے اس پر بحث فضول ہے۔ جب بھی خدا کے نام پر کھانا وغیرہ پکا کر ایصال ثواب کیا جائے جائز ہے' اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ تاریخ کا تعین تو صرف احباب کی آسانی کے لئے اکٹھے ہونے پر کیا جاتا ہے۔

مخالفین کے بزرگ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں "ایجاد رسم عرس ختم شریف یہ تھا کہ سب سلسلہ کے لوگ ایک تاریخ پر جمع ہو جائیں اور ملاقات بھی ہو اور اہل قبور حضرات اور بزرگانِ دین کی روح کو قرآن کریم کی تلاوت اور طعام

کا ایصال ثواب بھی پہنچایا جائے' یہی مصلحت ہے"۔ ﴿فیصلہ ہفت مسئلہ: ۸﴾

دن اور تاریخ کے تقرر میں غور کیا جائے تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں سے تھا کہ وعظ فرمانے' نفلی روزے رکھنے اور سفر کرنے کے دن معین فرماتے تھے۔

﴿بخاری شریف﴾

اللہ کریم نے بھی لوگوں کے اعمال اپنی بارگاہ پیش کرنے کے جمعرات کی شام اور جمعہ کا دین معین فرمایا ہے جیسا کہ "ادب المفرد: ۴۵" میں بیان ہے۔

اسی طرح بزرگانِ دین نے بھی دِن اور تاریخ کے تقرر میں اپنا عمل پیش کیا ہے۔ جن میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد پیر امام عبدالوہاب متقی مکی رحمۃ اللہ علیہ ۱۱ ار تاریخ کو ختم دلایا کرتے تھے' ان کے مشائخ بھی۔ ﴿ماثبت من سنۃ: ۱۲۴﴾

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ۱۱ ار تاریخ کو مقرر کرتے جس میں شہر کے اکابرین جمع ہوتے اور عصر کے بعد مغرب تک تلاوت' نعت اور قصائد اور منقبت پڑھتے اور مغرب کے بعد سجادہ نشین درمیان میں تشریف فرما ہوتے اور ارد گرد مریدین حلقہ بگوش بیٹھ کر ذکر جہر کرتے' وجدانی کیفیت طاری ہوتی' پھر نیاز کی شیرینی تقسیم ہوتی۔ ﴿ملفوظات عزیزی: ۶۲ فارسی﴾

علیٰ ہذا القیاس دیگر بزرگانِ دین میں سے شاہ ابوالمعانی نے "تحفۂ قادریہ" ص ۹۰ میں گیارہویں شریف کے بارے میں بیان کیا ہے کہ وہ بھی اس کا انعقاد فرماتے تھے۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی بھی اس کا انعقاد کرتے۔ بو علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ بھی ایصال ثواب کے لئے انعقاد فرماتے۔ ﴿فیصلہ ہفت مسئلہ: ۸﴾

ثابت ہوا کہ گیارہویں شریف موجودہ دور کی ایجاد نہیں بلکہ اسلاف کا طریقہ اور صالحین کا پسندیدہ عمل ہے۔ جس پر خدا کے رسول کا فرمان اس کی تصدیق فرماتا ہے جس میں ارشاد ہے۔ "مَارَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ" کہ جس چیز کو

مسلمان اچھا سمجھیں وہ خدا کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

﴿مرقاۃ باب الاعتصام☆ابوداؤد طیالسی:۳۳☆البدایہ والنہایہ:۳۲۸/۱۰ از ابن کثیر﴾

﴿مستدرک:۷۸ ج۳☆کتاب الموفق:۹۵ ج۱☆مجمع الزوائد:۱۷۷ ج۱﴾

شیئاً للہ شرک نہیں۔ مولوی رشید احمد گنگوہی نے فتویٰ دیا ہے کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کا پڑھنا شرک نہیں کہ اللہ تعالیٰ شیخ کو اطلاع دیتا ہے اور وہ باذنہ حق تعالیٰ حاجت براری کرتے ہیں' ذاتی طور پر ایسا نہیں کرتے۔ ﴿فتاویٰ رشید کامل ۳۴۰﴾
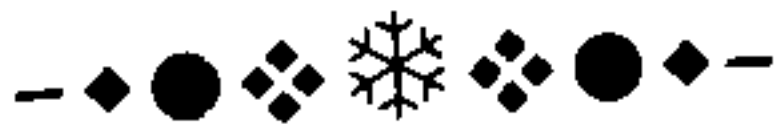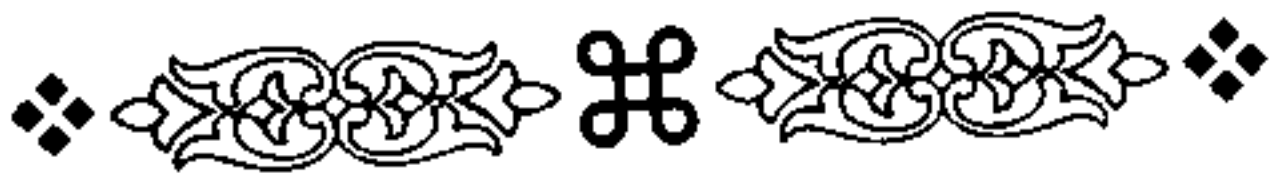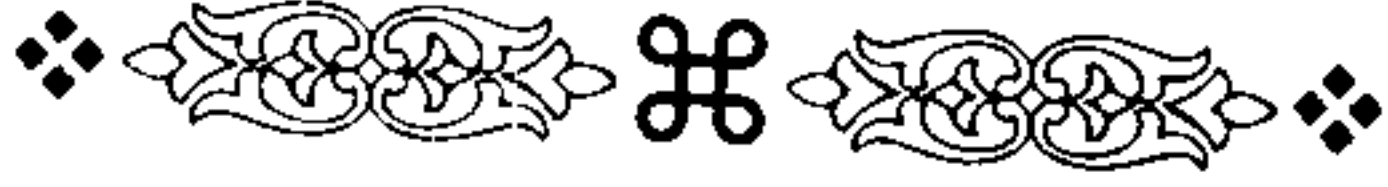
اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے حالاتِ زندگی

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے متعلق ذکر ہے کہ ایک مرتبہ ایک گلی سے گزر ہوا تو دیکھا کہ ایک عورت اور اس کے بچے رو رہے ہیں اور پاس ہی ایک گائے مری پڑی ہے۔ حقیقت یہ تھی کہ یہ گائے ان کی زندگی کا سہارا تھی جس کے مرنے کے بعد ان کی معاشی بدحالی کا خطرہ تھا کیونکہ وہ عورت بیوہ اور اس کے بچے یتیم تھے۔

یہ دیکھ کر حضرت امام صاحب رضی اللہ عنہ کو دلی رنج اور دکھ ہوا۔ تو خاموش نہ رہ سکے۔ ٹھہر گئے اور اس بیوہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے مائی تو یہ چاہتی ہے کہ گائے زندہ ہو جائے۔ عورت نے سنا تو کہا کہ ہم مصیبت کے مارے ہیں اور آپ ہمارے ساتھ ہنسی ٹھٹھا کرتے ہیں۔ یہ سن کر امام صاحب نے مردہ گائے کو اپنے پاؤں سے ٹھوکر ماری اور فرمایا۔ قُمْ بِاِذْنِ اللہ ۔ اس پر گائے زندہ ہو کر کھڑی ہو گئی اور امام صاحب چپکے سے چلے گئے تاکہ چرچا نہ ہو۔ امام جعفر صادق صاحب حال تھے جو زبان سے نکل گیا خدا کو پسند آگیا اور قبولیت ہو گئی اور مردہ جسم میں جان آگئی۔

حضور سرور کائنات، فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا گھرانہ صاحب حال کیوں نہ ہو۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا ہر گھرانہ نور کا

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بادشاہ منصور بڑا ظالم تھا۔ ہر وقت امام صاحب کی برائی کا خیال دل میں لگائے رکھتا۔ آخر ایک دن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو

قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ اس نیت سے امام صاحب کو اپنے ہاں بلانے کیلئے اپنے وزیر کو حکم دیا۔ وزیر نے بہتیرا زور لگایا کہ ایسا نہ کریں مگر وہ باز نہ آیا۔ اس نے صاف کہہ دیا کہ ایک گوشہ نشین پر ظلم کا ہاتھ نہ بڑھائیں مگر وہ نہ مانا اور منصوبہ بنایا کہ جب وہ اپنی ٹوپی سر سے اُتارے تو اس کے غلام امام صاحب کو قتل کر دیں اور اس کی تکمیل کے لئے امام صاحب کو بلا بھیجا۔

جوں ہی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ صاحب بادشاہ منصور کے پاس پہنچے تو بادشاہ حواس باختہ ہو کر کھڑا ہو گیا اور بڑے ادب کے ساتھ تعظیم کرتے ہوئے ان کو اپنی مسند پر بٹھا دیا اور خود تعظیماً کھڑا رہا۔ ٹوپی سر سے اُتارنے کا خیال بھی نہ آیا۔ اور امام صاحب سے کہا کہ کیا کوئی حاجت ہے تا کہ پوری کی جائے۔ اس پر امام صاحب نے صاف فرما دیا کہ مجھے واپس جانے دو اور آئندہ ایسا نہ کرنا۔

اس فرمان کو سن کر منصور گر پڑا اور امام صاحب واپس چلے گئے۔ منصور کو ہوش آیا تو وزیر نے وجہ پوچھی کہ قتل کی بجائے تعظیم کیسی اور پھر اس کے بعد گر کر بیہوش ہو جانا بڑی تعجب خیز بات ہے۔ اس کے جواب میں منصور بادشاہ نے کہا کہ جب امام صاحب نظر آئے تو میں نے دیکھا کہ ان کے پیچھے ایک بڑا اژدھا منہ کھولے میری طرف بڑھ رہا تھا۔ ایسی گھڑی میں امام صاحب کو اگر میں کوئی تکلیف دیتا تو اژدھا ہرگز مجھے نہ چھوڑتا۔ اس کے خوف نے مجھ پر ایسی حالت طاری کر دی کہ مجبوراً اپنی جان بچانے کیلئے ان کا احترام کیا اور خدمت کیلئے بھی عرض کیا۔ اس کے بعد میرے اوسان خطا ہو گئے اور گر پڑا۔ ﴿ماخوذ از خزینۂ معرفت﴾

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

سلطانُ الاولیاء حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ بھی خدا کے مقبول اور مقرب بندے تھے۔ ان سے کسی نے سوال کیا کہ تیرا پیر کون ہے تو آپ نے جواب میں کہا کہ ایک بڑھیا تھی۔ جس کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ غلبہ اور شوق نے مجبور کیا تو میں جنگل میں چلا گیا۔ وہاں پر ایک بڑھیا کو دیکھا جس کے پاس لکڑیوں کا بھاری بوجھ کا گٹھا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا تو کہا کہ میرا بوجھ اُٹھا کر لے چلو اور کہا کہ یہ بوجھ بڑھیا سے نہیں اُٹھایا جاتا اِس لئے اس کی مدد کرو۔

بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ خود بھی کمزور تھے اور وہ اتنا بوجھ اُٹھانے کی ہمت نہ رکھتے تھے' کہ وہ تو خود اپنا بوجھ بمشکل اُٹھا سکتے تھے۔ بڑھیا کا بھاری بوجھ کیسے اُٹھاتے۔ چنانچہ اس کے اُٹھانے کے لئے جنگل میں ایک شیر کو اشارہ کیا تو وہ اس بوجھ کو اُٹھانے کے لئے آ گیا۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ بوجھ شیر کی پشت پر رکھ دیا تا کہ شہر کو لے جائے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑھیا سے کہا کہ شہر جا کر میرے بارے میں کیا کہو گی۔ اس پر بڑھیا نے کہا کہ میں کہوں گی کہ بایزید بڑا ظالم ہے۔ جب وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ بتاؤ شیر بوجھ اُٹھانے کا مکلف ہے۔ جب شیر بوجھ اُٹھانے کا مکلف نہیں تو تم نے کیونکر اس کو اس کا مکلف بنا دیا ہے۔ اس کے ساتھ تو یہ چاہتا ہے کہ میرے کہنے پر لوگ سمجھیں کہ بایزید کے تابع شیر بھی ہیں' اور تو بڑا صاحب کرامت ہے۔

بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک اونٹ تھا۔ اُس پر ایک دفعہ اُنہوں نے اپنا اور مریدوں کا بوجھ یعنی سارا مال واسباب لاد کر اس پر انبار لگا دیا۔ کسی نے کہا کہ اس بے چارے جانور پر اس قدر بوجھ لادا گیا ہے یہ ظلم ہے۔ اس پر حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ غور سے دیکھ اور پھر بتاؤ کہ کتنا بوجھ اس کے اُوپر ہے۔ جب اُس نے دوبارہ دیکھا تو اُسے نظر آیا کہ سارا بوجھ اونٹ کی پشت سے اوپر ایک ہاتھ اونچا ہے اور اونٹ پر کوئی بوجھ نہیں۔ سبحان اللہ یہ مقام خدا کے محبوب کے غلاموں کا ہے تو آقائے نامدار مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام کتنا بلند و بالا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ ایک تنگ راستہ سے گزرنے لگے تو سامنے سے ایک کُتا آتا دکھائی دیا۔ اس پر حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے کتے کو راستہ دے دیا اور خود پیچھے مڑ کر راستہ کو اس کے لئے صاف کر دیا۔ جوں ہی خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیچھے ہٹے انکے پیچھے بہت سے مریدوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ ایک مرید نے کہہ دیا کہ ایک کُتے کی خاطر ہم سب کو پیچھے ہٹایا گیا ہے۔ اس اکیلے کو تکلیف کیوں نہ دی گئی ہے۔ جب اکیلا کُتا پیچھے ہٹ جاتا تو بہتر تھا۔ جواب میں پیر صاحب نے فرمایا کہ جب میں نے کُتے کو دیکھا تو کُتے نے زبان حال سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کُتا بنا دیا اور آپ کو انسان بلکہ ولی اللہ جس کے پیچھے مریدوں کی جماعت ہے۔ میں نے خدا کا کیا بگاڑا ہے کہ لوگ مجھے نفرت سے دیکھتے ہیں۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ سن کر مجھے شرم آگئی اور پیچھے ہٹ گیا تا کہ نفرت کا اظہار نہ ہو۔ اس سے مخلوق خدا سے نفرت کی بجائے اس کی قدر ہو گئی ہے اور خدا کا شکریہ ادا ہو گیا ہے۔

نگاہِ کرم اُن کی پڑ جائے جس پر
سمجھ لو کہ کھوٹی بھی اُس کی کھری ہے

﴿ماخوذ از خزینۂ معرفت﴾

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۴۲۴ ہجری میں وفات پائی۔ وہ بمقام خرقان پیدا ہوئے اور اپنے دور میں بڑے پایہ کے بزرگ اور خدا کے مقبول بندے ہوئے ہیں۔ تصوف میں اُن کو حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت خاص تھی۔ کیونکہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سال بہ سال دھستان میں شہداء کی قبور کی زیارت کو جاتے تو راستے میں خرقان شہر میں ٹھہرتے اور کھڑے ہو کر کچھ سونگتے اور فرماتے کہ اِس چوروں کے شہر میں ایک مردِ ولی اللہ کی خوشبو آتی ہے' جس کا نام علی اور کنیت ابوالحسن ہو گا' اور وہ مجھ سے تین باتوں میں بڑھ کر ہو گا۔ ایک یہ کہ وہ عیالدار ہو گا۔ دوسرے یہ کہ وہ کھیتی باڑی کرے گا۔ تیسرے یہ کہ وہ درخت لگایا کرتے گا۔

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا دستور تھا کہ ابتداء میں وہ عشاء کی نماز خرقان میں پڑھتے' با جماعت نماز ادا کرنے کے بعد وہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دیتے' بارگاہ ربّ العزت میں کھڑے ہو کر عرض کرتے کہ جو فضیلت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو عطاء ہوئی ہے اس میں سے کچھ ابوالحسن کو بھی عطاء ہو جائے' اِس کے بعد وہ واپس خرقان تشریف لے آتے۔ اُن کا یہ عمل بارہ برس تک جاری رہا' وہ رات کا اکثر و بیشتر حصہ عبادت کرتے ہوئے گزارتے۔

اُن کے پاس ایک باغ تھا۔ اُنہوں نے اس باغ کو جب کھودا تو وہاں سے پہلے چاندی' پھر سونا اور اس کے بعد وہاں سے ہیرے جواہرات نکلے۔ اُنہوں نے کہا کہ

اے خدا دُنیا کی دولت سے بہتر تیری محبت کا طلبگار ہوں۔ تیرا عشق چاہتا ہوں اس لئے عطاء کر دے۔ دُعا قبول ہوئی تو آپ کو وہ مقام عطاء ہو گیا۔

ایک روز ابوالعمر ابو عباس رحمۃ اللہ علیہ اُن کے ہاں تشریف لائے اور طشت میں پانی کے اندر ہاتھ ڈالا تو تازہ مچھلی نکالی۔ اس پر خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قریب کے تنور میں جو جل رہا تھا اپنا ہاتھ ڈالا تو اس میں سے ایک زندہ مچھلی نکالی اور فرمایا کہ آگ سے زندہ مچھلی نکالنی چاہیے۔ ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آگ میں گھس کر دیکھیں کہ کون زندہ رہتا ہے۔ اس پر خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نیستی میں غوطہ لگا کر دیکھیں کہ کون زندہ رہتا ہے۔ اس پر ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہو گئے۔

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر زیارت کے لئے شیخ بو علی سینا پہنچے تو وہ اس وقت جنگل کی طرف گئے ہوئے تھے۔ جب انکی اہلیہ سے پوچھا گیا کہ خواجہ ابوالحسن خرقانی کہاں ہیں میں ان کی زیارت کے لئے آیا ہوں تو اُنہوں نے جواب میں کہا کہ اس جھوٹے کا نام لیتے جو جنگل سے لکڑیاں لینے گیا ہوا ہے۔ یہ سن کر وہ جنگل کی طرف روانہ ہو گئے اور دیکھا کہ خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ ایک شیر کی پیٹھ پر لکڑی کا گٹھا لادے آرہے ہیں۔ دیکھ کر گھبرا گئے اور کہا کہ گھر میں آپ کا یہ حال ہے مگر جنگل میں شیر کو تابع کر رکھا ہے۔ اس پر جواب دیا کہ گھر میں بھیڑنی کا بوجھ اگر برداشت نہ کرتا تو جنگل میں شیر کیسے تابع فرمان ہو جاتا۔ بو علی سینا یہ دیکھ کر خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت معتقد ہو کر لوٹے کہ وہ سرورِ کائنات، فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے منظورِ نظر ہو گئے تھے اور عشق الٰہی کی آگ نے ان کے دل کو روشن کر دیا تھا۔

طفیل سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم رُخ بدلے گا طوفان کا
ہمارا بھی کنارے پر سفینہ آ ہی جائے گا

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان

پر متواتر ۱۶ ار حملے کئے مگر کامیاب نہ ہوا۔ مجبور ہو کر اس نے کسی ولی اللہ کی تلاش شروع کی۔ اس نے سوچا کہ کسی ولی اللہ کی جب تک نظر کرم نہ ہوگی وہ کامیاب نہ ہوگا۔ آخر اُسے خواجہ صاحب کا پتہ مل گیا تو زیارت کرنے کے لئے شوق پیدا ہوا۔ مگر ابھی تک وہ ولی اللہ کی شان نہ جان سکا تھا' اِس لئے بادشاہی شان کے اظہار کے لئے اپنا قاصد بھیجا اور کہلا بھیجا کہ سلطان محمود ان کی زیارت کا شوق رکھتا ہے اس لئے اُن کے خیمہ تک تشریف لے چلیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے بادشاہ کے ساتھ کوئی کام نہیں۔ درویش کو اتنی فرصت نہیں کہ بادشاہوں کے در پر گھومتا پھرے۔

قاصد نے بادشاہ کے حکم کے مطابق آیت پڑھی ''اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ'' ﴿النساء:۵۹﴾ اور کہا اس فرمانِ الٰہی کی تعمیل میں آپ کو جانا چاہئے کیونکہ اولی الامر کی اطاعت واجب ہے۔

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فقیر تو ابھی ''اَطِيْعُوا اللّٰهَ'' کے فرمان کی ادائیگی میں ابھی تک پریشان ہے پھر ''اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ'' کا مرحلہ باقی ہے' اس کے بعد اُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ کا مقام آتا ہے۔ اس لئے فقیر کی حاضری بادشاہ کے دربار میں بہت مشکل ہے۔ یہ سُن کر سلطان محمود خود خواجہ صاحب کے در پر حاضر ہوا' مگر بھیس بدل کر آیا۔ خود غلام کے لباس میں اور غلام کو آقا کا لباس پہنا کر بادشاہ کے لباس میں شاہانہ ٹھاٹھ کے ساتھ لایا۔ ۱۰ ار لونڈیاں بھی مردانہ لباس میں ساتھ تھیں۔ حاضر ہو کر سلام پیش کیا۔ خواجہ صاحب نے سلام کا جواب دیا مگر تعظیم کے لئے کھڑے نہ ہوئے۔ غلام کی طرف توجہ کی جو خود سلطان محمود تھا۔ اس پر سلطان محمود نے کہا کہ بادشاہ کی تعظیم نہیں کی گئی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ فقیر کو فریب نہ دو۔ اور یہ کہ فقیر کے در پر لونڈیوں کا کیا کام ہے' اِن کو باہر نکالنے کا حکم دیا۔ اس پر سلطان محمود شرمندہ ہو گیا اور عرض کی کہ خواجہ صاحب اپنے پیرومرشد کی بات سنائیں۔

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس کسی نے میرے پیرو مرشد حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ لیا وہ بدبختی سے بچ گیا اور کامیاب ہو گیا۔ اس پر جرح کرتے ہوئے سلطان محمود نے کہا کہ کیا بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا درجہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے کہ ابوجہل' ابولہب' ولید بن مغیرہ وغیرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا بھی مگر پھر بھی بدبخت رہے۔ اس پر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ سلطان تم نے قرآن کا مطالعہ نہیں کیا اور ایسی بات کہہ دی۔ کیا خدا کا فرمان ''وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ'' ﴿پ ۹ سورۃ الاعراف: آیت نمبر ۱۹۸﴾ کو پڑھا اور سمجھا نہیں کہ اس میں ارشاد ہے کہ محبوب آپ نے ان کو دیکھا کہ تمہاری طرف نظر کرتے مگر بصیرت نہیں رکھتے تاکہ جان سکیں کہ کیا مقام ہے۔ وہ تو ہمیشہ ''بَشَرٌ مِّثْلُنَا'' کہہ کر ظاہری آنکھ سے بشر ہی کہتے رہے۔ دیکھنے والے تو صحابی تھے جن کو بصیرت عطا ہوئی تھے جس کے باعث وہ نبوت اور رسالت پر ایمان لائے۔ اسی طرح سے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنے والے بھی مومن تھے جن کو بصیرت عطاء ہوئی تھی اور وہ بدبختی سے بچ گئے۔ معلوم ہوا کہ ہر دور میں ''بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ'' کہنے والے بدبخت ہیں کیونکہ وہ نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں اور جب تک نور کی عطاء نہ ہو کوئی آدمی نورِ ایمان حاصل نہیں کرسکتا۔ نور کی ضد کفر کا اندھیرا ہے۔ لہٰذا وہ خود اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ وہ بے نور اور کفر کے اندھیرے میں ہیں' اس لئے بدبخت ہیں۔

سلطان محمود غزنوی' خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے مقام سے اِس قدر متاثر ہوئے کہ اپنے لئے دُعا کی درخواست پیش کر دی۔ دُعا کے بعد آپ نے فرمایا کہ پہلے تو بادشاہ محمود تھا اب تیری عاقبت بھی ''محمود'' ہو گئی ہے۔ خوش ہو کر سلطان نے اشرفیوں کی تھیلی بطور نذرانہ پیش کی۔ اس پر خواجہ صاحب نے اپنے پاس سے سوکھی روٹی کا ٹکڑا دے کر فرمایا کہ کھالو۔ سوکھی روٹی بڑی سخت تھی' بڑی کوشش کی کہ اسے چبالے مگر کھا نہ

سکھا۔ اس پر خواجہ صاحب نے کہا کہ تجھ سے جو کی روٹی نہیں کھائی جا سکتی تو میں تیری اشرفیوں کو کیونکر نگل سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر تھیلی واپس کر دی۔ اس پر سلطان محمود نے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تبرک مانگا تو اُنہوں نے اپنا کرتہ یعنی جُبہ مبارک اُتار کر عطاء کر دیا۔ سلطان محمود واپس جانے لگا تو خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ جب تو آیا تھا تو بادشاہ تھا اس لئے تعظیم نہیں کی' اب واپس جا رہا ہے تو عاقبت محمود بنا کر درویش بنکر جو قابل تعظیم مقام ہے۔

معلوم ہو گیا کہ ولی کی صحبت میں ایک ساعت سے مقام اس قدر بلند ہو گیا کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کہنا پڑا کہ سلطان محمود کو آخرت میں بادشاہت عطا ہو گئی۔ اس کے بعد سلطان محمود میں وہ طاقت آ گئی جس کا مقابلہ کفر نہیں کر سکتا تھا۔

فوج کو چڑھائی کا حکم دیا اور خود خواجہ صاحب کا خرقہ مبارک سامنے رکھا اور اس کے وسیلے سے بارگاہ رب العزت میں فتح و نصرت کی دُعا کی' جس کی قبولیت ہو گئی۔ فوج نے ایک ہی حملہ میں سومناتھ کو فتح کر لیا۔ سلطان محمود فاتح قرار پایا اور ہندوستان پر اس کا جھنڈا بلند ہو گیا' حالانکہ اس سے پہلے ۱۶ر حملے کر چکا تھا مگر کامیاب نہ ہوا تھا۔

رات سویا تو خواب میں خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ اُنہوں نے پوچھا کہ میرے خرقہ کی کیا عزت کی ہے۔ جواب میں سلطان نے کہا کہ خرقہ مبارک کے وسیلے سے دُعا کی تو ہندوستان فتح ہو گیا۔ اس پر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ فقیر کے خرقہ کی قدر نہیں کی۔ اگر تو اس کے وسیلے سے دُعا میں یہ کہتا کہ اہل ہند کو مسلمان کر دے تو ہندوستان کے اندر ایک بھی کافر بُت پرست نہ رہتا' سب مسلمان ہو جاتے۔

مقبولانِ بارگاہِ ربُ العزت کا یہ مقام ہے کہ اُن کے جسم سے جو کپڑا لگ جائے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی بھی بڑی قدر ہے۔ تو سرورِ کائنات' فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے

مقام کا اندازہ کون لگا سکتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" ﴿سورۃ الم نشرح:۴﴾ ہو چکا ہے۔ کاش! بدبخت اور گمراہ لوگ بھی صاحب بصیرت ہوں تاکہ خدا کے محبوب کے مقام کو پہچانیں۔ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم نے پہچانا تو ان کے درجات بلند ہو گئے۔

گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بُوَد
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقبول بندے محمد بن حسین کی عیادت کو گئے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ مت گھبراؤ' تم تندرست ہو جاؤ گے اور موت سے ہرگز نہ ڈرو' اگر میں تم سے تیس برس پہلے بھی مر جاؤں تب بھی تمہاری جان کنی کے وقت حاضر ہونگا۔ چنانچہ خواجہ صاحب کے اس فرمان کے بعد وہ بزرگ تندرست ہو گئے۔ وقت گزرتا گیا' حتیٰ کہ جب خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کو تیس برس ہو گئے تو محمد بن حسین پر جان کنی کا وقت آ گیا۔ جب یہ حالت طاری ہوئی تو یکایک وہ باادب اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ وعلیکم السلام' آیئے تشریف لایئے۔ پھر اپنے صاحب زادے سے کہنے لگے کہ بیٹا خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وعدے کے مطابق تشریف لے آئے ہیں۔ ان کے ساتھ ایک نورانی جماعت جوان مردوں کی ہے' اور وہ اس لئے آئے ہیں تاکہ مجھے تسلی دیں کہ موت سے نہ ڈروں' اور یہ کہہ کر وہ جاں بحق ہو گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ تین چیزوں کی غائت کو میں نہ جان سکا۔

پہلی یہ چیز کہ حضور نبی کریم' خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب' درجات' مقامات کمالات اور خصائص کو۔ دوسری چیز اپنے نفس کے مکر کو۔ تیسرے معرفت کی غائت کو۔ باوجودیکہ میں نے ۳۷ سال حق تعالیٰ کے فرمان کے مطابق زندگی گزاری ہے' یہاں تک کہ ایک سجدہ شریعت کے خلاف نہیں کیا' ایک سانس بھی شریعت کے خلاف نہیں لیا۔

خواجہ صاحب نے بیان کیا ہے کہ وہ روئے زمین کے خزانوں پر فریفتہ نہیں کیونکہ اس کے عوض مجھے خدا مل گیا ہے جو ان تمام خزانوں کا مالک ہے' وہ جب چاہے کسی کو سب کچھ عطاء کر دے۔ مگر سب سے بڑی دولت ایمان ہے جو عطاء ہو گئی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں اخلاص کا تحفہ پا لیا ہے۔ اسی لئے میں نے عافیت تنہائی میں پائی ہے اور سلامتی خاموشی میں۔ یہ بھی فرمایا کہ ہم نے اس شہر سے پانی پیا ہے جس کے بارے میں حدیث قدسی میں حق تعالیٰ کا فرمان ہے۔ "لَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اَحْبَبْتُهٗ۔ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ فَكُنْتُ له سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ الَّتِيْ" (مشکوٰۃ باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ' پہلی فصل) کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میرا بندہ نوافل کی ادائیگی میں جب اس مقام پر پہنچتا ہے کہ میرا مقرب بن جاتا ہے تو میں اس کو اپنا دوست بنا لیتا ہوں' اور جب وہ میرا دوست ہو جاتا ہے تو میں اس بندے کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے' اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے' اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں اور زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ چھوتا اور بولتا ہے۔

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قیامت میں ہر شخص کا تعلق ٹوٹ جائے گا مگر وہ تعلق جو میرے اور خدا کے درمیاں ہے وہ ہرگز نہ ٹوٹے گا۔ یہ بھی فرمایا کہ اے اللہ! مجھے ایسے مقام میں رکھ جہاں میری خودی درمیاں میں باقی نہ رہے بلکہ

سب کچھ تو ہی تو ہو۔

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایسے بھی مقام والے بزرگ گزرے ہیں کہ سال بھر سجدے میں رہتے' اور وہ بھی جو دو سال تک سجدے میں رہتے مگر اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مقام ملا ہے کہ بندہ کی ایک ساعت کی فکر بنی اسرائیل کے مقبولان کی سال بھر اور دو سال بھر کی عبادت کے برابر ہو جاتی ہے۔

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جواں مردوں کی آنکھیں عالم غیب پر لگی رہتی ہیں تا کہ عالم غیب سے وہ چیزیں ان کے دل پر نازل ہوں جن کا ذائقہ انبیاء کرام نے دیکھا ہے تا کہ وہ بھی اس ذائقہ کو چکھیں اور اس کے مقبول بندے ہو جائیں۔

واہ کیا جود و کرم ہے شاہِ بطحیٰ تیرا
نہیں سُنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روئے زمین پر ایسے بندے بھی ہیں کہ اُن کے دل میں ایسی روشنی ہوتی ہے کہ اگر عرش معلیٰ سے تحت الثریٰ تک جو کچھ ہو رہا ہے اس تمام موجودات پر اگر وہ اپنی تجلی ڈالیں تو سب کو اس طرح جلا ڈالیں جس طرح مرغ کے پروں کو آگ جلا ڈالتی ہے۔ اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کے اندر جو کچھ ہوتا ہے اگر اس میں سے ذرہ برابر لبوں پر آ جائے تو زمین و آسمان کی مخلوق گھبرا جائے

جب اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کا یہ مقام ہے تو امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ اسی لئے خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کے نور حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم معرفت الٰہیہ کے ایسے بے پایاں سمندر ہیں کہ اگر ایک قطرہ اس سے باہر آ جاتا تو تمام عالم دُنیا اور اس کے مکین غرق ہو جاتے۔

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیطان سے دینِ اسلام کو اِتنا نقصان نہیں پہنچا' جتنا اس عالم سے جو دُنیا کا طالب اور حریص ہے' کیونکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''دُنیا مردار ہے اور اس کا طالب کتا ہے''۔ لہٰذا ایسا عالم دُنیا کی خاطر دینِ اسلام کی توہین کا مرتکب اور اس کو نقصان پہنچانے والا ہے کہ وہ عوام کو گمراہ کرنے کیلئے شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کر کے اِسلام کو دُنیا کے سامنے ذلیل کرنے سے بھی باز نہیں آتا۔ اِسی طرح سے وہ زاہد عابد جو بے علم اور اپنی جہالت کے باعث دین اِسلام کی توہین کا سبب ہے۔

کاش توہینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتکب لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو سمجھنے کی کوشش کریں تا کہ دین اسلام کو نقصان پہنچانے سے باز آ جائیں' کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض ہی اولیائے کرام سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔

خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بھی فرمان ہے کہ عالم علم کو اختیار کرتا ہے' زاہد زُہد کو اور عابد عبادت کو کہ وہ اس کو خدا تک پہنچنے کا وسیلہ اور ذریعہ سمجھتا ہے' مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک کو پسند فرماتا ہے کیونکہ وہ خود پاک ہے' اور پاکیزگی سرورِ کائنات' فخر موجودات' حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم "یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَ یُزَكِّیْهِمْ" ﴿پ ۱ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۲۹﴾ کی آیت کے مطابق پاک کرنے والے ہیں۔ لہٰذا گستاخانِ رسول اور بے ادب لوگوں کا دامن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ نہیں' اس لئے وہ خدا تک رسائی نہیں پا سکتے۔ ان کی زبان پلید ہے جو ان کی کذب بیانی کی وجہ سے ناپاک رہتی ہے' اور اللہ تعالیٰ کو ناپاک زبان والے ناپاک لوگ کسی صورت پسند نہیں۔ ﴿ماخوذ از خزینۂ معرفت﴾

حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بھی مقبولانِ رب العزت میں سے اِس لئے ہوگئے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے مظہر بن کر اہل لاہور کی ہدایت کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ پیرو مرشد کی بارگاہ سے حکم ہوا کہ وہ لاہور جائیں اور لوگوں کو صراطِ مستقیم پر چلائیں تاکہ گمراہ لوگ ہدایت پائیں۔ پیر کا فرمان سنا تو عرض کیا کہ وہاں پر حضرت حسن زنجانی رحمۃ اللہ علیہ پہلے ہی موجود ہیں پھر میری ضرورت سمجھ میں نہیں آتی۔ مگر پیر کا حکم سنا تو مصلحت اسے میں سمجھی کہ اس پر عمل کیا جائے۔ اس لئے فوراً حکم کی تعمیل میں روانہ ہوگئے۔ لاہور پہنچے تو شہر کی فصیل کے باہر قیام فرمایا کیونکہ تمام دروازے بند ہو چکے تھے کیونکہ رات کا وقت تھا۔ صبح ہوئی تو شہر سے جنازہ آتا دیکھا اور ان کی نماز جنازہ پڑھانے کا شرف حاصل کیا۔ اس وقت پتہ چلا کہ پیر کے فرمان میں کیا حکمت تھی۔ کیونکہ یہ جنازہ حضرت حسن زنجانی رحمۃ اللہ علیہ ہی کا تھا جن کے بعد یہ کام داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد ہو چکا تھا۔

معلوم ہوا کہ خدا کے مقبول بندوں کو پہلے سے خبر ہو جاتی ہے' اِسی بنا پر خواجہ ابوالحسن ختلی رحمۃ اللہ علیہ نے مرید کو لاہور جانے کا حکم دیا تھا تاکہ وہ اہل لاہور کو ہدایت کا راستہ دکھائیں۔ "مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ" (جو اللہ کا ہے' اللہ اُس کا ہے) کے فرمان پر ایمان جن کا نہیں وہی اولیاء اللہ کے مقام کے منکر ہیں۔ جب غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقام ہے تو سرورِ کائنات' فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم' اختیارات' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت اور جملہ عطاؤں کا

کتنا بلند مقام ہے کہ جن کے بارے میں خدا تعالیٰ نے خود اعلان فرمادیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" (سورۃ الم نشرح:۴) کہ تیرا ذکر ہم نے تمہارے لئے بلند کر دیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں کسی بدمذہب کا انکار کیونکر قبول ہو سکتا ہے جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا انکار کرتا ہے۔ ایسی صورت میں ایسے بدمذہب لوگوں کا دعویٰ توحید خدا کے ہاں قبول نہیں ہو سکتا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو مثل نادان اور پاگلوں کے کہہ کر انکار کرتے ہیں (حفظ الایمان)' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے خبر کہتے ہیں (تقویۃ الایمان) اور یہ بھی کہتے ہیں کہ شیطان اور ملک الموت کا علم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے (براہین قاطعہ) اور یہ کتب جن میں حضور فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر مبنی بیانات ہیں' دیوبندی عقائل باطلہ اور وہابی عقائد باطلہ کے اظہار ہیں' کیونکہ ان کے مصنفین مولوی اشرف علی تھانوی' اسماعیل دہلوی' اور خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی' وہابی ہیں۔

حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بیان ہے کہ جس جگہ انہوں نے قیام فرمایا وہاں قریب ہی ایک ہندو بت پرست نے اپنے استدراج سے عوام کو گمراہ کر رکھا تھا اور استدراج سے گمراہ کرنے والے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ دجال ہے۔ استدراج کی وجہ سے محیر العقول کام سرزد ہونگے جن سے وہ عوام کو گمراہ کرے گا۔ اس بنا پر عورتیں شہر سے دودھ کے برتن اُٹھا کر اس ہندو بت پرست کے ہاں جاتیں اور دودھ پیش کرتیں۔ حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تو ان کو روکا۔ انہوں نے بتایا کہ اگر وہ وہاں پر دودھ پیش نہ کریں تو ان کی بھینسیں بیمار ہو جاتی ہیں۔ خدا کے ولی نے فرمایا کہ دودھ یہاں مسکینوں کے لئے دیے گا اس کے لئے میرا وعدہ ہے کہ اس کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

چنانچہ ہندو بت پرست کے پاس دودھ کا جانا بند ہو گیا۔ اس نے جب یہ دیکھا

کر کہ اس کے مقابلہ میں ایک مسلمان فقیر آ گیا ہے تو اس نے سوچا کہ جب تک اسے شکست نہ دی جائے گی اس کو پوچھنے والا کوئی نہ ہوگا' نہ اس کی کوئی قدر و قیمت ہوگی۔ اس نے حضرت سید علی ہجوری رحمۃ اللہ علیہ سے مقابلہ کی ٹھان لی اور ولی کو شکست دینے کی غرض سے ہوا میں اُڑنے لگا۔ اس پر حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے بُت پرست کی مرمت اور اس کو سزا دینے کی غرض سے اپنے جوتوں کو جو لکڑی کے بنے ہوئے تھے' جسے کھڑاواں کہتے ہیں' ہوا میں پھینک دیا وہ کھڑاویں کافر کے پیچھے اُڑتی ہوئی پہنچیں' اس کافر کی خوب مرمت کی۔ اس کے سر پر اس قدر چوٹیں آئیں کہ کافر مجبور ہو کر نیچے آ گیا اور ولی اللہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں گر گیا اور دل و جان سے اسلام قبول کر کے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہو گیا۔ تبلیغ دین کا کام بغیر کسی رکاوٹ کے جاری ہو گیا اور اہل لاہور پر خدا کے رسول کی نظر کرم ہو گئی اور اہل لاہور کی اکثریت مسلمان ہو گئی۔

خواجہ معین الدین چشتی ہندالولی رحمۃ اللہ علیہ جب تبلیغ دین کے سلسلہ میں ہندوستان میں وارد ہوئے تو راج پوتانہ جانے سے پہلے وہ حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے اور آپ کے قدموں میں بیٹھ کر چالیس روز چلہ کیا۔ آپ کے قریب میں رہ کر خدا کی یاد میں مصروف رہنے سے جو حاصل ہوا اور جن کمالات کی عطاء ہوئی اس کو بیان کرتے ہوئے یہ شعر کہا۔

گنج بخش فیضِ عالم مظہر نورِ خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہ نما

اس شعر میں اُنہوں نے داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مقام کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا فیض اس جہان عام اس لئے ہوا کہ وہ سرورِ کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے مظہر ہیں۔ وہ نہ صرف عوام کے پیرو مرشد ہیں' بلکہ کامل بزرگوں کے لئے راہ نمائی میں اپنے کمال پر ہیں۔

حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ۴۴۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۳۵ھ میں وصال ہوا۔ وہ بڑے مردِ خدا ہوئے ہیں' ان کا مزار مرو میں ہے۔

ان کے پاس ایک دفعہ ایک عورت آئی اور کہا کہ ان کے بیٹے کو اغوا کرلیا گیا ہے آپ دُعا کریں کہ وہ واپس ہو جائے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ صبر کرو' وہ واپس آ جائے گا۔ واپس گھر جاؤ تمہارا لڑکا تم کو مل جائے گا۔ وہ واپس گھر پہنچی تو دیکھا کہ لڑکا گھر میں موجود ہے۔ اس نے لڑکے سے پوچھا تو لڑکے نے بتایا کہ میں ابھی قسطنطنیہ میں تھا اور نگہبان میری حفاظت کررہے تھے کہ اچانک ایک شخص آیا جس کو میں نہیں جانتا تھا' وہ مجھے وہاں سے یہاں لے آیا ہے۔ اس واقعہ کو عورت نے خواجہ صاحب کے سامنے بیان کیا اور تعجب کا اظہار بھی کیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ تجھ کو خدا کے حکم پر تعجب کیوں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر اور شاگرد آصف بن برخیا آنکھ جھپکنے سے پہلے ہزاروں میل دور ملک صبا سے بلقیس کا تختِ کبیر لے کر حاضر ہو گیا' وہ نہ راستہ بھولے اور نہ کسی سے پتہ دریافت کیا بلکہ مجلس سے جدا بھی نہ ہوئے اور بڑا وزنی تخت اُٹھا کرلے آئے اور حاضر خدمت کردیا۔ قرآن کریم میں اس کا ذکر "قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ" (پ۱۹ سورۃ النمل آیت نمبر ۴۰) میں بیان ہوا ہے کہ بنی اسرائیل کا ولی آصف بن برخیا' جسے کتاب توریت سے کچھ علم حاصل تھا' وہ اسے اُٹھا کر لے آئے گا آنکھ

جھپکنے سے پہلے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیکھا تو خدا کا شکریہ ادا کیا کہ ایسی نعمت اور کمال بن کے شاگرد آصف بن برخیا کو خدا نے عطا کیا کہ ان کی کرامت ظاہر ہوئی۔

ایسی صورت میں حضور نبی کریم، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ولی کی کرامت پر تعجب کیوں ہے جب ہر جگہ خدا کے حکم کا ہی ظہور ہے جو ولیوں سے ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ اور نبیوں کی اتباع میں خلوص کا مظہر ہے۔

غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

آیاتِ قرآنِ کریم اور احادیث پاک کے مطالعہ سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ خدا کے رسول کے فیض کا ظہور ہوا تو اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی جماعت دُنیا میں ہدایت کا وسیلہ بن گئی۔ اصحاب کہف کا کتا اِس لئے جنتی ہو گیا کہ اس نے اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کی، انسان بھی اولیاء اللہ کی صحبت سے فیض یاب ہو جاتا ہے۔ اولیاء کی کرامات سراسر حضور نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا ہی ظہور ہیں۔ جن میں سے چند بزرگ ہستیوں کا ذکر بطورِ نمونہ پیش خدمت ہے......

انہیں بزرگ ہستیوں میں غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں جنہوں نے ''اقامت دین'' اور ''احیاءِ اِسلام'' کے لئے ''شریعت اور طریقت'' کا درس، جہاد بالنفس کی تلقین، عشق الٰہی کا جذبہ اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا پیغام دیا۔ اپنی بے شمار کرامات کے اظہار سے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے دُنیا کو روشناس کرایا۔ یہاں تک کہ ابن تیمیہ نے بھی ان کی لگا تار کرامات کا ذکر کر کے ان کے مقام کو دُنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مردہ دلوں کو مسیحائی عطا فرمائی جو سراسر حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم کا صدقہ تھا۔ عبدالقادر آپ کا مشہور نام ہے، آپ حسنی و حسینی سید ہیں، لقب محی الدین اور قربِ الٰہی میں یکتا ہیں۔

قندیلِ نورانی، محبوبِ سبحانی، غوثِ صمدانی، قطب ربانی، سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو جو کچھ ملا سب خدا تعالیٰ اور خدا کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا تھی، جس

عطا کا ذکر سورۂ توبہ میں......

أَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ﴿پ۱۰ سورۃ التوبۃ آیت نمبر ۷۴﴾

ترجمہ: غنی کر دیا اُن کو اللہ نے اور اُس کے رسول نے اپنے فضل سے

اس قربت کی رو سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غنی کرنے والے، نعمتیں عطا کرنے والے ہیں، جس کی بنا پر اولیاء اللہ کے وجود کا ظہور پذیر ہوا، اور ہر دور کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فیض تا قیامت جاری ہے کیونکہ مقامِ نبوت اور رسالت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تا قیامت قائم ہے۔

تم کو تمہیں سے مانگ کر مانگ لی سارے جہاں کی خیر
تجھ سا کوئی سخی نہیں، مجھ سا کوئی گدا نہیں

-◆●◆❖◆●◆-

بشارتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

"بہجۃ الاسرار" میں بیان ہے کہ غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ۴۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ولادت سے پہلے ان کے والد محترم حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، جس میں خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت سنائی اور فرمایا "سَيَكُوْنُ لَكَ وَلَدٌ وَهُوَ وَلِيُّ اللّٰهِ وَ مَحْبُوْبِيْ وَمَحْبُوْبُ اللّٰهِ وَ سَيَكُوْنُ لَهٗ شَانٌ فِي الْاَوْلِيَاءِ كَشَانِيْ فِي الْاَنْبِيَاءِ"۔ کہ عنقریب ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا، جو میرا دوست اور محبوب ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا بھی دوست اور محبوب ہوگا۔ اس کا مقام اولیاء اللہ میں ایسا ہوگا جیسا کہ میرا مقام انبیاء میں ہے۔ چنانچہ پیدا ہوئے تو رمضان کا مہینہ تھا۔ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ دن بھر روزہ رکھتے، سحری کے وقت ماں کا دودھ نوش فرما کر سارا دن دودھ نہ پیتے اور مغرب کے وقت افطار کرتے کہ پھر ماں کی

گود میں بیٹھ کر دودھ پی لیتے۔

غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ ہیں ولی ہر آن میں
دودھ چھوڑا ماں کا ماہِ رمضان میں

پیدائشی ولی

عید کے چاند پر اختلاف ہو گیا تو شہر کے نامور بزرگ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے والدین کی خدمت میں آئے اور سادات کے گھرانہ میں اس اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے عید چاند کے بارے میں فتویٰ طلب کیا۔ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ نے صاف بتا دیا کہ میرے بیٹے عبدالقادر کا آج روزہ ہے' لہٰذا عید کا چاند نہیں ہوا' عید الفطر کل ہو گی۔ یہ شان غوث الاعظم کو خدا نے عطا کی کہ پیدا ہوتے ہی ایک بہت بڑے اختلاف کا حل پیش کر کے اپنے مقامِ ولایت کا اظہار فرمایا۔ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کو خدا تعالیٰ نے پیدا ہوتے ہی یہ مقام عطا فرما دیا تھا۔

غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے والدین کا مقام

حقیقت یہ ہے کہ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے والدین بھی بڑے بلند مقام والے اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم تھے۔ حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ آپ کے والد محترم ایک دن روزے سے تھے کہ افطاری کا وقت ہو چکا تھا' اس لئے افطاری کے لئے سیب کھا لیا۔ مگر جوں ہی سیب کو نگل کر روزہ افطار کیا' گھبرائے کہ جلدی میں خیال نہ رہا کہ بغیر اجازت کے کسی کا سیب کھا گئے۔ پریشانی اس قدر ہو گئی کہ اس لقمہ کو حلال کرنے کے لئے سیب کے مالک کی تلاش میں چل پڑے' تاکہ اس سے مل کر قیمت ادا کی جائے یا پھر اجازت

حاصل کر کے اس کو حلال بنا لیا جائے۔ مالک سے ملے تو اُس نے قیمت لینے سے انکار کر دیا۔ ایک شرط پیش کر کے ان کو اپنے پاس روک لیا۔ شرط یہ تھی کہ کچھ عرصہ ان کے پاس رہ کر ان کی خدمت کریں اور اس کے بعد وعدہ کریں کہ اُن کی لڑکی کے ساتھ نکاح کریں گے، جو زبان سے، ہاتھوں اور پاؤں سے اور نظر سے مفلوج ہے۔ حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ نے محض اپنی عاقبت کو سنوارنے کے لئے قبول کر لیا۔ جب وہ وقت گزر گیا تو نکاح کا وعدہ بھی پورا کر دیا۔ بعد نکاح جب لڑکی کے کمرے کی طرف روانہ کئے گئے تو دیکھا کہ ایک نہایت حسین، با سلیقہ لڑکی تلاوتِ قرآنِ کریم کر رہی ہے۔ واپس لوٹنے لگے تو لڑکی نے خود اس مسئلہ کا حل پیش کر دیا کہ میرے باپ نے جو کہا تھا اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ میں نے اپنی زبان، ہاتھ، پاؤں اور نظر کو شریعت مطہرہ کے مطابق استعمال کیا ہے، کوئی حرکت شریعت کے خلاف نہیں ہوئی، پاک دامن ہوں۔ جب ماں اور باپ اس قدر اسلامی روایات کے پابند، خدا کے رسول حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنا ضابطۂ حیات بنانے والے ہوں تو بیٹا بھی غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منظورِ نظر اور اللہ والا ہی ہوگا۔

غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ درمیانِ اولیاء
چون محمد صلی اللہ علیہ وسلم درمیانِ انبیاء

تعلیمِ دین کے لئے سفر میں ڈاکوؤں کو ولی بنا دیا

شیخ سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ چند سال کے ہو گئے تو بچوں کے ساتھ کھیلنے کے لئے باہر نکلے اور ایک گائے کے پیچھے وہ بھی دوڑ پڑے۔ گائے نے زبانِ حال سے پکار کر کہا کہ اے عبد القادر! تم کھیل کود اور لہو و لعب کے لئے پیدا نہیں ہوئے۔ اللہ

تعالیٰ نے تمہیں کسی بڑے کام کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس لئے اپنی ماں کے پاس جاؤ۔ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ماں سے گائے کا واقعہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا: بیٹا دین کی تعلیم حاصل کرو۔ چنانچہ اُن کی والدہ محترمہ نے دین کی تعلیم کے حصول کے لئے اسلامی یونیورسٹی میں داخلہ کے لئے بغداد روانہ کر دیا۔ چالیس دینار اخراجات کے لئے بچہ کے سپرد کر دئے اور حفاظت کے لئے کُرتے میں سی کر چھپا دیئے اور قافلہ کے ساتھ روانہ کر دیا۔ روانگی کے وقت ماں رونے لگی اور بتایا کہ بیٹا ابھی مجھے بتایا گیا ہے کہ یہ آخری ملاقات ہے' کیونکہ میرا وصال قریب ہے۔ اس لئے وصیت کی کہ بیٹا جھوٹ نہ بولنا' کیونکہ جھوٹ سے زبان پلید ہو جاتی ہے اور مومن تو پاک ہے' اس لئے اپنی زبان کو ہمیشہ پاک رکھنا' پلید نہ ہونے دینا۔ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ نے کیا خوب کہا۔

اُن کے دامن سے ہوئے وابستہ
سب سے دامن چھڑا لیا ہم نے

قافلہ روانہ ہو گیا اور منزلیں طے کرنے لگا۔ قافلہ ایک وادی سے گزر رہا تھا کہ اچانک کچھ ڈاکوؤں نے گھیر لیا۔ ڈاکو قافلہ والوں کا سارا مال و متاع لوٹ کر اپنی بربریت دکھا رہے تھے۔ چند ڈاکو غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی آ گئے اور پوچھا کہ بچے تیرے پاس بھی کچھ ہے؟۔ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے صاف بتا دیا کہ ہاں میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ اُنہوں نے بچہ سمجھ کر مزید بات نہ کی کہ شاید بچہ ہنسی مذاق کر رہا ہے۔

اُنہوں نے قافلہ والوں سے مال جمع کیا اور اپنے سردار کے پاس جو ان کا سرغنہ تھا وہ سارا مال پیش کر دیا۔ اس نے پوچھا کہ کوئی شخص بچ تو نہیں گیا جس سے مال نہ لیا ہو اس پر ڈاکوؤں نے غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بتایا کہ ایک بچہ ہے جو یہ کہتا

تھا کہ اس کے پاس بھی مال ہے۔ سردار نے غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر خود پوچھا تو اُس کو معلوم ہو گیا کہ ان کے پاس بھی مال ہے کہ آپ کے کُرتے میں چالیس دینار ہیں۔ سردار نے کہا کہ اے بچے! لوگ دولت کو چھپاتے ہیں مگر تم خود ظاہر کرتے ہو۔ مثل مشہور ہے کہ "اے بیل آ مجھے مار" تم نے ایسا کیوں کیا ہے کہ خود اپنی دولت پیش کر رہے ہو۔ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جو جواب دیا' اُس سے ڈاکوؤں کے سردار کی کایا پلٹ گئی' آپ نے اسے فرمایا کہ میں اپنے ایمان کو بچاؤں یا دولت کو بچاؤں۔ میں نے ایمان کو بچانے کے لئے دولت کو ظاہر کر دیا ہے' کیونکہ میری ماں کا حکم تھا کہ بیٹا جھوٹ ہرگز نہ بولنا۔

غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زبان میں ایسی تاثیر تھی کہ اس نے ڈاکوؤں کے سردار کو توبہ پر مجبور کر دیا۔ اس نے کہا کہ ایک بچہ اپنی ماں کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتا اور میں نے ساری عمر اللہ تعالیٰ کے حکم کی پرواہ نہیں کی' ہمیشہ نافرمانی کرتا رہا' میں کیونکر نجات پا سکتا ہوں۔ ڈاکوؤں نے سنا تو وہ بھی تائب ہو گئے۔ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی تو ساٹھ ڈاکو ولی اللہ ہو گئے آپ کی پاک زبان نے یہ اثر دکھایا کہ سبھی پاک مومن اور خدا کے برگزیدہ ہو گئے۔ خدا کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے محبوب کے محبوب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی مقام ہے کہ آپ کی ولادت پر خدا کے رسول کا فرمان "وَهُوَ وَلِیُّ اللّٰہِ وَ مَحْبُوْبِیْ وَمَحْبُوْبُ اللّٰہِ" آپ پورا ہو گیا۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

بغداد پہنچنے پر بارانِ رحمت کا نزول اور اسلامی یونیورسٹی میں تعلیم وتربیت

غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ بغداد پہنچے تو رحمت کا نزول ہوا۔ بارش کے لئے بادل اُمڈ آئے اور اہل بغداد اس رحمت سے فیض یاب ہو گئے۔ کوئی بھی محروم نہ رہا کہ ان کے زیرِ سایہ ہو گئے۔ اس دور کی اسلامی یونیورسٹی میں داخلہ ہوا تو حفظ قرآن' کتب فقہ اور احادیث کا مطالعہ شروع ہو گیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی تکمیل ہو گئی۔ تیرہ علوم کے حصول کی امتیازی شان پا کر فارغ التحصیل ہوئے اور اس کے بعد تصوف اور طریقت کی منزلیں بھی طے کر لیں۔ جوانی کی بہار بھی آ گئی' جو کسی خوشخبری کی منتظر تھی۔

-•●•❖•●•-

عطائے مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم

ایک دن ظہر کی نماز کے لئے انتظار میں بیٹھے تھے کہ آفتابِ ہدایت طلوع ہو گیا۔ ایسی سہانی گھڑی آ گئی جوان کے لئے مخصوص تھی کہ سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف بیداری میں حاصل ہو گیا۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹا جو کچھ تمہیں عطاء ہو چکا ہے' دُنیا کو اس سے فیض یاب کرو۔ وعظ کرو اور دُنیا سے تاریکی کو دور کرو۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے عجز کا اظہار فرماتے ہوئے کہا کہ میں عجمی ہوں کہ جیلان کا رہنے والا ہوں اور بغداد کے لوگ عربی ہیں' ان کے سامنے میرا کلام اور اس کی فوقیت کیسے ظاہر ہو گی۔ اس پر سرکار مدنی تاجدار عرب وعجم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹا اپنا منہ کھولو۔ تب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن شریف

سات مرتبہ عطا فرمایا اور ساتھ ہی نفس قدسی سے "اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ" ﴿پ۱۴ سورۃ النحل آیت نمبر ۱۲۵﴾ پڑھ کر دم فرمایا اور پھر تشریف لے گئے۔

-◆●◆❖◆●◆-

عطائے حیدری رضی اللہ عنہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی تشریف لے آئے اور اُن کے سامنے بھی حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جب انکساری کا اِظہار کیا تو انہوں نے بھی کمال مہربانی سے اپنا لعاب دہن شریف ۶ رمرتبہ عطا فرمایا۔ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ۷ رمرتبہ عطا فرمایا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ادب کی وجہ سے ایک بار کم عطا فرمایا ہے۔ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی یہ شان کہ آپ کو بھی وہ فیض ملا کہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا ہوا تھا اور وہ شہنشاہ اولیاء اللہ ہو گئے۔ وہ فیض حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کو عطا ہوا تو وہ سیدۃ النساء ہو گئیں اور وہ فیض امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو ملا تو وہ سیدۃ الشہداء ہو گئے۔

-◆●◆❖◆●◆-

محی الدین کا لقب

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ کو ایسی عطاء ہو گئی کہ دُنیا میں اور کسی کو نہ ہوئی۔ آپ کے بیان میں ایسی تاثیر ہو گئی کہ جو سنتا وجد میں آ جاتا۔ آپ نے ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر سلسلہ وعظ وکلام شروع فرمایا، ستر ستر ہزار کا مجمع ہوتا، جو سنتا برائی کو چھوڑ کر اسلام کو اپنا لیتا۔ ان کی کلام کا اثر تھا کہ اکثر لوگ اولیاء اللہ ہو گئے

حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے درس و تدریس اور وعظ و کلام نے اسلام کو زندہ کر دیا۔ یہی وجہ تھی کہ ایک مرتبہ سڑک پر چلتے ہوئے غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ سڑک کے کنارے پر ایک بیمار شخص لیٹا ہوا ہے۔ اُس نے پکار کر کہا کہ اے عبدالقادر! مجھے پکڑ کر اُٹھاؤ۔ اس پر غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ہاتھ پکڑا تو وہ کھڑا ہو گیا۔ غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟۔ اس نے کہا کہ میں دین اسلام ہوں' میں بیمار تھا' تمہارا ہاتھ لگا تو میں تندرست ہو گیا ہوں' تم محی الدین ہو' دین اسلام کو زندہ کرنے والے ہو۔ اس کے بعد آپ کا لقب محی الدین ہو گیا۔

اور یہ سارا فیض حضور نبی کریم ﷺ کا تھا' جس کے صدقہ میں مردہ قوم میں دوبارہ زندگی کی لہر دوڑ گئی نبی کریم ﷺ کا معجزہ کرامات اولیاء اللہ کی صورت میں دُنیا میں تا قیامت جلوہ گری کر رہا ہے۔ کاش! گمراہ لوگ بھی ہدایت پائیں اور فیض سے محروم نہ رہیں۔

-•●•❖•●•-

فسق و فجور کی سیاہ گھٹاؤں اور مشکلات کا دور

غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے آنے سے پہلے مصر میں اگرچہ اسلامی حکومت تھی مگر باطنی فرقہ اسلام دشمنی کے سبب اسلام کی جڑیں کاٹ رہا تھا۔ مراکش میں اسلامی حکومت تھی مگر وہاں کے نام نہاد حکمران عیش پرست اور ننگِ اسلام ہو چکے تھے۔ ہندوستان کے اندر سلطان محمود غزنوی کے بعد پرچم اسلام سرنگوں ہو چکا تھا۔ ہلاکو خاں کے حملوں نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔ کتب اسلامی کو دشمن اسلام نے جلا کر راکھ کر کے دریائے دجلہ میں بہا دیا جو کئی روز تک سیاہ ہو کر بہتا رہا اور بغداد کی تباہی کا منظر پیش کرتا رہا۔

انقلابی دور

آخر رحمت خداوندی جوش میں آئی تو جس طرح خشک سالی کے بعد رحمت کی سیاہ گھٹائیں مژدۂ جاں افزا لے کر آتی ہیں اسی طرح غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا وجود مجسم رحمت خداوندی لے کر ظہور پذیر ہو گیا' جس نے ظلم وستم کو ملیامیٹ کر کے رکھ دیا۔ مصر کے اندر باطنی فرقہ کا قلع قمع ہو گیا۔ مراکش میں دوبارہ پرچمِ اسلام بلند ہوا۔ ہندوستان کے اندر علاء الدین خلجی کے دور نے اسلام کا نام بلند کر دیا کہ اسی دور میں حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات سے دہلی کے لوگ اسلام کی ضیاء باریوں سے منور ہو رہے تھے۔ جہاں غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم سے ان ممالک میں اسلام کا پرچم بلند ہوا' وہاں ہلاکو خاں کے خاندان نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ ہلاکو خاں کا بیٹا اور اس کا بھانجا دونوں مسلمان ہو گئے اور خادمین حرمین شریفین بن گئے۔ المختصر غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نظر جس پر ہوتی اس کی قسمت کو چار چاند لگ جاتے اور وہ دین و دنیا میں فلاح پاتا۔

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

مُردہ دِل زندہ ہو گئے

حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کا وجود سراسر سرورِ کائنات' فخر موجودات' حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کا ترجمان تھا۔ اس کے اندر ایسی تاثیر تھی کہ جس نے مردہ دلوں کو زندگی بخشی۔ یہی وجہ تھی کہ نور الدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی جیسی ہستیاں معرضِ وجود

میں آ گئیں۔ جنہوں نے صلیبی جنگوں کے اندر اسلام کا نام بلند کر کے اپنا لوہا یورپ سے منوالیا۔ یورپ کے نامور جنگجوان کے سامنے میدانِ جنگ میں نہ لڑ سکے کیونکہ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم ان کے ساتھ تھی' جس میں دین و دنیا کی کامیابی کا راز تھا۔

جہاں اجتماعی طور پر فیض کا یہ چشمہ پھوٹ دُنیا کو سیراب کر رہا تھا۔ انفرادی طور پر بھی با کمال تھا۔ اس قدر بے انتہا با کمال تھا کہ اس کا احاطہ کرنا بیان سے باہر ہے۔ جس کے بارے میں چند واقعات مُشتِ نمونہ از خروارے پیش کئے جاتے ہیں تا کہ گمراہ لوگ ہدایت پائیں۔ درحقیقت وہی لوگ اولیاء اللہ کی صحبت سے محروم رہتے ہیں جو سرورِ کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ اور بے ادب ہیں کہ مثل ابلیس کے وہ بھی مردہ ہو چکے ہیں' اِس لئے ان کو ہدایت کیسے نصیب ہو سکتی ہے۔

-•●•❖•●•-

مُردہ زندہ ہونے پر عیسائی پادری ایمان لے آیا

غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک عیسائی پادری کو لایا گیا جو عیسائیت کا جال پھیلانے کے لئے عوام کو چیلنج کرتا تھا اور کہتا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے' اس لئے ان کا مرتبہ مسلمانوں کے نبی سے بلند و بالا ہے' لہٰذا عیسائیت میں نجات ہے۔ وہ پادری اس طرح مسلمانوں کو عیسائیت کے دامِ فریب میں لانے کی مکروہ چال چلتا تھا۔ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر میں خدا کے رسول اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہو کر مردوں کو زندہ کر کے دکھا دوں تو کیا تم اسلام کی حقانیت کو تسلیم کرتے ہوئے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور مسلمان ہو جاؤ گے؟۔ اُس نے کہا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں نہ صرف خود اسلام قبول کروں گا' بلکہ دوسروں

کو بھی اس کی تبلیغ کروں گا۔ اس پر غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اس کو قبرستان میں لے گئے اور فرمایا کہ جس قبر کی طرف اشارہ کرو گے اسی کو زندہ کیا جائے گا۔ اس عیسائی نے ایک پرانی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہا کہ اس کو زندہ کر دو تو مان لوں گا۔

غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بحالت کشف اس قبر والے کو دیکھا تو بتایا کہ یہ ایک گویا تھا۔ اگر چاہو تو معہ ساز کے گاتا بجاتا قبر سے باہر آئے۔ جوں ہی عیسائی نے ہاں کی تو حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے "قُمْ بِاِذْنِ اللہ" پڑھ کر اشارہ کیا تو وہ گویا ساز بجاتا ہوا قبر سے باہر زندہ ہو کر سامنے آ گیا۔ عیسائی پادری نے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا اور کہا کہ کوئی عیسائی ایسا نہیں کر سکتا مگر اسلام کے نام لیوا ہیں' خدا نے ایسی طاقت بخشی ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ اسی کا نام کرامت ہے جو اسلام کی سر بلندی کا ایک زندہ ثبوت ہے' اور حقانیت کی دلیل ہے' کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض تا قیامت جاری ہے۔

مرغی زندہ ہو گئی

غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک عورت نے اپنے لڑکے کو تعلیم و تربیت کے حصول کے لئے پیش کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ عورت مدرسہ میں پڑھنے والے اپنے بچے کو دیکھنے آئی تو اس نے دیکھا کہ اس کا لڑکا کمزور ہو گیا ہے' سوکھی روٹی کھا رہا ہے۔ بعد میں غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئی تو دیکھا کہ غوث پاک مرغی کا گوشت کھا رہے ہیں۔ اس عوت نے فوراً کہہ دیا کہ میرا بیٹا سوکھی روٹی کھائے اور آپ مرغ کا گوشت۔ یہ سن کر غوث پاک نے فرمایا کہ ہڈیاں اکٹھی کی جائیں۔ پھر ان ہڈیوں کو مخاطب کر کے فرمایا "قُمْ بِاِذْنِ اللہ" تو اُسی وقت وہ مرغی زندہ ہو گئی' جس کی یہ ہڈیاں تھیں۔ پھر فرمایا کہ مائی تیرا بچہ ابھی پہلی منزل میں ہے اس لئے سوکھی روٹی کے

لائق ہے۔ جب اس منزل پر پہنچے گا تو وہ بھی مرغ کا گوشت کھائے گا کہ وہ بھی محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا منظورِ نظر بن جائے گا۔

بڑھیا کے بیٹے کا بارہ برس بعد زندہ ہونا

غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ دریا کے کنارے پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت روتی ہوئی آہ و بکا کر رہی ہے اور بے حد پریشان ہے۔ جس پر نظر کرم ہوگئی تو آپ نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی۔ عورت نے کہا کہ پہلے وعدہ کریں کہ مدد کریں گے' تب بیان کروں گی۔ آپ نے وعدہ کر لیا تو اس عورت نے بتا دیا کہ بارہ برس گزر گئے ہیں کہ اسی دریا میں اس کا بیٹا شادی کے بعد معہ دلہن اور بارات کے کشتی پر سوار ہوا تو واپسی پر دریا میں ڈوب گیا۔ اس وقت سے میرا رونا اور گریہ وزاری کرنا بند نہیں ہوتا۔ ہر روز فریاد کرتی رہتی ہوں' پتہ نہیں میری فریاد کب سنی جائے گی' تا کہ مجھے چین نصیب ہو۔ اس پر غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ تڑپ اُٹھے اور کہا کہ تیرا رونا میری برداشت سے باہر ہے' اس لئے تیری جگہ اب میں روتا ہوں' جب تک میری پکار نہ سنے گا' میں رونا بند نہیں کروں گا۔ یہ کہا اور سجدے میں سر رکھ کر خدا سے فریاد کرنے لگے اور اس وقت تک فریاد جاری رکھی جب تک آواز نہ آئی کہ تیری پکار کو سن لیا ہے اور قبول ہوگئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی دریا کی لہروں میں جوش آیا جس سے کشتی دوبارہ سطح آب پر آگئی اور دولہا معہ دلہن اور بارات کے دوبارہ زندہ ہو کر سطح آب پر آگئی۔ دولہا معہ دلہن اور بارات کے دوبارہ زندگی پا کر ظاہر ہو گئے اور اپنے اپنے گھروں کو واپس لوٹے۔

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا

دریا بہا دیئے ہیں دُر بے بہا دیئے ہیں

اُن کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں
اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گا
رو رو کے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریا بہا دیئے ہیں

جب محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ولی اللہ کا یہ مقام ہے تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق "هُوَ مَحْبُوْبِیْ وَمَحْبُوْبُ اللهِ وَ وَلِیُّ اللهِ" کی شان کیسے کم ہو سکتی ہے جس کو سارا فیض خدا کے محبوب نے بحالت بیداری زیارت کرا کے عطا فرما دیا تھا ۔ اور وہ خدا کے منظور نظر ہو گئے تھے ۔ یہ سارا فیض اس امر کی دلیل ہے کہ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ایمان "لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ" ﴿پ ۲۴ سورۃ الزمر آیت نمبر ۵۳﴾ پر اس کمال پر پہنچ چکا تھا کہ آپ کسی طور بھی خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہوتے ۔ لہٰذا جب تک رحمت کا ظہور نہ ہوتا وہ دوسرا خیال بھی دل میں نہ لاتے ۔ یہی ولائت کا مقام ہے' جسے گمراہ لوگ سمجھنے سے عاری ہیں اور تعلق بالرسول کے بغیر توحید کا دعویٰ کر کے ابلیس کا عقیدہ اپناتے ہیں' کیونکہ وسیلے کے منکر تعلق بالرسول ثابت نہیں کر سکتے ۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اندر ولی اللہ اور مرشد کامل کا ہونا ناممکن ہے' کیونکہ وہ تو ان کے سائے سے بھی بھاگتے ہیں ۔

غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کا ظہور درحقیقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض تھا جو پھوٹ پھوٹ کر ہر موقع پر ظاہر ہوتا تھا ۔ اِس لئے مردوں کو زندہ کرنا درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا ہی ایک رُخ تھا جس کو میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ آف کھڑی شریف نے اپنے الفاظ میں پکار کر سنا دیا ہے ۔

مرد ملے تے درد نہ چھوڑے' اوگن دے گن کردا
کامل لوگ محمد بخشا لعل بناون پتھر دا

مگر جس کے دل میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام نہ ہو وہ ولی کو کس نگاہ سے دیکھے گا۔ ایسے ہی لوگ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات اور ولیوں کے مقامات کا ٹھٹھا کرنے والے ہیں' بلکہ ان کی صحبت سے بھاگتے ہیں' مگر اللہ تعالیٰ نے سورۂ کہف اور دیگر سورتوں میں ولیوں کا ذکر کر کے خبیثوں کی خباثت کا اظہار کرنے کے لئے خود اعلان فرمادیا ہے کہ ایسے لوگ منکر قرآن ہیں اور اصحاب کہف کا کتا ان سے بدرجہ بہتر ہے کہ وہ ولیوں کی صحبت میں رہ کر جنتی ہو گیا مگر یہ لوگ اس صحبت کے ہی منکر ہیں تو نجات کیسے پا سکتے ہیں۔

-•●•❖•●•-

کبیر الدین رحمۃ اللہ علیہ دولہا دریائی

حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تفسیر نعیمی'' کے اندر بیان کیا ہے کہ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت سے دریا کی سطح پر آنے والا دولہا کبیر الدین دریائی رحمۃ اللہ علیہ تھا جو اپنی ماں کی نصیحت پر عمل پیرا ہو کر غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہو گیا اور پیر کے حکم پر عمل کرتے ہوئے گجرات شہر میں تبلیغ دین کے سلسلہ میں پاکستان کے اس شہر میں قیام پذیر ہو گیا' جہاں اُن کا مزار اب بھی موجود ہے' اور پنجاب کے لوگ شاہِ دولا کے نام سے اُن کو یاد کرتے ہیں' اُن کی کرامت ہر دور کے اندر اس طرح پر ظاہر ہوتی ہے کہ جس کے اولاد نہ ہو وہ خدا کے اس ولی کے در پر پہنچ کر آپ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ کر یہ عہد کرتا ہے کہ اس کا پہلا بچہ ولی کا مرید بنا دیں گے تو وہ بچہ ولی پیدا ہوتا ہے' جس کی نشانی یہ ہے کہ اس کا سر باقی لوگوں سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کے بعد دوسری اولاد میں ایسی کوئی نشانی نہیں ہوتی۔

درحقیقت ولی کی ہر کرامت خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض ہے۔ تو پھر ولی اللہ کے

در سے منہ موڑنا حقیقت میں نبی کے معجزہ کا انکار ہے۔ لہٰذا ایسے منکر لوگ گستاخ رسول نہ ہوں تو اور کیا ہوں گے۔ خدا کے نزدیک لعنت اور اور عذابِ اَلیم انہیں کے حق میں ہوئی ہے۔

غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بے شمار کرامات کا ذِکر ''قلائدالجواہر'' اور ''بہجۃ الاسرار'' میں ہے' جن میں سے چند کا ذِکر پیش کر کے یہ بتانا مقصود ہے کہ جہاں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کا یہ مقام ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام کس قدر اور کتنا بلند ہے۔ مگر اِس کے باوجود گستاخ اور بے ادب لوگ اِس قدر جاہل ہیں کہ وہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ مخالفت سے باز نہیں آتے۔

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دُور ہے' یہی شمع ہے کہ دُھواں نہیں
وہی لامکاں کے مکین ہوئے' سرِ عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہیں جس کے ہیں یہ مکاں' وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات بلکہ ہر ولی کو ولایت سے اس امر کا ثبوت ملتا کہ ولی اللہ کا ایمان انبیاء کے بعد ساری مخلوق سے بڑھ کر ہوتا ہے' اس لئے ان کی صحبت سے مومن کے ایمان میں استقامت اور تقویت عطا ہوتی ہے' اس کا ثبوت قرآنِ کریم کی آیات کے اندر موجود ہے جس میں ارشاد ہوتا ہے کہ

كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔ ﴿پ ۱۱ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۱۹﴾

وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ۔ ﴿پ ۶ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۳۵﴾

کہ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ' اُن کی صحبت اختیار کرو اور اُن کا وسیلہ اختیار کرو۔ لہٰذا اولیاء اللہ کا ذِکر اور انکی صحبت فرمانِ الٰہی پر عمل ہے' مگر اس کی مخالفت فرمان الٰہی کی تکذیب اور اس کی مخالفت ہے۔ لہٰذا فرمانِ الٰہی پر عمل پیرا ہوتے ہی غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ

کی چند کرامات کا اور ذِکر پیش کیا جارہا ہے' جو سراسر ہدایت کا سر چشمہ ہے۔

ظالم کے ہاتھ سے سیب میں کیڑے پڑ گئے

ابو مظفر خلیفۂ وقت حضور غوثِ الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ کی کوئی کرامت دیکھنا چاہتا ہوں۔ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ہاتھ اوپر ہوا میں اُٹھایا تو دو سیب ہاتھ میں آ گئے۔ اُنہوں نے ایک سیب خلیفہ کے ہاتھ میں دیا اور دوسرا اپنے ہاتھ میں رکھا۔ پھر دونوں سیب چیرے گئے تو خلیفہ کے ہاتھ والے سیب میں کیڑے پڑے ہوئے نظر آ گئے' مگر دوسرا سیب جو غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تھا وہ چیرا گیا وہ بالکل ٹھیک اور خوشبودار نکلا۔ خلیفہ نے وجہ پوچھی تو غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب سیب میرے ہاتھ میں آئے تو دونوں صحیح تھے' لیکن جب اُن میں سے ایک سیب آپ کے ہاتھ میں پہنچا تو اسمیں فوراً کیڑے پڑ گئے۔ یہ اس لئے ہوا ہے کہ خلیفۂ وقت کے ہاتھ ظالم کے ہاتھ ہیں' جو عوام کا خون چوستا ہے اور سراسر اسلام کے منافی کام کرتا ہے۔ جب تک وہ ظلم کرتا رہے گا' اِس کا اِظہار ہوتا رہے گا۔ اِس لئے اُسے توبہ کرنی چاہئے اور ولی کے در پر پہنچ کر وہ اپنے ظلم کو چھپا نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ در اُس کا در ہے جس کا تعلق باللہ قائم ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ در ہدایت کا در ہے اور جو ولی اللہ کے در سے منہ موڑتا ہے وہ سرکش' نافرمان اور ظلم کا پرستار اور راندہ درگاہِ الٰہی ہے۔

ولی اللہ کا مقام بحال کرنا

غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کے ذِکر میں یہ بھی بیان ہے کہ ایک ولی کی ولایت چھن گئی کہ اس نے گناہ کا ارتکاب کیا اس لئے وہ خدا کی بارگاہ میں بدبخت قرار پا گیا۔ اس نے اس کے بعد توبہ کے لئے کئی اولیاء اللہ سے رجوع کیا لیکن کامیاب نہ

ہوا' حتیٰ کہ تین سو ساٹھ (۳۶۰) ولیوں نے بارگاہِ ایزدی میں اُس کے لئے دُعا کی'
مگر مقبول نہ ہوئی۔ جواب میں معلوم ہوتا کہ وہ بد بخت ہو گیا ہے۔ جب اُس کی قسمت
جاگنے کا وقت آ گیا تو اچانک غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں اُس کی حاضری ہو گئی۔
اُس نے اپنی بدبختی کا ذکر کیا اور عرض کیا کہ آپ بھی اُس کے لئے خدا سے فریاد
کریں۔ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فریادی کی فریاد کو سُنا تو تڑپ اُٹھے' فوراً بارگاہِ ایزدی
میں سوال کر دیا۔ مگر جواب میں وہی کچھ سنتے جو پہلے ولی سن چکے تھے کہ وہ بد بخت ہے
۔ آپ کا ''لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ'' ﴿پ۲۴ سورۃ الزمر آیت نمبر۵۳﴾ پر عمل کا یہ مقام
تھا کہ آپ ہر بار جواب سن کر پھر سوال کر دیتے اور عرض کرتے کہ مولا! یہ شخص تیری
مخلوق ہے' اس پر رحم کرنا تیری شان ہے' اور میں اس لئے سوال کرتا ہوں کہ تیری مخلوق
سے محبت رکھتا ہوں اور تیری رحمت سے ناامید نہیں ہوں۔ آخر جب ستر مرتبہ یہی عرض
کی تو خدا کی رحمت جوش میں آ گئی' اور جواب آ گیا اِفْعَلْ مَا تُرِيْد۔ کہ اے عبدالقادر
اب بس کرو' تمہیں اختیار ہے کہ جیسے چاہو' اپنی مرضی کے مطابق اُسے مقام عطا کر دو۔

لوحِ وقت پہ ہم حرفِ آخر ہو جائیں
آؤ لوگو! ہم پہلے جیسے پھر ہو جائیں

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دُعا سے ایک عورت صاحب اولاد ہو گئی

ہر مشکل دی کنجی یارو ہتھ ولیاں دے آئی
ولی نگاہ کرن جس ویلے مشکل رہے نہ کائی

ایک عورت اولاد سے محروم تھی۔ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے در پر دُعا کے لئے حاضر
ہوئی تا کہ اس کی قسمت میں بھی اللہ عزوجل کی طرف سے اولاد عطا ہو جائے۔ غوثِ

پاک رحمۃ اللہ علیہ نے دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھانے سے پہلے فرمایا کہ مائی تیری قسمت میں اولاد نہیں ہے۔عورت نے کہا کہ اگر قسمت میں ہوتی تو پھر آپ کے در پر آنے کی ضرورت نہ پڑتی ۔اس پر غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مدد کے لئے خدا کے دربار میں عرض کی کہ اے مولا !ایک بچہ عطاء کردے تاکہ اس کی تقدیر بدل جائے ۔جواب ملا کہ اس کے مقدر میں اولاد نہیں ہے ۔پھر غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی کہ اگر ایک نہیں تو دو بچے عطا کردے۔جواب ملا کہ نہیں ہیں۔غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ایمان کہ وہ خدا کے در سے ناامید نہ ہوتے تھے'اِس لئے پھر تین کے لئے سوال کردیا' مگر جواب ملا کہ اس کی قسمت میں نہیں ہیں ۔چوتھی بار عرض کی تو بھی جواب نفی میں ملا۔آپ نے پھر پانچ مرتبہ سوال کردیا اور نفی میں جواب سن کر مایوس نہ ہوئے اور بار بار سوال کرتے ہی رہے ۔آخر ساتویں مرتبہ سوال کیا کہ سات بچے عطا کردے' اور کہا کہ تیری مخلوق ہے اس پر رحم فرمانا ہی تیری شان ہے۔میں اس لئے سوال کرتا ہوں کہ تیری مخلوق کے ساتھ محبت رکھتا ہوں ۔خدا کی رحمت جوش میں آئی تو دعا قبول ہوگئی۔غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جاؤ تمہاری قسمت بدل گئی ہے۔اللہ تعالیٰ تمہیں سات بچے عطا فرمائے گا۔چنانچہ جو ایک بچہ کے لئے ترستی تھی اللہ تعالیٰ نے سات بچے عطا کردیئے۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کی زبان پاک تھی اور خدا کی ذات پر غیر متزلزل ایمان تھا کہ وہ اس سے کبھی ناامید نہ ہوئے ۔نہ صرف یہ بلکہ خدا کی مخلوق کی مدد کا جذبہ آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا' جو مومن کی صفات ہیں' لہٰذا غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں جو گیا' خالی واپس نہ آیا۔اسی کا نام دین ہے۔مگر جو اولیاء کی صحبت اور فیض کے منکر ہیں وہ ان تمام صفات سے محروم ہیں۔محض زبانی دعویٰ ایمان اور اس پر عمل کا فقدان منافق کی نشانی ہے۔لہٰذا انکار منافقت کی دلیل ہے۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

بغداد کے تاجر کی غیبی امداد

بغداد کے ایک تاجر نے سات سو دینار کا مالِ تجارت اُونٹوں پر لاد کر روانگی سے پہلے دُعائے خیریت کرانے کے لئے بغداد کے شیخ حماد ولی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کا شرف حاصل کیا' تا کہ ملکِ شام میں بخیریت پہنچ کر مالِ تجارت فروخت کر کے واپس لوٹے اور نفع کمائے۔ شیخ حماد رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی تو جواب میں پتہ چلا کہ تاجر پر ڈاکہ پڑے گا اور وہ قتل ہو جائے گا اور مال لوٹ لیا جائے گا۔ اس لئے شیخ حماد رحمۃ اللہ علیہ نے بتا دیا کہ سفر ہرگز نہ کرے۔ تاجر مایوس ہو کر لوٹا تو راستہ میں غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نظر آ گئے اس پر تاجر نے غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا دامن تھاما اور اپنی مدد کے لئے درخواست پیش کر دی۔ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی تو وہی جواب ملا کہ سفر نہ کرے' ورنہ قتل ہو جائے گا اور مال لوٹ لیا جائے گا۔ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہوئے اور تاجر کے لئے بار بار دُعا فرماتے رہے' حتیٰ کہ قبولیت ہوگئی اور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ محافظ ہے سفر کر سکتے ہو

وہ تاجر روانہ ہو گیا اور بخیریت ملکِ شام پہنچ گیا اور مالِ تجارت فروخت کر کے خوب نفع کمایا۔ شام کے وقت وہ کسی مقام جنگل میں قضائے حاجت کے لئے بیٹھا تو جلدی میں نقدی والا تھیلا وہیں بھول کر اپنے ڈیرے پر آیا' رو پیٹ کر سو گیا۔

جوں ہی وہ سویا اس نے خواب میں دیکھا کہ اس پر ڈاکہ پڑ گیا ہے اور ڈاکوا سے قتل کرنے کے لئے اس پر حملہ آور ہو گئے اور اس کا مالِ تجارت لوٹ لیا گیا ہے۔ ایسی خطرناک خواب کی وجہ سے وہ فوراً بیدار ہو گیا۔ جوں ہی وہ بیدار ہوا اُسے اپنا بھولا ہوا

تھیلا یاد آ گیا۔ فوراً جنگل میں پہنچا اور تھیلا اُٹھا کر لے آیا کیونکہ اس وقت تک کوئی شخص وہاں نہ پہنچا تھا اور اندھیرے میں نہ دیکھ سکا تھا۔

اس کے بعد وہ تاجر بغداد واپس آیا تو سب سے پہلے شیخ حماد رحمۃ اللہ علیہ ہی ملے۔ اس نے بتایا کہ اس کا بحفاظت شام پہنچنا اور واپس آ جانا محض اس وجہ سے ہوا ہے کہ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دعا قبول ہوگئی کہ اس کا قتل اور ڈاکہ پڑنا جو مقدر میں لکھا تھا خواب میں بدل گیا۔ یعنی خدا کی ذات نے اس واقعہ کو خواب کا حکم دے کر غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی فریادرسی فرما دی۔ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دعا سے اپنے غیر متزلزل ایمان کا ثبوت فراہم کیا' اسی کا نام استقامت دین ہے جو اس کے مقبول بندوں میں بدرجۂ اتم موجود ہوتا ہے اور اس سے دوسروں کو بھی سبق ملتا ہے' مگر اولیاء اللہ کی صحبت سے محروم رہنے والے بلکہ اس کی مخالفت کرنے والے استقامتِ دین سے محروم ہیں اس لئے گمراہ ہیں۔

غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ابومظفر خلیفۂ وقت حاضر ہوا اور اشرفیوں کی تھیلی بطور نذرانہ پیش کی۔ غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ نے تھیلی کو پکڑا اور خوب دبایا یہاں تک کہ اس کے اندر سے خون نکل آیا۔ تب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تھیلی واپس لوٹا کر فرمایا کہ اس تھیلی میں سے غرباء کا چوسا ہوا خون ظاہر ہو گیا ہے اور خلیفہ کو تلقین فرمائی کہ آئندہ غربا اور مساکین پر ظلم بند کرو جو خون کی شکل میں ظاہر ہو جاتا ہے۔

-•●•❖•●•-

طاعون کی وباء سے نجات

شہر بغداد کے اندر ایک مرتبہ طاعون کی وبا پھوٹ پڑی اور لوگ اس قدر مرنے لگے کہ عوام غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ عوام طاعون سے نجات

حاصل کر سکے۔ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مدرسہ غوثیہ کے کنوئیں سے پانی اور مدرسہ کی گھاس لے جائیں اور گھاس کو اس پانی میں گھوٹ کر مریضوں کو پلائیں۔ چنانچہ شہر کے لوگوں نے اس پر عمل کیا تو طاعون سے نجات پا گئے اور وبا ختم ہو گئی۔

غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید بوقت عصر آیا تو اس نے دیکھا کہ نماز با جماعت ہو رہی ہے' فوراً جماعت میں شامل ہو گیا اور اسی حالت میں غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے نماز عصر ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بیٹا وضو کا خیال رکھا کرو' بغیر وضو کے نماز میں شامل ہو گئے۔ یہ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ہے کہ مرید کے وضو کا بھی وہ خیال رکھتے۔ مرید وضو کرنا بھول گیا تو اس کے پیر صاحب نے اس کی غلطی اس کو بتا کر اس کا وضو درست کروایا تو اس مرید سے گناہ کا ارتکاب کیسے ہو سکتا ہے کہ جو یہ سمجھتا ہے کہ اس کا پیر اس پر نظر رکھتا ہے۔ جو لوگ ولی اللہ کی ذات سے متنفر ہیں وہ لوگ گناہوں سے کیونکر بچ سکتے ہیں' اس لئے ایسے لوگ گمراہ ہیں کیونکہ وہ خدا کے فرمان كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿پ ۱۱ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۱۹﴾ کے منکر ہیں۔

ڈاکو کو ولی بنادیا

ایک مرتبہ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کا جنگل سے گزر ہوا تو ایک ڈاکو نے غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے جُبہ مبارک کو چھیننے کے لئے ہاتھ ڈال دیا کیونکہ وہ بڑا قیمتی تھا۔ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تو اس کے حق میں دعا کی کہ اے اللہ عزوجل جس نے میرا دامن پکڑ لیا ہے' قیامت تک اس کو مجھ سے جُدا نہ کرنا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ ڈاکو بھی آپ کا مرید ہو کر مقبول بارگاہ رب العزت ولی ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کو خدا کی مخلوق کے ساتھ کس قدر محبت ہے کہ جو بھی قریب ہوا اس کی دنیا بدل گئی۔ چور اور ڈاکو بُری نیت

کے ساتھ آیا تو ولی اللہ کی دعا نے اس کی تقدیر بدل کر رکھ دی اور اس کو خدا کے ساتھ ملا دیا۔ ثابت ہوا کہ جو لوگ اسے شرک قرار دیتے ہیں وہ گمراہ ہیں کیونکہ ولی اللہ تو خدا سے ملانے والا ہے۔ ولی اللہ شرک نہیں سکھاتا بلکہ دین پر استقامت کا درس دیتا ہے۔

-•●•❖•●•-

چور کو قطب بنا دیا

ایک مرتبہ ایک شخص چوری کی نیت سے غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں داخل ہوا۔ مگر جوں ہی اندر داخل ہوا تو اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ وہ چوری کرنے کی بجائے ڈر کر چھپ گیا۔ باہر سے کسی نے دستک دی اور کہا کہ فلاں علاقہ کا قطب فوت ہو گیا ہے۔ غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ اس نے بتایا کہ خضر (علیہ السلام) ہوں اور قطب لینے آیا ہوں' اور ابھی چاہئے' دن چڑھنے کا انتظار نہیں کر سکتا کیونکہ ڈر ہے کہ کہیں اتنی دیر میں وہ علاقہ برباد نہ ہو جائے۔ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ چھپے ہوئے آدمی کو خضر کے حوالے کیا جائے' وہ اس علاقے کا قطب بنا دیا گیا ہے۔ چور نے کہا کہ حضور میں چور ہوں۔ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آیا تو چور تھا' اب قطب ہو گیا ہے۔ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی یہ شان کہ جو بھی آیا فیض پا گیا' اگرچہ چور ہو یا ڈاکو۔ ثابت ہوا کہ ولی اللہ کے قریب ہونے والا خدا کے قریب ہو کر اس کا مقرب بن جاتا ہے' اور جو اس کا مقرب ہو جائے وہ مشرک نہیں ہو سکتا' لہٰذا گستاخانِ رسول کا یہ عقیدہ کہ ولی کے در پر جانا اور فیض حاصل کرنا شرک ہے' سراسر باطل اور گمراہی ہے۔ کیونکہ قربتِ الٰہی کا مقام پانا دین ہے' شرک ہرگز نہیں۔ لہٰذا شرک کہنے والے خود گمراہ اور خدا سے دور ہیں۔

-•●•❖•●•-

بیک وقت ستّر گھروں میں افطاری

ایک مرتبہ افطاری کے لئے ستر مریدوں نے غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ایک وقت میں دعوت کردی جسے غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے قبول فرمالیا۔ روزہ کی افطاری کے وقت سب کے گھروں میں وہ حاضر ہوئے اور افطاری کی۔ افطاری کے بعد تمام مرید یہ ہی کہتے کہ افطاری اس کے گھر میں ہوئی ہے' جس سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام حاضر و ناظر کا ثبوت ملتا ہے یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے ستر گھروں میں ایک ہی وقت پر حاضر ہو کر بطور کرامت ظاہر فرمادیا۔

مٹکا کے اندر مفلوج لڑکا تندرست ہوگیا

ایک مرتبہ بغداد کے ایک تاجر نے غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کی۔ جب غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ تاجر کے ہاں پہنچے تو اُس نے ایک مٹکا پیش کر دیا' جس کے اندر ایک مفلوج لڑکا بیٹھا تھا۔ بیچارہ چلنے پھرنے سے معذور تھا۔ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بیٹا باہر آؤ تو وہ لڑکا جو بیمار تھا تندرست ہوگیا اور باہر نکل آیا۔ تاجر بہت خوش ہوا کہ ولی اللہ کی زبان میں یہ تاثیر خدا نے پیدا کردی کہ آواز سن کر بیمار تندرست ہوگیا۔ وہ دلوں کی بیماری بھی اسی طرح دور کر کے خدا کا مقرب بندہ بنا دیتے ہیں جو ان کی کرامات ہیں۔

عذابِ قبر سے نجات مل گئی

بغداد شہر کے قبرستان سے چیخوں کی آواز اور آہ وزاری سن کر لوگ گھبرا گئے' وہ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور عرض کیا کہ قبر والے کی مدد کریں

اور ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائیں۔ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا کہ کیا وہ قبر والا مجھ سے حسنِ ظن رکھتا تھا' کیا کبھی اس نے مدرسہ میں حاضری دی' کبھی نماز پڑھی۔ لوگ نہ بتا سکے کیونکہ وہ اس سے واقف نہ تھے۔ تب غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے حالت کشف خود معلوم کرنا چاہا تو فرشتے نے بتایا کہ وہ غوث پاک کے ساتھ حسن ظن رکھتا تھا' اس کی مدرسہ میں حاضری ہوئی تھی۔ تب غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لئے دعا فرمائی تو اس کا عذاب دُور ہو گیا اور اس کی چیخیں بند ہو گئیں۔ عالم برزخ میں بھی اللہ کے ولی مدد کر کے قبر کے عذاب کو دور کر دیتے ہیں' کیونکہ ان کی دعا خدا قبول کر کے صاحب قبر کو بخش دیتا ہے۔

شیخ احمد کے شیر کو غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے کتے نے ختم کر دیا

شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ' ایک بزرگ ولی اللہ' جس جگہ جاتے شیر پر سوار ہو کر جاتے اور شیر کے لئے ایک گائے خوراک کے لئے پیش کی جاتی۔ ایک مرتبہ وہی بزرگ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھی شیر پر سوار ہو کر حاضر ہوئے۔

جب شیر کے لئے ایک گائے کو لایا گیا تو اس کے ساتھ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک کتا بھی آ گیا' جس نے آتے ہی شیر پر حملہ کر دیا اور چیر پھاڑ کر اُسے ختم کر دیا۔ اس کے بعد سے شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے شیر کو ساتھ لے جانا بند کر دیا کہ وہ اس واقعہ سے بہت شرمندہ تھے کہ وہ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے در پر ایسی صورت میں آئے جو اُن کی شان کے خلاف تھی۔ اسی لئے غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے کتے میں یہ ہمت ہوئی کہ اس نے ایک شیر کو ختم کر دیا' جو غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی شان کے خلاف اپنی طاقت کو دکھانے کے لئے لایا گیا تھا۔

اپنے بیٹے کی بشارت دے دی

غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ سخت بیمار ہو گئے یہاں تک کہ گھر والے رونے لگے کہ جدائی کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اس پر غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ فکر نہ کرو' ابھی وقت نہیں آیا' ابھی تو میری پشت سے میرا بیٹا یحیٰی پیدا ہو گا۔ چنانچہ اس کے بعد غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ تندرست ہو گئے اور پھر کافی عرصے کے بعد اللہ کو پیارے ہوئے۔ معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کو اپنی موت کا وقت معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن سے پردہ اُٹھا دیتا ہے۔

دریائے دجلہ کی طغیانی رُک گئی

ایک مرتبہ دریائے دجلہ میں اس قدر طغیانی آ گئی کہ اہل بغداد مصیبت میں گرفتار ہو گئے۔ مجبور ہو کر غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ اہل بغداد کی مدد فرمائیں۔ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ میں ایک عصا لیا اور دریا کی طرف چل پڑے وہاں پہنچ کر عصا کو ایک مقام پر گاڑ دیا۔ عصا کو نصب کرنے کے بعد فرمایا کہ اے دجلہ! اِس حد کے اندر رہو۔ اس کے بعد دریائے دجلہ اس حد سے کبھی باہر نہ آیا' نہ اہل بغداد کے لئے مصیبت بنا۔ اللہ کے مقبول بندوں اولیاء اللہ کی حکمرانی دریاؤں پر بھی ہوتی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں دریائے نیل کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا رقعہ دریا کو پہنچا تو خشک دریا رواں ہو گیا۔

دو سیر گندم میں برکت

غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک مسکین نے اپنی تنگی گزارہ کی شکایت کی تو غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسکین کو دو سیر گندم عطا فرما کر کیا کہ اس کا آٹا پسوا کر تھیلہ میں محفوظ کر لو۔ مگر ایک مرتبہ اس کی بیوی نے آٹے کو تول ڈالا تو اس کے بعد وہ ختم ہو گیا۔ یہ اس لئے ہوا کہ ولی اللہ کی کرامت پہ شک ہوا تو اس کو جانچنا چاہا' جس کی وجہ سے کرامت کا اثر جاتا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات کے منکر کرامات اولیاء اللہ پر یقین نہ رکھنے کی بنا پر اس سے محروم رہتے ہیں۔ جب وہ خدا کے نبی کے معجزات پر یقین اور ایمان سے محروم ہیں تو اولیاء اللہ کی کرامات اور ان کے فیض سے محروم کیوں نہ ہوں گے۔

-•●•❖•●•-

خطبہ کے دوران زیارتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے تو آپ نے دیکھا کہ ان کا مرید خاص علی ہیتی جو پہلی صف میں آپ کے سامنے خطبہ سن رہا تھا' سو گیا جوں ہی اس کی آنکھیں بند ہوئیں' غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ ان کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو رہی ہے' اِس لئے آپ اُٹھ کر منبر سے اُتر کر علی ہیتی کے سامنے با ادب کھڑے ہو گئے۔ جب علی ہیتی بیدار ہوئے تو دیکھا کہ پیر سامنے با ادب کھڑا ہے۔ غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو نظر آیا ہے' وہ بیان کرو تا کہ لوگ مغالطہ میں نہ آ جائیں۔ علی ہیتی نے عذر پیش کیا' مگر پیر کے حکم پر صاف بتا دیا کہ سرورِ کائنات' فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے۔ پیر نے پوچھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے۔ تو مرید نے صاف بتا دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا

دامن نہ چھوڑنا، جس کے صلہ میں قیامت میں تمہاری شفاعت کروں گا۔ جس کا دامن غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں ہو گیا، وہ شفاعت نبی کا حقدار ہو گیا۔ مرید نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، مگر غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقام کہ اُسی وقت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بیداری میں کی کہ خدا کے نبی کے محبوب ہیں اور اللہ کے محبوب ہیں۔

غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے مرید سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنا، تو بے ساختہ فرمایا۔ ''مُرِیْدِیْ لَاتَخَفْ اللّٰہُ رَبِّیْ'' کہ میرے مرید و ذرا نہ ڈرو کیونکہ اللہ ہمارا رب ہے اور بڑا مہربان ہے، وہ ہماری فریاد کو سنتا اور مدد کرتا ہے۔

-•●•⁘•●•-

غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کا اعلان

پھر فرمایا کہ اگر میرا مرید مصیبت میں گرفتار ہو جائے اور وہ مشرق میں ہو اور میں اس وقت مغرب میں ہوں اور میرا مرید فریاد کرے تو میں اس کی مدد کروں گا۔ یہ مقام مجھے اس لئے ملا ہے کہ ''قَدَمُ النَّبِیِّ عَلٰی رَقَبَتِیْ وَقَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ'' کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم میری گردن پر ہے اور میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔

-•●•⁘•●•-

خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ پر فیض عطاء

جب غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ یہ اعلان فرما رہے تھے، عین اُسی وقت حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ بغداد سے ہزاروں میل کے فاصلہ پر کابل کے پہاڑوں کے اندر ایک غار میں مصروف عبادت تھے کہ عالمِ کشف میں غوثِ پاک کا اعلان سن لیا تو اپنی

گردن جھکا کر فرمانے لگے۔ "بَلْ قَدَمَاكَ عَلٰى رَأْسِي وَعَيْنِي" بلکہ میرے سر اور آنکھوں پر غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کا قدم ہے۔ اِس کا صلہ یہ ملا یہ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو ہندالولی کا مقام عطا ہو گیا اور وہ ہندوستان کے اندر راج پوتانہ میں تبلیغ دین کی خدمت پر مامور ہو گئے اور نوے لاکھ کفار کو کلمہ پڑھایا۔

غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ تین دن وعظ فرماتے اور دو دن مدرسہ غوثیہ میں درس دیتے۔ علماء اور اولیاء کی جماعتیں تیار کرتے' تاکہ دُنیا کے اندر اسلام کا پرچم پھر بلند ہو۔

-•●•❖•●•-

غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ کا مقام

غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ کے دوران مجمع پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی۔ دور و نزدیک والے سب یکساں طور پر سنتے حالانکہ ستر ہزار کا مجمع ہوتا اور اس زمانہ میں لاؤڈ سپیکر کا وجود بھی نہ تھا۔ ٹریفک جام ہو جاتی آخر مجبور ہو کر منبر شریف کو شہر سے باہر کھلی جگہ میں بچھا دیا جاتا۔ حالت یہ ہوتی کہ شہر کے مضافات سے لوگ کھینچے چلے آتے۔ گھوڑوں پر سواروں کی قطاریں مثل دیوار کے مجمع کو گھیر لیتیں۔ سب کے کان غوث پاک کی آواز کی طرف ہو جاتے اور ان کے فرمان کو دل میں جگہ دیتے۔ چار چار سو علماء کرام ایک وقت میں ان کی تقریر کو قلم بند کرتے اور سب پر سکتہ کا عالم طاری ہو جاتا۔

چنانچہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے محدث کا بیان ہے کہ ایک دفعہ وہ ان کے مجمع کے اندر موجود تھے کہ اس موضوع پر ۴۰ نقاط' غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کئے' جن میں سے صرف ۱۱ کا علم ان کو تھا۔ یہ غوث پاک کے علم کا مقام تھا۔

-•●•❖•●•-

مرید عورت کی مدد

ایک عورت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مرید ہوگئی اور ذکر الٰہی کا فیض ہوا۔ ایک روز وہ کسی کام کے لئے شہر سے باہر کسی پہاڑ کی طرف جارہی تھی کہ ایک بدمعاش نے بُری نیت سے اس کا تعاقب کیا۔ عورت نے دیکھا تو فوراً غوث پاک سے فریاد کی۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ غوث پاک نے مدد کے لئے اپنے لکڑی کے جوتا کو ہوا میں پھینک کر حکم دیا کہ بدمعاش کی مرمت کی جائے۔ عین اسی وقت بدمعاش پر جوتوں کی مار پڑنی شروع ہوگئی اور جان بچانے کی خاطر وہ وہاں سے بھاگ نکلا اور عورت کی عزت محفوظ ہوگئی۔

(تفریح الخاطر)

افسوس ہے کہ وہابی کا عقیدہ ہے کہ نبی کسی کی مدد نہیں کرسکتا مگر مومن کا عقیدہ ہے کہ قیامت تک حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض جاری ہے جس کی وجہ سے اولیاء اللہ کو یہ مقام عطاء ہوا ہے کہ دُکھیوں کی مدد کرتے ہیں۔ کیونکہ دین اسلام کی مدد میں وہ اپنی زندگیاں صرف کرتے ہیں۔ وہ اس فرمان الٰہی پر عمل کرتے ہیں جس میں ارشاد ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿پ ۱۱ سورہ التوبۃ آیت نمبر ۱۱۹﴾ کہ اے ایمان والو اللہ کے مددگار ہو جاؤ۔ اگر مدد کرنا شرک ہوتا تو قرآن کریم میں كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ ﴿پ ۲۸ سورہ الصف آیت نمبر ۱۴﴾ فرما کر شرک کی تعلیم نہ دی جاتی۔

غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ میرا نام عبدالقادر ہے۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے نانا جان ہیں' اس لئے میں چشمہ کمال ہوں کہ "قَدَمُ النَّبِیِّ عَلٰی رَقَبَتِیْ وَقَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ" کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم میری گردن پر ہے اور میرے قدم مردانِ خدا اولیاء کی گردنوں پر ہیں۔ میرا مقام محی الدین ہے کہ دین کو زندہ کرنے والا ہوں۔ میرے جھنڈے پہاڑوں کی چوٹیوں پر لہرا رہے ہیں۔

اس لئے میں قرب بارگاہِ الٰہی میں یکتا ہوں۔ وہی میرے لئے کافی ہے کہ اس نے مجھے تمام اقطاب پر حاکم بنایا ہے اور میرا حکم ہر حال میں نافذ اور جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے شہر میرا ملک اور میرے حکم کے تحت ہیں۔ تمام میری نظر میں رائی کے دانہ کی طرح ہیں۔

-•●•❖•●•-

سرِّ قدیم وتصرفِ عظیم

مجھے میرے رب تعالیٰ نے ایسے سرِّ عظیم اور راز پر مطلع فرمادیا ہے کہ اگر میں اپنا راز اور توجہ دریاؤں پر ڈالوں تو وہ سب جذب وخشک ہو جائیں۔ اگر میں اپنا راز پہاڑوں پر ڈالوں تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ اگر میں اپنا راز آگ پر ڈالوں تو وہ بجھ کر ٹھنڈی ہو جائے۔ اگر میں اپنا راز مردے پر ڈالوں تو وہ اللہ کی قدرت سے اُٹھ کھڑا ہو۔ یہ ارشادات ''قصیدہ غوثیہ'' کے چند اقتباسات ہیں، جس کی تفصیل سینکڑوں کتابوں میں منقول ہے اور یہ تمام عطائے الٰہی ہیں۔ جیسا کہ ان کے بارے میں مذکور ہے۔

-•●•❖•●•-

غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر عطائے الٰہی

غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں ایک دن تیرہ جلیل القدر مشائخ حاضر تھے۔ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم میں ہر ایک کو اجازت ہے کہ اپنی اپنی حاجت بیان کرے تاکہ اسے عطا کیا جائے۔ چنانچہ سب نے اپنی اپنی حاجت عرض کی تو اس پر غوث پاک نے آیت پڑھی......

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ط

﴿پ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر۲۰﴾

ترجمہ: ہم سب کو مدد دیتے ہیں ان کو بھی اور ان کو بھی تمہارے رب کی عطا سے۔
اور تمہارے رب کی عطا پر روک نہیں' جیسا کہ آگے ارشاد ہے......

وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا۔ ﴿پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۰﴾

جس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی نعمتیں متقی و فاسق اور کافر سب کو عطا اس لئے ہوتی ہیں کہ یہ اللہ کا فضل ہے' ہماری کوشش کا نتیجہ نہیں۔ اور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کا در عطائے الٰہی کا مرکز تھا۔

چنانچہ آیت مبارک پڑھ کر سب کی حاجت روائی فرمائی اور فرمایا کہ اس آیت کی روشنی میں یہ واضح ہے کہ یہ سب کچھ عطائے الٰہی سے ہے۔ اسی عطائے الٰہی سے غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ مخلوق خدا کی دستگیری فرماتے کہ وہ اس منصب پر فائز ہو چکے تھے۔ حضرت ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم سب نے جو کچھ مانگا' پالیا۔

﴿بہجۃ الاسرار: ۳۰، زبدۃ الآثار: ۸۲﴾

یہ سارا فیض عطائے مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے در کو عطائے الٰہی کا در بنا دیا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے مختار رسول ہیں' جسے چاہیں جہاں چاہیں اپنے اختیارات کا ظہور فرما دیں۔ اپنا دیدار کرائیں اور فیض عطا فرما کر نواز دیں۔ بلکہ آپ کی نیابت میں محبوبانِ خدا بھی فیض رساں ہیں جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فیض عطا فرمایا کیونکہ خدا کے رسول کے ادب میں ان کو یہ مقام عطا ہوا تھا۔ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ صرف لعاب دہن شریف کی عطا ہی نہیں بلکہ میری پوری تربیت ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ ﴿شرح فتوح الغیب: ۸۶﴾

''بہجۃ الاسرار'' ص ۱۰ پر بیان ہے کہ الشیخ خلیفہ نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے بکثرت مشرف ہوتے تھے ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ شیخ عبدالقادر نے کہا ہے کہ میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے' اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ عبدالقادر نے سچ کہا ہے کیونکہ وہ قطب ہیں اور میں خود اُن کی نگرانی فرماتا ہوں۔

-•●•❖•●•-

شیخ، قطب اور غوث کے اوصاف و کمالات اور تصرفات و مشاہدات

غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ شیخ وہ ہے جو شقی کو سعید یعنی بدبخت کو نیک بخت بنا دیتا ہے۔ ﴿شرح فتوح الغیب: ۲۰﴾ اور فرمایا کہ قطب وہ ہے جس نے ہر بزرگی کو طے کیا ہو۔ ہر مرتبہ اُس کے زیر پا ہو۔ کائنات وملک وملکوت کے ہر امر پر نظر کشف ہو۔ عالم غیب وشہادت کے ہر راستہ پر اس کی نگاہ ہو۔ کائنات کے والی بنانے اور معزول کرنے کا اختیار رکھتا ہو۔ قطب کا ہم نشین بدبخت نہیں۔ اس کا دوست اس کی نگاہ سے اوجھل نہیں کیونکہ جہاں تمام انسانوں کی حد ہوتی ہے وہاں اس کی نگاہ ہوتی ہے۔ ﴿نزہۃ الخاطر الفاتر: ۶۹ از ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ﴾

غوث کے معنی ہیں فریادرس کہ جو فریاد کو پہنچے اور فریاد پوری کرے۔ (غیاث اللغات: ۴۹۲) شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ غوثیت بحکم خدا خلق خدا میں تصرف فرماتا ہے۔ ﴿شرح فتوح الغیب: ۱۷۱﴾

مندرجہ بالا اوصاف و کمالات تصرفات و مشاہدات شیخ، قطب اور غوث میں ہوتے ہیں تو پیران پیر، قطب الاقطاب، غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات وتصرفات اور مشاہدات کا کیا مقام ہے، جو سب سے بڑے غوث اور فریادرس ہیں، اسی لئے مجدد ملت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

-•●•❖•●•-

غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مقام بزرگانِ دین کی نظر میں

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان القابات سے یاد فرمایا ہے۔ قطب الاقطاب، الغوث الاعظم، شیخ الشیوخ العالم، غوث الثقلین۔ ﴿اخبار الاخیار: ۹﴾

امام ربانی، سیدنا مجدد و منور الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ تمام اقطاب و نجباء کو فیض و ..ات کا پہنچنا شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلے سے ہے کیونکہ شیخ کے مرکز کے سوا کسی اور کو یہ مقام نہیں ملا۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کا نائب اور قائم مقام ہے۔ ﴿مکتوب ۱۲۳: صفحہ ۳۴۸۔ ج سوم﴾

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جو کلام فرمایا ہے، اس سے تسخیر جہاں ظاہر ہوئی ہے بلکہ اپنی قبر میں بھی زندوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں۔ (لمعات: ۸۳۔ ۶۱) جمعرات کو غوث کی فاتحہ دے۔ ﴿انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ: ۴۵﴾

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ''شارح مشکوٰۃ'' نے فرمایا ہے۔ آپ قطب الاقطاب غوث الاعظم ہیں۔

-•●•❖•●•-

غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی شان مخالفین کی نظر میں

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے یوں کہا ایک جہاز غرق ہونے والا تھا کہ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ باطنی نے اُسے غرق ہونے سے بچا لیا اور اس کی تصدیق مولوی

اشرف علی تھانوی نے کی ہے۔﴿شمائل امدادیہ:۸۰﴾

مولوی اسماعیل دہلوی دیوبندی وغیر مقلدین کے پیشوا نے لکھا ہے کہ غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ بہاؤالدین نقشبند کی روح مقدس ان کے پیر سید احمد بریلوی کے متوجہ حال ہوئیں۔﴿صراط مستقیم:۲۷۳﴾

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے ''براہین قاطعہ'' مصدقہ رشید احمد گنگوہی میں ص ۹۱ پر صراط مستقیم کے واقعہ پر لکھا ہے کہ حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم تھا کہ سید احمد صاحب بزرگ ہستی ہیں کہ کثرت سے ان کے مرید ہوں گے' اس لئے ان کے اپنے خاندان میں ہونے کی رغبت تھی۔

مولوی حسین علی واں بھچراں والے' غلام خاں پنڈی والے کے اُستاد نے بلغۃ الحیر ان میں ص ۶ پر لکھا ہے کہ سید عبدالقادر غوث الاعظم ہیں۔

مولوی احمد علی لاہوری دیوبندی نے بیان کیا کہ ہم میں سے ہر شخص جمعرات کو ذکر خیر سے پہلے ۱۱ مرتبہ قل شریف پڑھ کر غوث الاعظم کو اس کا ثواب ایصال کرتا ہے کہ یہ ہماری گیارہویں ہے۔﴿ہفت روز خدام الدین لاہور ۱۷ فروری ۹ جون ۱۹۶۱﴾

دیوبندی' وہابی مکاتب فکر کا عقیدہ کہ غوث الاعظم نے جہاز کو غرق ہونے سے بچالیا' ان کی باطنی طاقت کو تسلیم کیا ہے۔

غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقام کہ آپ کو دستگیر اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان سے جنوں اور انسانون نے فریاد کی تو انہوں نے فریاد رسی کی اور دستگیری فرمائی۔ اسی لئے سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے یوں عرض کیا۔

سن فریاد پیراں دیا پیرا' میری عرض سنیں کن دھر کے ہو

سن فریاد پیراں دیا پیرا' میں آکھ سناواں کینوں ہو

-•●•⁘•●•-

کن فیکون کا مقام

بعض کتب میں بیان ہے کہ خدا نے فرمایا ہے۔ میں اللہ ہوں میرے سوائے کوئی معبود نہیں۔ میں جس چیز کے بارے میں ارادہ کروں اور کن کہہ دوں تو وہ ہو جاتی ہے ۔اے ابن آدم تو میری عبادت کرتا کہ میں تجھے بھی ایسا بنا دوں کہ تو جس چیز کا ارادہ کرے اور کن کہہ دے تو وہ ہو جائے فیکون سے یہی مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ مرتبہ "کن فیکون" اپنے نبیوں اور ولیوں اور خواص بنی آدم کو بھی عطا فرمایا ہے کیونکہ جو اس کا فرماں بردار ہو جائے دنیا اس کی فرماں بردار ہو جاتی ہے۔ ﴿کتاب فتوح الغیب: ۸۸،۳، ۷﴾

یہی وہ مقام تھا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح میں فرمایا کہ ان خواص میں سے یہ مرتبہ ایک مردِ کامل خود غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ذات شریف میں تھا کہ خدا کی عطا سے وہ کائنات میں متصرف ہوئے اور قطبیت عظمیٰ کے باعث ان کے احکام ظاہر و باطن نافذ و جاری ہوئے۔ اُن کی کراماتِ اَحیائے موتیٰ میں "کُـن فَیَـکُـوْن" کی شان عطاء ہوئی تھی۔ جس کی بنا پر کئی کافر بت پرست مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ جن میں سے پرانی قبر سے گویا معہ ساز کے جب زندہ ہو کر سامنے آیا تو عیسائی پادری نے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کیا۔

بارہ برس بعد بڑھیا کے بیٹے کی غرق شدہ بارات کا دوبارہ زندہ ہونا اس سے زیادہ عجیب اور مشہور و معروف واقعہ ہے جس نے اسلام کا سکہ دنیا پر بٹھا دیا کہ جس غلام کے یہ کمالات ہیں اُن کے آقا کا کیا مقام ہے۔ غوث پاک کی کرامات کا ذکر علمائے کرام کی تصانیف میں بکثرت ہوا ہے۔ جن میں خلاصۃ القادریہ من تصنیف شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ... سلطان الاذکار فی مناقب غوث الابرار ... گلدستۂ

کرامت من تصنیف مفتی غلام محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ...مناقب غوثیہ از علامہ محمد صادق سعدی قادری رحمۃ اللہ علیہ...درۃ الدرانی مولانا عبید اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ...شریف التواریخ مولانا سید محمد شریف شرافت نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ...تکملہ روض الریاحین...تاریخ شاہانِ اسلام...تفسیر نعیمی...تفسیر نبوی...تذکرہ علمائے اہل سنت لاہور...توضیح البیان...درالعجائب...کتاب غوث الاعظم از علامہ محمد برخوردار ملتانی محشی نبراس...حضرت محی الدین قصور دائم الحضوری...حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کے آخری خلیفہ کی کتاب "نبراس" فارسی نظم میں "بڑھیا کا بیڑا" مصنف علامہ فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ۔

مشائخ کرام جنہوں نے مادرزاد اندھوں اور کوڑھی کو تندرست کیا اور مردوں کو زندہ کیا' ان کے بارے میں علامہ نورالدین علی بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ محمد یحیٰ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ بقا بن بطو رحمۃ اللہ علیہ' شیخ ابو سعد قیلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسی بزرگ ہستیاں تھیں' جن کو یہ شرف عطا ہوا۔ بالخصوص شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں شیخ ابو سعد قیلوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ آپ باذن اللہ اندھوں کو بینائی' کوڑھوں کو شفا اور مردوں کو زندہ فرماتے تھے۔

﴿بہجۃ الاسرار: ۶۳، ۱۵۳۔ قلائد الجواہر: ۳۷﴾

-•●❖❄❖●•-

خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری قدس سرہٗ ۷۰۶ ہجری کو پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے آثار ولائت ان کی پیشانی سے ظاہر تھے۔ بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی ولادت سے پہلے ہی ان کی ولائت کی بشارت سنادی تھی۔ ولادت کے تیسرے دن کے بعد ہی ان کو اپنی فرزندی میں قبول فرمالیا۔ اس کے بعد سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی نسبت ہوگئی۔ جن کی نظر التفات اور توجہ سے آپ نے اعلیٰ مقام حاصل کیا۔

خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ بخارا سے کابل آئے۔ جہاں اور بیت سے لوگ ان کے مرید ہوئے ان میں ایک غریب لڑکی بھی ان کی مرید ہوگئی۔ خواجہ صاحب نے لڑکی کے حالات پر نظر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر مصیبت کا وقت آجائے تو ہمیں یاد کرنا ہم تمہاری مدد کریں گے۔ یہ لڑکی بڑی نیک تھی۔ نہ صرف عابد اور زاہد بلکہ کام کاج میں دیانتداری میں بہت مشہور تھی۔ ولی اللہ کی نظر کرم بھی ساتھ تھی۔ وہ بادشاہ کے محل میں خدمت گار لگی تو اپنی دیانت اور امانت کی بنا پر بلند مقام پالیا۔

حاسدوں کی نظر میں وہ ہمیشہ کھٹکتی تھی اس لئے وہ ہمیشہ موقع کی تلاش میں رہتے تاکہ اس کو ذلیل کیا جائے۔ آخر وہ اس میں کامیاب ہوگئے کہ محل سے قیمتی ہار وغیرہ چوری کر لئے اور اس کا الزام لڑکی پر لگا دیا۔ بادشاہ کو خبر ملی تو بغیر تحقیق کے غصہ میں آکر اس نے لڑکی کے لئے موت کی سزا مقرر کی، جس کے لئے اسے مینار پر لے جاکر وہاں سے نیچے گرانے کا حکم دے دیا۔

جب جلاد لڑکی کو مینار پر لے جا کر گرانے لگا تو لڑکی نے مینار سے گرائے جانے کے عین موقع پر اپنے پیر خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے فریاد کی اور یاد کرتے ہوئے پکار کر مدد کیلئے آواز دی۔ جب جلاد نے مینار سے لڑکی کو نیچے دھکا دے دیا اور لڑکی نیچے گرنا شروع ہوئی تو خواجہ صاحب نے بخارا میں اس بے چاری کی فریاد کو سنا تو تصرف فرماتے ہوئے اس کو بچانے کے لئے پہنچ گئے۔ جب لڑکی زمین پر پہنچ گئی تو اس نے دیکھا کہ خواجہ صاحب نے لڑکی کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا رکھا ہے۔

لڑکی نے اپنے پیرو مرشد خواجہ صاحب سے سوال کیا کہ حضور آپ کب تشریف لائے اور مجھے بچالیا۔ خواجہ صاحب نے سنا تو فرمایا کہ تم مینار سے نیچے کو چلی تو ہم بخارا سے کابل کو روانہ ہوئے۔ جب تم اوپر والی منزل سے تیسری منزل پر آئی تو میں بھی اس وقت پہنچ گیا اور جب تیسری منزل سے روانہ ہوئی تو میں نے تم کو اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

ولی اللہ کی طاقت کا یہ مقام اس ولی کا ہے جو سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہے۔ جن کے دل میں شک ہو وہ قرآنِ کریم پڑھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیا کا مقام پڑھ لیں۔ اللہ تعالیٰ نے بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے سوال کیا کہ کون بلقیس کا تخت اس کے آنے سے پہلے لائے گا تو آصف بن برخیا نے جوان کا شاگرد اور وزیر تھا اس نے جواب میں کہا ''اَنَا اٰتِیۡکَ بِہٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡکَ طَرۡفُکَ'' ﴿سورۃ النمل: ۴۰﴾۔ قرآن کریم کے یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ولی آصف بن برخیا نے جس کو کتاب کا تھوڑا سا علم تھا۔ یعنی ''قَالَ الَّذِیۡ عِنۡدَہٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡکِتٰبِ'' ﴿پ۱۹ سورۃ النمل: ۴۰﴾ والے نے کہا کہ اس کو آنکھ جھپکنے سے پہلے لا کر حاضر کروں گا۔ چنانچہ جوں ہی حضرت سلیمان نے حکم دیا تو اپنی آنکھ جھپکنے سے پہلے اپنے پاس پالیا۔ اسی وقت وہ تخت کو دیکھ

کر سجدہ میں گر پڑے اور کہا کہ خدا کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے میرے شاگرد کو یہ کرامت عطا کی ہے' جو خدا کی نعمت ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "علماء اُمتی کانبیائے بنی اسرائیل"۔ کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہیں' نبی نہیں ہیں مگر کمالات کی عطا اس مقام تک ہے۔

شانِ سلطانِ بطحٰی کا کیا پوچھنا
ہر گدا ان کی چوکھٹ کا سلطان ہے
کیا لکھو گے عمر تم ثنائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
جن کی تعریف میں سارا قرآن ہے

خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بیان ہے کہ علومِ دینیہ کے حصول سے فارغ التحصیل ہو کر دہلی سے پاک پتن شریف لائے اور روحانی فیوض و برکات اور طریقت کی منازل طے کرنے کے لئے خواجہ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہے۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد دہلی کے محلہ غیاث پورہ میں قیام فرمایا۔

آہستہ آہستہ کثیر مخلوق آپ سے فیض یاب ہونے لگی آپ ہر طرح سے لوگوں کی خاطر مدارت کرتے آپ کے جاری کردہ لنگر سے ہر کوئی فیض یاب ہوتا۔ علاؤالدین خلجی کا دورِ حکومت تھا۔ نہ صرف بادشاہ بلکہ اس کے اہل کار خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضری دیتے۔ نذرانے پیش کرتے تو لنگر کا انتظام بڑی خوبی سے ہوتا رہتا۔ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ ان کے مرید تھے۔ دہلی کے لوگ لنگر کی تقسیم کے وقت بلکہ اکثر طور پر ان کی خدمت میں اس قدر حاضر ہوتے کہ معلوم ہوتا کہ اہل دہلی کی دعوت ہے۔ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کی اصلاح کے لئے دن رات تبلیغ میں مصروف رہتے۔ مگر جوں ہی دہلی کے تخت پر غیاث الدین تغلق بیٹھا تو اُس نے خواجہ صاحب کی تبلیغ اور لنگر کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھا بلکہ ٹریفک جام ہو جانے پر وہ بُرا مناتا۔

ولی کے خلاف بدگمانی کا یہ نتیجہ نکلا کہ اسے سلطنت کے اُمور میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اسے بنگال کی مہم پر جانا پڑا۔ کیونکہ صوبہ بنگال

نے بغاوت کردی اور بادشاہ کو مجبوراً فوج لے کر اس کا مقابلہ کرنا پڑا۔ مہم سر کرنے کے بعد واپس آیا تو دہلی آنے سے پہلے اس نے دہلی کے مضافات میں قیام کیا۔ چند میل کے فاصلہ پر ٹھہر کر اپنا ایلچی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا اور کہلا بھیجا کہ غیاث پورہ سے نظام الدین تشریف لے جائیں۔ غیاث پورہ کو اس لئے خالی کرایا جا رہا ہے کہ خواجہ صاحب کی وجہ سے ٹریفک جام ہو جاتی ہے جس کے باعث اہل کارواں کو راستہ کی دشواری ہوتی ہے۔ اس لئے اُمورِ سلطنت میں مداخلت ہوتی ہے جسے برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ محض خواجہ صاحب کے مریدین کے رش کی وجہ سے ہے۔

خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ 'محبوبِ الٰہی تھے' بادشاہ کا حکم ولی کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ جس کی خدا تک رسائی ہو دُنیا کا بادشاہ اس کا غلام ہوتا ہے۔ س لئے بادشاہ کے فرمان کو سنا تو تادیبی کاروائی کے لئے فرمایا کہ بادشاہ سے کر کہد و ''ھنوز دھلی دور است'' غیاث الدین تغلق نے خواجہ صاحب کے فرمان کو سُنا تو غصہ میں بھر آیا۔ مگر یہ نہ سوچا کہ ولی سے ٹکر لینا تباہ کن ہے کیونکہ جو ولی کا دشمن ہے اس کے ساتھ خدا کا اعلانِ جنگ ہے۔ غصہ کی حالت میں وہ ایک عمارت کے قریب سے گزر رہا تھا کہ اس عمارت کی دیوار اس پر گر پڑی اور وہ وہیں ختم ہو گیا۔

ولی کا فرمان پورا ہو گیا کہ قیامت تک وہ دہلی نہیں آ سکتا تھا اس کے لئے دہلی اس قدر دور ہوئی کہ ''ھنوز دھلی دور است'' کا حکم خدائی ہو گیا اور آج یہ فقرہ ولی کی زبان سے نکلا ہوا خلوق خدا کی زبان پر جاری ہے اور خاص معنیٰ کا حامل ہے کہ منکروں کے لئے باعث عبرت ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ محمد باقی عرف باقی باللہ قدس سرہٗ کو حضرت خواجہ املنکی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت مبارک باسعادت بمقام کابل ۹۷۱ھ میں ہوئی۔ ایام لڑکپن ہی میں آثار تجرید وتفرید پیشانی مبارک سے ہویدا تھے۔ بیشتر گوشہ تنہائی میں بیٹھے رہا کرتے تھے۔ حضرت مولانا محمد صادق حلوائی رحمۃ اللہ علیہ سے (کہ زمانہ میں علماء کبار میں سے تھے) تحصیل علم ظاہری فرماتے تھے اور چند یوم میں اپنی علو فطرت کی وجہ سے اپنے دیگر اہل مکتب سے بڑھ گئے تھے۔ اس کے بعد علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایک روز کسی تصوف کی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے کہ ایک تجلے کا ظہور رہوا۔ کہ جس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ بے اختیار ہو گئے اور اس وقت روحانیت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے تلقین ذکر والقا جذبہ فرمایا۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ ہمہ تن ارباب باطن کی تلاش میں اس قدر سرگردان و پریشان پھرتے تھے کہ طاقت بشری سے باہر ہے۔ اسباب دُنیاوی سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس قدر استغناء تھی کہ کبھی مجلس میں ذکر دُنیا نہ ہوتا تھا۔ لباس میں بھی نہایت سادگی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ توکل کے یہ معنے نہیں ہیں کہ ترک اسباب کر کے بیٹھ جائے' یہ خود بے ادبی' بلکہ کوئی پیشہ مقرر کرے اور نظر سبب پر نہ رکھے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سن شریف چالیس سال کا ہوا۔ تو جس کسی کی وفات کی خبر سنتے آہ سرد فرماتے کہ خوب چھوٹا۔ انہی دنوں میں آپ نے اپنی بیوی صاحبہ سے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا مجھ سے کوئی کہتا ہے کہ جس غرض کے

واسطے تم کو لائے تھے' وہ پوری ہوگئی۔ ایک روز فرمایا سلسلہ نقشبندیہ میں کسی کا انتقال ہوگا۔ ایک روز فرمایا کوئی کہتا ہے' قطب وقت کا انتقال ہوگیا اور میں اُس وقت قصیدہ غزا اپنے مرثیہ میں پڑھتا ہوں۔ اور اُس میں میری تعریف درج ہے۔ غرضیکہ وسط جمادی الثانی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مرض موت شروع ہوا۔ ایامِ مرض میں ایک روز آپ رحمۃ اللہ علیہ کو استغراق اس قدر رہا کہ حاضرین یہ سمجھے کہ آپ کی نزع کی حالت ہے۔ جب افاقہ ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر مرنا ایسا ہی ہوتا ہے تو موت بڑی نعمت ہے۔ روز شنبہ پچیس جمادی الثانی ۱۲۰۱ھ کو اللہ..... اللہ کہتے ہوئے جان بجاناں تسلیم کی۔ ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ'' بیرون شہر دہلی بجانب اجمیری دروازہ قریب قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا مزار مبارک ہے۔...... (خزینۂ معرفت)

-◆●❖❄❖●◆-

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ' حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ وفرزند ثالث تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۰۷ھ میں بمقام بسی متصل سرہند شریف ہوئی۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ محمد معصوم کی ولادت مجھ پر نہایت مبارک ہوئی کہ اُن کی پیدائش کے تھوڑی ہی مدت کے بعد میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مشرف ہوا۔ جب حضرت محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سن تعلیم کو پہنچے آپ کو مکتب میں داخل کیا گیا۔ وہاں مدت قلیل میں آپ نے قرآن شریف حفظ کر کے دیگر علوم کے حاصل کرنے کی توجہ فرمائی۔ بچپن ہی سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ اُن پر تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ بابا جلد تحصیل علم سے فارغ ہو کہ مجھ کو تم سے بڑے بڑے کام لینے ہیں اور فرمایا کہ علم مبدء حال ہے۔ اِس کا پڑھنا نہایت ضروری ہے اور اسی وجہ سے حضرت نے ان کو جمیع کتب معقول ومنقول بکوشش تمام پڑھائیں۔ اکثر علوم حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد بزرگوار اور کچھ اپنے بڑے بھائی خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ محمد طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے" کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے اعظم سے تھے" پڑھے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی علو استعداد باطنی کی نہایت تعریف فرمایا کرتے تھے۔ فرمایا محمد معصوم محبوبِ خدا ہے اور اسی وجہ سے اُن کو نہایت تعظیم اور وقعت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ گیارھویں سال حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے اخذ طریقہ فرمایا۔ اور چودھویں سال حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے اپنا خواب بیان کیا کہ ایک نور میرے بدن سے نکلتا ہے کہ تمام عالم اُس سے منور ہے۔ اور ہر ذرہ ذرہ پر طاری ہے۔ اگر مثل آفتاب غروب ہو جائے تو تمام جہان میں اندھیرا ہو جائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ خواب سُن کر فرمایا کہ تو قطب وقت ہوگا۔ اور اِس بشارت کو یاد رکھنا۔ الحق کہ وجود حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کا ایسا ہی ہوا۔ کہ جہان آپ رحمۃ اللہ علیہ کے انوار وبرکات سے معمور ہو گیا۔

سولہ سال کی عمر میں آپ جمیع علوم معقول و منقول سے فارغ ہو کر ہمہ تن متوجہ باطن ہوئے۔ اور بغایت الٰہی اپنے والد بزرگوار کے احوال و اسرار و خصوصیات سے بہرہ وافر حاصل کیا۔ اور جملہ کمالات و خصائص میں نسب کامل ملا تھا۔ اور منصب قیومیت بھی عطاء ہوا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ زمرۂ سابقین سے ہے کہ جس کی شان میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے "ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ" فرمایا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جب آخر عمر میں عزلت اختیار فرمائی تھی تو کار بار ارشاد و بیعت طالبان و امامت مسجد انہی کے سپرد کر دی تھی۔ چنانچہ بعد وفات والد بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کی زینت بخش مسند ارشاد ہوئے۔ قریباً نو لاکھ آدمیوں نے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ اور ان کے سات ہزار خلفاء صاحب ارشاد ہوئے۔ ایک ہفتہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں طالب کو فنا و بقا حاصل ہو جاتی تھی۔ اور ایک ماہ میں کمالات ولایت سے مشرف ہو جاتا تھا۔ اپنے مریدوں کو دور سے ہی فرما دیا کرتے تھے کہ تیری ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا موسوی علیہ السلام یا عیسوی علیہ السلام ہے۔ شاہ اورنگ زیب بھی ان کے حلقہ میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ اور بلا لحاظ جہاں جگہ ملتی تھی بیٹھ جاتا تھا۔ حضرت کا رُعب اِس قدر غالب تھا کہ بادشاہ زبانی گفتگو نہ کر سکتا تھا۔ جو عرض و معروض کرنی ہوتی تھی تو تحریری پیش کرتا تھا۔ جب حضرت حج مبارک کو جا رہے تھے تو راہ میں شاہزادہ اورنگ زیب ملا۔ اور حضرت کی خدمت میں بارہ ہزار روپیہ بطور نذرانہ پیش کیا اور نہایت اخلاص سے پیش آیا۔ حضرت نے اُسے بشارت سلطنت دی۔ گوہر آرا ے ہمشیرہ اورنگ زیب کہا کرتی تھی کہ میرے بھائی اورنگزیب نے بارہ ہزار روپیہ کو سلطنت خریدی ہے۔

سکراتِ موت کے وقت آپ کی زبان جلد جلد چلتی تھی۔ صاحبزادوں نے کان لگا کر سُنا تو معلوم ہوا کہ حضرت یٰسین شریف پڑھتے تھے۔ غرضیکہ دوپہر کے وقت شنبہ کے دن ۹ ربیع الاوّل شریف ۱۰۷۹ھ کو جان بجانان تسلیم کی۔ "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ"۔

(خزینۂ معرفت)

مولانا فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ

''مثنوی مولانا روم'' میں بیان ہے کہ مولانا فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے عالم تھے جنہوں نے ''تفسیر کبیر'' لکھ کر اپنا مقام پیدا کیا۔ کہ انہوں نے قرآن کریم کی تفسیر پیش کر کے دین اسلام کی بڑی خدمت سرانجام دی۔ اس کے علاوہ ان کا یہ مقام تھا کہ جو مسئلہ پیش ہوتا اس پر سو سو دلائل پیش کر کے اپنے علم اور کلام الٰہی سے نسبت کا اظہار کرتے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے تالاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے دور میں خواجہ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ خدا کے مقبول بندے ولی اللہ بھی تھے جن کی خدمت میں وہ کبھی حاضری دیتے اور ان کی صحبت سے کچھ حاصل کرتے لیکن ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو شیطان کے حملہ سے بچ نہ سکے۔ عالم نزع میں شیطان ملعون بھی آدھمکا اور اپنی شیطنت دکھانے کے لئے مولانا صاحب کو فریب میں مبتلا کرنے کے لئے سوالات کرنے شروع کر دیئے۔ وہ سلسلہ کلام کو شروع کرتے ہوئے کہنے لگا کہ فخر الدین! تم نے اپنی عمر گزار دی مگر یہ دلیل نہ پیش کر سکا کہ خدا کی ذات حق ہے۔ کیونکہ یہ عقیدہ سراسر باطل ہے۔ اس لئے تم نے اپنی عمر ہی ضائع کر دی ہے۔ اگر حق پر ہو تو دلیل پیش کرو ورنہ اپنی غلطی کا اعتراف کر لو۔

مولانا فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر جوش میں آگئے اور دلائل پیش کرنے شروع کر دیئے۔ جو دلائل مولانا پیش کرتے ابلیس اس کو رد کر دیتا۔ جسے دیکھ کر وہ گھبرانے لگے۔ اور خطرہ تھا کہ دلائل ختم ہو جائیں اور مولانا صاحب دولتِ ایمان

سے محروم ہو کر دنیا سے رخصت ہوں اور ان کی ساری عمر کی محنت برباد ہو جائے۔ عین اس وقت خواجہ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ ظہر کی نماز کیلئے وضو کرنے لگے تو کشف کی حالت میں ابلیس کا مولانا فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ پر حملہ ظاہر ہو گیا۔ بحالت کشف ہی میں مولانا کے ساتھ رابطہ قائم کیا۔ ہاتھ میں پانی لے کر ان کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے اور ساتھ ہی پکار کر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اے فخر الدین! دلائل دینے بند کر دو اور یہ اعلان کر دو یعنی زبان سے پکار کر یوں کہو کہ میں خدا کو بغیر دلیل کے ہی مانتا ہوں۔ اس وقت وہ سینکڑوں میل دُور تھے مگر ولی کے سامنے زمین سمٹ کر اس قدر قریب ہو گئی کہ مولانا ان کے سامنے تھے۔ ان کی یہ کرامت تھی کہ وہ پانی جو سینکڑوں میل دُور سے پھینکا تھا ان کے چہرہ پر پڑا اور انہوں نے دیکھ لیا۔ مولانا نے آنکھیں کھولیں اور ان کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے فرمایا کہ میں خدا کو بغیر دلیل کے مانتا ہی ہوں۔ یہ دیکھ کر ابلیس میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا اور غائب ہو گیا' اور اس طرح ایک عالم دین کا خاتمہ ایمان پر ہو گیا۔ جب عالم دین بھی شیطان کے حملے سے محفوظ نہیں رہ سکتے تو عوام کا کیا حال ہے۔ اس لئے ولی اللہ کی صحبت اور ان کا فیض ایمان کی حفاظت کے لئے ایک ایسی ڈھال ہے جو مومن کیلئے ضروری ہے۔

اس کا ثبوت قرآن کریم میں موجود ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بار بار ان کی صحبت اور فیض کے حصول کیلئے آیات کا نزول فرمایا ہے۔ کہیں ارشاد فرمایا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

﴿پ ۱۱ سورہ التوبۃ آیت نمبر ۱۱۹﴾

کہ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس ڈر کا مقام حاصل کرنے کے لئے سچے لوگوں (اولیاء اللہ) کی صحبت اختیار کرو۔ کہیں فرمایا ہے......

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ

وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

﴿پ ۶ سورہ المائدہ آیت نمبر ۳۵﴾

کہ اس کام میں ان کا وسیلہ تلاش کرو۔ جن کا مقام ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

﴿پ ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۶۲﴾

کہ اُن پر نہ خوف ہوگا نہ غم' کیونکہ وہ خدا کے مقبول بندے ہیں' وہ روشنی کا مینار ہیں' جو وہ کہتے ہیں ان کا حال ہوتا ہے محض قال نہیں ہوتا مگر گستاخ اور بے ادب کا محض قال ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ گیند اسی کو ملتا ہے جو دوڑتا ہے۔ مگر جو لوگ اس راستہ پر چلنے کو تیار ہی نہ ہوں وہ کیونکر ہدایت پا سکتے ہیں۔ ابلیس تو ہر موڑ پر فریب دینے والا موجود یعنی حاضر و ناظر رہتا ہے۔ وہ سیدھا راستہ چھڑا کر اس سے دور لے جانے کیلئے ہر وقت تیار رہتا ہے۔ اُس کے فریب سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے فرمان ''كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ'' پر جب تک عمل نہ ہوگا انجام بخیر نہ ہوگا۔
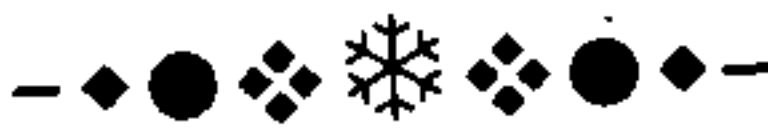
حضرت بو علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ

شگفتہ گلشنِ زہرہ کا ہر گل ہے
کسی میں رنگِ علی اور کسی میں بوئے رسول ہے

حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ بھی صاحب کرامت ولی اللہ ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے ایک خادم کو کسی کام کی غرض سے شہر روانہ کیا۔ وہ جس سڑک سے گزر رہے تھے وہ سڑک بادشاہِ وقت کی آمد کے موقع پر بند کی جا چکی تھی۔ بادشاہ کے اہل کار نے دیکھا کہ سڑک پر ایک درویش گزر رہا ہے اور حکومت کے قانون کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ سڑک بادشاہ کی آمد کے لئے بند پڑی ہے اور اس نے اس پابندی کو توڑ دیا ہے۔ فوراً لپک کر اس نے درویش کو روک لیا اور کوڑے مار کر قانون شکنی کی سزا دی۔ وہ درویش واپس خواجہ بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے در پر حاضر ہوا اور شکایت کی کہ ولی اللہ کا خادم یوں بادشاہِ وقت کے اہل کار سے کوڑے کھائے اور ذلیل ہو۔

حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے سنا تو فوراً بادشاہِ وقت کو اپنا حکم نامہ تحریر کیا اور اس کو سرزنش کرتے ہوئے لکھا۔

باز گرد اے عاملے بدگوہرے
ورنہ بخشم مُلکِ تُو با دیگرے

کہ اے بادشاہ اپنے بدکردار عامل کو روک لو ورنہ تمہاری سلطنت کو تم سے واپس لے کر کسی دوسرے فرماں روا کو عطا کر دوں گا۔

سرورِ کائنات، فخرِ موجودات ﷺ کے غلاموں کا یہ مقام ہے کہ سلطنت کی عطا ان کے دائرہ اختیار میں ہے، وہ جسے چاہیں دنیا کی حکومت بخش دیں۔ ان کے اختیارات کا اس قدر مقام ہے تو آقا اور مولیٰ حضور نبی کریم ﷺ کا مقام کس قدر بلند و بالا ہے جن کے غلاموں کو اتنے اختیارات عطا ہوتے ہیں۔ وہ لوگ کس قدر گستاخ اور بے ادب ہیں جو حضور ﷺ کی توہین کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ جس کا نام محمد (ﷺ) ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں (تقویۃ الایمان کے مصنف اسماعیل کا یہ بیان ہے) جس کا یہ عقیدہ ہو اس کو دین اسلام سے کیا نسبت ہے اور اس کے ایمان کی قبولیت خدا کے ہاں کیونکر قبول ہو سکتی ہے جب کہ وہ لعنت اور عذاب جہنم کا مستحق قرار پایا گیا ہے۔ جب کہ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿پ۲۲ الاحزاب:۵۷﴾ کہ مومن وہ ہے جس کا نظریہ حضور ﷺ کی غلامی اور تابعداری ہے۔

آپ کو مان کے جانا ہے خدا کو میں نے
آپ کے در سے ملی دولت ایمان آقا

حرفِ اوّل میرے ایمان کا خدا کی توحید
آپ کا نام مگر حاصلِ ایمان آقا

شفاعت کی نظر اے خاصۂ خاصانِ رسل
عرصۂ محشر میں ہوں بے سر و ساماں آقا

آپ کی یاد سے روشن میرا کاشانۂ دل
آپ کے ذکر سے لب میرے گلستان آقا

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

شیر ربانی' عاشق یزدانی' سرتاجِ اولیاء حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر مومن کے ایمان کو تروتازہ کرنے والا ہے۔ایک مرتبہ وہ لاہور تشریف لائے' آپ کے ہاتھ مبارک میں عصا تھا اور فنائے عالم استغراق شاہ عالمی گیٹ کے اندر جوش کے عالم میں عصا پر زور ڈال کر فرمایا کہ یہ مکانات کب فنا ہوں گے۔ یہ کلمات تین بار بلند آواز میں کہے کہ مریدین کو فکر لاحق ہوگئی کہ اہل مکان یہ سن کر کہیں گھبرا نہ جائیں۔اس وقت تو کسی نے کچھ نہ کہا مگر اس فرمان کا ظہور ۱۹۴۷ء میں ہوگیا ۔جب پاکستان معرض وجود میں یا تو شاہ عالمی گیٹ کے اندرونی حصہ کا جو حال ہوا دنیا نے دیکھ لیا کہ حرف بحرف پورا ہوگیا کہ سراسر تباہی و بربادی کا منظر تھا' کیونکہ ولی کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات اس تباہی کا پیش خیمہ تھے۔

حضرت میاں شیر محمد صاحب شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پیر سے بیعت اس لئے ہوتی ہے کہ جس طرح منہ زور گھوڑا کسی چابک سوار کے حوالے کر دیا جاتا ہے تا کہ اس کی چال درست کر دے اسی طرح نفس امّارہ کو لگام دینے کے لئے پیر کے حوالے کیا جاتا ہے تا کہ پیر کی روح اس پر سوار ہو کر فیضان پہنچا کر اس کی چال دُرست کرے۔لہٰذا جب تک پیر کے کہنے پر عمل نہ ہوگا مرید کہلانے سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔خدا کا خوف جب تک دل میں نہ آئے گا فیض کا اثر نہ ہوگا۔معلوم ہوا کہ پیر کے فرمان پر عمل کرنے سے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور نجات اُخروی نصیب

ہوتی ہے۔

ولی کے در پر جانا اور فیض کا حصول تعلیمِ اسلام ہے۔ اس کی مخالفت کرنے والے گمراہ ہیں۔ کیونکہ وہ قرآن کریم کے مطالعہ سے محروم ہیں۔ قرآن کریم کی تعلیم پر غور کرنا فرمان الٰہی ہے۔ "لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ" ﴿پ۲ سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۱۹﴾ پر عمل ہے جیسا کہ اصحابِ کہف کے واقعہ پر غور و فکر کریں۔ اصحابِ کہف کتے کا ذکر سورۂ کہف میں بیان ہے اور ولی کی گائے کا ذکر سورۂ بقرہ میں موجود ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی گھوڑی کے قدم کی مٹی کا ذکر "سورۂ طٰہٰ" میں بیان ہوا ہے۔ یہ تمام واقعات اس لئے باعث ہدایت ہیں کہ ان کے اندر یہ سبق ملتا ہے کہ اولیاء اللہ کی صحبت میں رہ کر فیض حاصل کرنا عین دین اسلام ہے۔ اصحابِ کہف کے کتے نے ولیوں کی صحبت اختیار کی تو اس کا مقام بلند ہو گیا کہ سرورِ کائنات، فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اصحاب کہف کا کتا جنتی ہے۔ سورۂ بقرہ میں ولی کی گائے کے ذبح کرنے اور اس کے ایک عضو کا ٹکڑا اس مردے پر مارا گیا تو اس سے ولی کی کرامت کا ظہور ہو گیا کہ مردہ زندہ ہو کر بول اُٹھا اور اس نے بتایا کہ اس کا قاتل کون کون ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی گھوڑی کے قدم سے چھو جانے والی مٹی جس کی نشانی یہ تھی کہ فوراً وہاں پر گھاس اُگ آتی اور جب اس مٹی کو سامری نے سونے کے بچھڑے کے اندر رکھ دیا تو وہ مثل جانداروں کے بول اُٹھا۔ اس میں بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کی گھوڑی کے قدم سے کرامت کا ظہور ہو گیا۔

ان تمام دلائل کے باوجود اولیاء اللہ سے بغض رکھنے والے ان کے در پر حاضری اور فیض کو گناہِ عظیم اور شرک کا درجہ دینے والے محض زبانی کلامی توحید کے دعویدار ہیں اور ان کا عمل قرآن کریم کے خلاف، فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اور سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ہے اور سراسر گمراہی کا راستہ ہے۔ اس لئے یہ نجات کے متمنی کیسے

ہوسکتے ہیں۔

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مومن پہلے دل میں سوچ لیتا ہے پھر زبان سے باہر نکالتا ہے' مگر منافق کی زبان دل سے آگے رہتی ہے۔ اس لئے وہ بے سوچے سمجھے جو کچھ کہہ دیتا ہے وہ سراسر بکواس ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا کے فرمان اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿پ ۱۱ سورۂ یونس آیت نمبر ۶۲﴾ کی تکذیب کرتے ہوئے اولیاء اللہ جن کا مقام خدا نے اللہ کے دوست قرار دیا ہے ان کو "ولی من دون اللہ" یعنی اللہ کے دشمن قرار دیتا ہے۔ اس سے وہ نہ صرف قرآنِ کریم کی تکذیب کر کے نہ صرف خدا کے فرمان سے ٹھٹھا مذاق کرتا ہے کہ اسے شرک قرار دیتا ہے بلکہ سرورِ کائنات' فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو ٹھکراتا ہے اور اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کی توہین کا بھی مرتکب ہوتا ہے۔ ایسے لوگ منافق ہیں اور ان کا نظریہ منافقت کا پرچار ہے۔ وہ ایسے عقیدے کی بنا پر عوام کو اسلام کی دعوت دینے کی بجائے اُلٹا مومن لوگوں کو مشرک قرار دیتا ہے۔ اور انہیں دین اسلام سے خارج کر کے خوش ہوتا ہے۔ یہ صریحاً دین کے اندر تخریب کاری ہے' اور اس تخریب کاری کے مرتکب لوگ اسلام سے کوسوں دور ہیں۔ کیونکہ فرمانِ خدا اور رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والے اسلام کے دعویدار نہیں ہوسکتے۔ اُن کا نظریہ سراسر باطل ہے۔ تبلیغ دین کا سہرا اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے سر پر ہے جنہوں نے مردہ دلوں کو روشنی بخشی اور اپنی کرامات سے کفر کے قلعے سر کئے۔ ان کے فیض کے مخالف سرورِ کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کے منکر ہیں اور اس انکار کی وجہ سے عوام کو دین اسلام سے متنفر کرنے والے ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین سراسر دین اسلام کی توہین اور اس کا اِنکار ہے۔

پروفیسر اسلامیہ کالج مولوی اصغر علی روحی صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک

دفعہ بخار میں مبتلا ہو گئے اور شدت بخار میں ان کو خیال ہوا کہ دعا میں بھی تو اسی طرح اثر ہوتا ہے جس طرح دوا میں، بلکہ روحانی طاقت مادی سے بڑھ کر ہے، اس بنا پر ارادہ کیا کہ صبح کو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شرق پور شریف حاضر ہوں گا تا کہ دعا کراؤں اور دم کروا کر پانی بھی استعمال کروں۔ انہوں نے رات کو ارادہ کیا تو فجر کی نماز کے وقت خود حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے۔ آپ میری چارپائی پر بیٹھ گئے اور میرا حال دریافت کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ مریض کے پاس بیٹھنے سے اسے تکلیف نہ ہو، یہ کہا اور روانہ ہو گئے۔ اور یہ فرماتے ہوئے چلے کہ والدہ صاحبہ نے فرمایا تھا کہ جلدی واپس آ جاؤ۔ جوں ہی میاں صاحب روانہ ہوئے پروفیسر مذکور تندرست ہو گئے۔ اس زمانہ میں موٹر گاڑی کا انتظام بہت کم تھا اور مغرب کے بعد تانگا بھی سواری کیلئے دستیاب نہ ہوتا تھا۔ اسی طرح نہ ہی تار برقی سے پیغام دیا گیا، نہ خط اور نہ ٹیلی فون پر اطلاع دی گئی کیونکہ اس زمانہ میں ایسے انتظامات بمشکل ہی ہوتے تھے۔ محض دل میں خیال کا آنا تھا کہ حضرت میاں صاحب کو اس کی اطلاع ہو گئی اور وہ خود ہی تیمارداری کے لئے پہنچ گئے۔ ان کا آنا تھا کہ بیماری سے نجات ہو گئی۔ سچ ہے کہ اللہ کے مقبول بندوں میں روحانی اطاعت اس قدر ہوتی ہے کہ عوام کا اس کی وجہ سے ایمان مضبوط ہوتا ہے۔ یہ روشنی کے مینار ہیں جن کا مرکز مدینہ منورہ ہے۔ ان کے لئے سفر کے وقت زمین بھی سمٹ جاتی ہے اس لئے فوراً پہنچ جاتے ہیں۔

شیر ربانی فرماتے ہیں کہ درود شریف پڑھتے وقت دل میں خیال ضرور کریں کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی حضوری میں ہیں۔ یہاں پر درود و سلام پیش کر رہا ہوں اور وہ آپ کی بارگاہ میں پیش ہو رہا ہے۔ آپ نے تلقین کی کہ صلوٰۃ و سلام پڑھنے سے پہلے آیت لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿پ ۱۱ سورہ التوبہ آیت نمبر ۱۲۸﴾ ضرور پڑھ لیا

کریں۔ حضرت میاں صاحب نے درود و سلام کے پڑھنے سے پہلے نہ صرف آیت لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿پ۱۱ سورہ التوبۃ آیت نمبر ۱۲۸﴾ کے پڑھنے کا حکم دیا بلکہ مزید فرمایا کہ آیت "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿پ۲۲ سورۃ احزاب آیت نمبر ۵۶﴾ پڑھ کر شروع کرو بلکہ اس کے آگے دوسری آیت "اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿پ۲۲ الاحزاب: ۵۷﴾ بھی پڑھ لیا کرو۔ اس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں اور اسلام کے منکروں کے بُرے انجام کا بیان ہوا ہے کہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت اور رسوا کرنے والا عذاب مسلط ہوگا اور یہ بھی فرمایا کہ اس کے بعد محبت کے ساتھ پڑھو۔

بَلَغَ الْعُلٰى بِكَمَالِهٖ
كَشَفَ الدُّجٰى بِجَمَالِهٖ
حَسُنَتْ جَمِيْعُ خِصَالِهٖ
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

فرمایا کہ اس کے پڑھنے سے درجات میں بلندی ہوتی ہے، رزق میں وسعت ہوتی ہے۔ آخر میں فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نہایت محبت کے ساتھ نعت پڑھیں تاکہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے رحمتوں کا نزول ہو۔

حضرت میاں صاحب نے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا یہ طریقہ بیان کر کے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو فیض حاصل کرنے کا طریقہ بتا کر ان کو دین و دنیا میں سرخ روئی کا مقام حاصل کرنے کا بتا دیا

حضرت میاں صاحب شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ ذکر کے متعلق فرماتے ہیں کہ آیت......

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا

﴿پ۲۲ سورۃ احزاب آیت نمبر ۴۱﴾

پڑھتے وقت اس کے عمل کا طریقہ ہے کہ زبان کو تالو سے لگا کر اور دل کی طرف توجہ کر کے ھو کی ضرب لگایا کرو۔

اور یہ عمل چلتے پھرتے' اٹھتے بیٹھتے' ہر وقت ایسے کرو جیسے بندہ اللہ کے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔

حافظ غلام حیدر امام جامع مسجد قصور کا بیان ہے کہ وہ میاں صاحب کی خدمت میں شرق پور شریف ایک مجلس میں حاضر تھا کہ میاں صاحب شرق پوری نے ایک شخص کو وجد میں دیکھ کر فرمایا کہ ایسا وجد کس کام کا جب تم زنا سے بچتے نہیں ہو یہ تو منافقانہ عمل ہے۔ باطن خراب ہو تو وجد میں آنا محض ریا کاری ہے۔

حضرت میاں صاحب کا کسی کے باطن پر واقف ہونا ان کی کرامت کی دلیل ہے۔ معتقدین میں سے کسی کو ذرا سی غفلت میں پاتے تو اس کی اصلاح کا حکم دیتے۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ والے اپنے معتقدین میں ذرا سی غفلت پاتے تو اس کی اصلاح کیلئے سرزنش فرماتے۔ اب اس جوش و خروش سے اصلاح نہیں ہوتی۔ بیعت ہونا محض ایک رسم بنا لیا گیا ہے' حالانکہ اصل مقصد اصلاحِ باطنی ہے۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ صاحب سلسلہ اگر کسی دوسرے سلسلہ کو برا کہے تو وہ دراصل وہابی ہے۔ کیونکہ وہابی عقیدہ میں سلسلہ کو برا کہا جاتا ہے اور وہ خود عمل سے محروم ہیں۔ اسی طرح سے جو اپنے پیر سے منحرف ہے' وہ طریقت میں مرتد ہے' مگر شرط یہ ہے کہ پیر بھی باشرع ہو۔

حضرت میاں صاحب کا ارشاد ہے کہ ذکر خفی ایسا ہو کہ دل کو بھی معلوم نہ ہو کہ ذاکر اتنا محو ذکر ہے۔

خواب میں سرورِ کائنات' فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے طریقہ کے لئے

حضرت میاں شیر محمد صاحب شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ نماز عشاء کے بعد ۴۰۰ بار درود خضری پڑھ کر کسی سے کلام کئے بغیر سو جائے' انشاء اللہ گوہر مقصود مل جائے گا۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ بعد نماز تہجد اگر مصلیٰ پر درود خضری ۴۰۰ مرتبہ پڑھ کر لیٹے اور اونگھ آجانے پر قسمت جاگ اُٹھے تو زیارت سے فیض یاب ہو جائے گا۔ ان کے ایک مرید نے ایسا ہی عمل کیا تو اس پر یہ کیفیت طاری ہوگئی۔ اس نے دیکھا کہ میاں صاحب بیت اللہ شریف میں اس کے آگے طواف کر رہے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشرف لائے۔ اس وقت صحابہ اربع اور دس دوسرے جلیل القدر صحابی بھی موجود تھے جن کے نام میاں صاحب نے بیان کئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور نظر آئے۔ اس کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے تو مدینہ منورہ پہنچے۔ وہاں پر وہی جماعت نظر آئی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ روضۂ اقدس کی زیارت کے بعد مرید نے میاں صاحب کے پاؤں پر اپنا قدم رکھا تو واپس لاہور آ گئے۔ لاہور سے بذریعہ ٹرین روانہ ہوا تو اپنے گاؤں کیلئے سٹیشن سے اُتر کر روانہ ہوگیا۔ جب گاؤں میں داخل ہوا تو بیدار ہوگیا۔

کچھ عرصہ بعد حج کی سعادت نصیب ہوئی تو وہ مرید جب بیت اللہ شریف پہنچا تو وہی مقامات نظر آئے جو خواب میں دیکھتے تھے۔ روضۂ اقدس کی زیارت کے لئے پہنچا تو روضۂ اقدس کو ویسا ہی پایا' جیسا کہ خواب میں زیارت کی تھی۔

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور
تو پھر ہم بھی سمجھیں کہ تاجدار ہم بھی ہیں

حضرت میاں شیر محمد صاحب شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن میں بطن در بطن' بطن در بطن اسرار بطن ہیں۔ جتنا ان پر غور ہوگا اسرار کھلتے جائیں گے۔ اور یہ معمولی بات نہیں کیونکہ ہر ایک پر ایسے اسرار نہیں کھلتے بلکہ جن پر نظرِ کرم ہو جائے وہی

یہ مقام پاتے ہیں۔

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ لوگوں کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا پورا یقین نہیں۔ اگر پورا یقین ہو تو کبھی بھی کوئی بے ادب اور گستاخ رسول نہ ہو۔ در حقیقت ایسے لوگوں کا محض زبانی دعویٰ ہے' یقین کامل نہیں۔

زبان سے کہتے ہیں سب لا الہ الا اللہ
یقین و عمل اس پر نہیں لیکن' معاذ اللہ

اولیائے کرام رحمہم اللہ کی زیارت سے شرف یاب ہونا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل اور خدا کے حکم کی تعمیل ہے جس میں ارشاد ہے......

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

﴿پ ۱۱ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۱۹﴾

بلکہ صحابہ کرام بالخصوص حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی سنت ہے جیسا کہ اس کا ذکر حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں ہو چکا ہے مگر جس کو اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے وہی حاضر ہوتا ہے۔ ۱۹۲۷ء میں مجھے اس کی توفیق مل گئی تو حضرت میاں شیر محمد صاحب شیر ربانی کی خدمت میں حاضری کا شرف عطا ہو گیا' حالانکہ اس وقت میرا انجینئرنگ یونیورسٹی مغلپورہ لاہور میں طالب علمی کا دور تھا۔ جب میں نے ان کا ذکر سنا تو اپنے ۹ ر دوستوں کے ہمراہ جو اسی یونیورسٹی میں طالب علم اور ہم جماعت تھے روانہ ہوئے۔ لاہور سے چل کر شرقپور شریف پہنچے اور اپنے ایمان کو تازہ کرنے کا موقع مل گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ولی کی صحبت میں ایک ساعت بھی بہت بڑی عبادت ہے۔ کیونکہ ان کی نظر کندن بنا دیتی ہے۔

وہاں پر معلوم ہوا کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا کہ اس کا بیٹا گھر سے گم ہے۔

عرصہ ہوا لیکن اس کا کوئی پتہ نہیں ملتا' جس کی وجہ سے اس کی ماں اس کے غم میں نڈھال ہے' اس لئے دعا کریں کہ بچہ مل جائے۔ میاں صاحب نے فریادسنی تو بیتاب ہو گئے۔ اسی دوران دسترخوان بچھایا گیا اور کھانے پر دو دو حضرات اکٹھے بٹھائے گئے مگر سائل کو اکیلا بٹھایا گیا۔ جوں ہی دسترخوان پر دو آدمیوں کا کھانا رکھا گیا۔ تو اس اکیلے آدمی کے ساتھ کھانے میں اس کا گم شدہ بیٹا بھی حاضر ہو گیا۔ باپ کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ جب بیٹے سے پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ سرحدی علاقہ سے ابھی ایک بزرگ لے آئے ہیں۔ جو یہ میاں صاحب ہی کی کرامت تھی۔ کرامت پر تعجب کیوں ہے' جب آصف بن برخیا بلقیس کا تخت آنکھ جھپکنے سے پہلے لے آیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں پیش کر دیا۔ وہ بنی اسرائیل کا ولی تھا اور میاں صاحب نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے ولی ہیں۔ جب ہر جگہ پر خدا کے حکم کا ہی ظہور ہے جو ولیوں سے ظاہر ہو رہا ہے' جیسا کہ قرآنِ کریم میں اس کا ذکر ہے جس پر مومن کا ایمان ہے۔ پھر بھی انکار ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کا قرآن کریم بھی ایمان کامل نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم کا صدقہ ہے کہ اولیاء اللہ صاحب حال ہو جاتے ہیں۔ یہ سارا فیض حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں خلوص کا مقام ہے۔

-•●❖❄❖●•-

حضرت میاں رحمت علی رحمۃ اللہ علیہ گھنگ شریف

یہ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم کا صدقہ تھا کہ عاصی کو بھی توبہ کیلئے حضرت میاں رحمت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوگیا جو ان کے خلیفۂ برحق تھے۔ اگرچہ دیر ہوگئی کیونکہ ۱۹۵۴ء تک درس و تدریس کے بعد ملازمت کی ذمہ داریوں اور دیگر مصروفیات نے اتنی دیر روکے رکھا۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان جب معرض وجود میں آگیا تو میں اس وقت جالندھر میں آگ اور خون کے دریا کو عبور کرنے میں سرگرداں تھا' اور بالآخر لاہور پہنچ گیا۔

حضرت میاں رحمت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کیلئے ارادہ کیا۔ گھنگ شریف میں ان کے قیام کا پتہ ملنے پر دقت محسوس ہوئی تو پہلے حضرت کرماں والا کے دربار میں حاضر ہوگیا جو ان کے پیر بھائی تھے۔ ان کی خدمت میں حاضری بھی باعث سعادت تھی۔ کئی گھنٹے تک حضرت محمد اسماعیل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے فیض یاب ہوا مگر دل میں خیال حضرت میں رحمت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا' جس کا اظہار کسی سے نہ کیا گیا۔ عصر کی نماز کے بعد رخصت ہو کر واپسی کیلئے سٹیشن پر پہنچ گیا' وہاں گاڑی کا انتظار کر رہا تھا تو ایک بزرگ جو حضرت کرماں والا کے دربار میں میرے قریب ہی بیٹھے تھے' آگئے' اور پوچھنے پر ظاہر کیا کہ وہ میاں رحمت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گھنگ شریف جارہے ہیں۔ اس پر میں نے بھی اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ میرا بھی وہیں پر جانے کا خیال ہے۔ خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا کیونکہ اس کے

مقبول بندے کے پاس جانے کا ارادہ ہو تو وہ غیب سے سامان بھی مہیا کر دیتا ہے اور راستے کی دقت بھی دور ہو جاتی ہے۔ جس طرح سفر آخرت کیلئے بھی ساتھی مل جاتا ہے نجات کا سامان بھی اسی طرح مہیا کر دیتا ہے کیونکہ روز محشر خدا کے دربار میں حاضری کیلئے یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ﴿پ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۷۱﴾ کے فرمان کے مطابق ہر شخص کو اپنے امام اور مرشد کے ساتھ جانا پڑے گا۔ اس پر عمل کرنے لئے اس کا حکم ہے۔ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ ﴿المائدہ:۳۵﴾ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔ ﴿پ۱۱ سورۂ التوبہ آیت نمبر ۱۱۹﴾ اس لئے دنیا میں جس نے خدا کے فرمان سے منہ موڑ لیا اور اپنا سفر کا ساتھ کسی اللہ والے ولی اور مرشد کو نہ بنایا تو اس کا مرشد اور ساتھی ابلیس ہوگا جو اس کو سیدھا جہنم میں لے جائے گا۔ الغرض گاڑی پر سوار ہو کر گھنگ سٹیشن پر پہنچے تو وہاں سے پیدل چل کر منزل مقصود پر پہنچ گئے' اور حضرت میاں صاحب کے دربار میں حاضری دی۔

فجر کی نماز کے بعد میری زندگی میں وہ وقت بھی آ گیا جو میری توبہ کا دن تھا' اس کے بعد سفرِ آخرت کیلئے راہنمائی خدا کے مقبول بندے کے سپرد ہو گئی۔ جب کبھی موقع ملتا اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہو جاتا آپ سے ہدایات حاصل کر کے اس پر عمل کرنے کی کوشش جاری ہو گئی۔ حضرت میاں صاحب زمیندار تھے' اپنی زمینداری' خلق خدا کی راہنمائی اور ان کی مددان کا نصب العین تھا' مگر وہ جلد ہی اللہ کو پیارے ہو گئے اور واصل الی اللہ کا مقام پا لیا۔

حضرت میاں رحمت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ عطا تھی کہ دعا کیلئے جب کبھی ان کے ہاتھ اُٹھ جاتے تو قبولیت ان کا دامن تھام لیتی۔ ایک موقع پر میری آزمائش کا وقت آ گیا۔ ملازمت کے دوران افسر بالا نے میری جگہ پر ایک دوسرے آدمی کی تقرری محض اس بنا پر کر دی کہ میں رشوت کے معاملہ میں محتاط رہتا تھا۔ کیونکہ رشوت

سے اجتناب اوراس کے رسول کا حکم اوراپنے پیر کا دیا ہوا سبق تھا۔ میں نے حضرت میاں صاحب کی خدمت میں اس معاملہ کو پیش کردیا گیا' اور درخواست کی کہ حق کا بول بالا ہو' کیونکہ جب توبہ ہو چکی ہو تو پھر دنیا کی ذلت بھی نا قابل برداشت ہے۔ اوراس سے حق کی شکست بھی ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ ہاتھ دعا کیلئے اُٹھ گئے جو قبولیت کی دلیل تھے۔ اس پر افسر بالا کو ایسی سخت سزا مل گئی کہ تازیست اسے یاد رہے۔ میری ملاقات پر اس نے میری ترقی کے احکام جاری کردیئے مگر اس کے ایک گھنٹے بعد اپنے ماتحت افسر کے ایماء پر اسے منسوخ کرنے کیلئے وعدہ کرلیا کہ کل وہ دوسرے احکامات کے ذریعہ مجھے ڈپورٹ کردے گا کیونکہ انسپکشن رپورٹ میں اس کی نااہلی کے احکام ہوں گے۔ مگر دفتر بند ہونے سے پہلے ہی اس کو وائرلیس پر ہیڈ آفس سے حکم نامہ مل گیا کہ وہ کل سے ڈیوٹی پر نہ آئے' کیونکہ اسے ملازمت سے برخاست کردیا گیا ہے۔ اس کا ثبوت ملتان کے ڈویژنل آفس میں ریلوے کے محکمے میں موجود ہے' کیونکہ ۱۹۵۸ میں مسٹر اے آر خان نامی ڈویژنل انجینئر مکینیکل کی سزا رشوت خوروں کے لئے باعث عبرت ہے۔ جیسا کہ رشوت خود دنیا میں بھی ذلیل ورُسوا ہوتا ہے اور آخرت میں بھی۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ جس کی راہ نمائی خدا کے مقبول بندے کے سر ہو جب وہ دنیا کے ذلیل نہیں ہوتا تو ان شاء اللہ وہ آخرت میں بھی ذلیل نہیں ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ
اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

﴿پ ۲۴ سورۃ الزمر آیت نمبر ۵۳﴾

کہ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت میاں صاحب کی خدمت میں عاصی نے ایک مرتبہ گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بے ادب لوگوں کے باطل نظریات کی اصلاح کیلئے سوال کر دیا۔ چونکہ سوال بڑا اہم تھا اس لئے انہوں نے کمال مہربانی سے گنہگار پر نظر رحمت اور توجہ سے دیکھا جس کے اثرات دل پر مرتب ہوئے۔

اسی کا نتیجہ تھا کہ کتاب وسنت کا مطالعہ سے ایسے اسرار ظاہر ہونے لگے جس سے محبوب خدا کی محبت کے جذبہ صادقہ کا اظہار کارفرما ہوا۔ اور اسی جذبہ کا نتیجہ تھا کہ جس نے ذہنی انتشار کے شکار لوگوں کی اصلاح کیلئے خدمت کا موقع بندہ کے کمزور ہاتھوں کے سپرد بھی ہو گیا۔
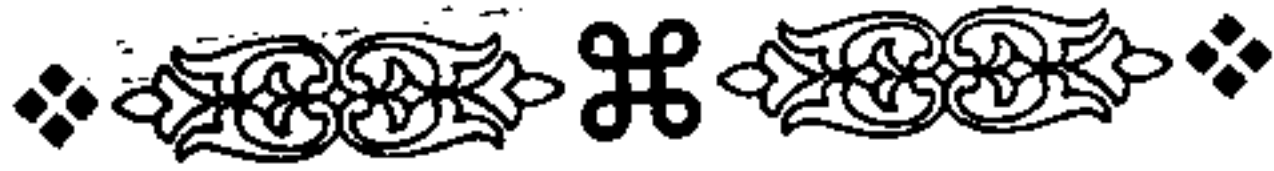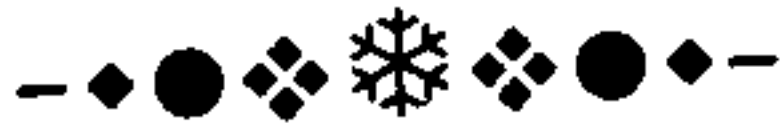
جو خیال آیا تو خواب میں، وہ جمال اپنا دکھا گئے
یہ مہک لہک تھی لباس میں، کہ مکان سارا بسا گئے
ہمیں دامِ غم سے چھڑا گئے، ہمیں معصیت سے بچا گئے
وہ نبی محمدِ مصطفےٰ ﷺ کہ جو سوئے عرشِ علیٰ گئے
یہ حلیمہ بھید کھلا نہیں، یہ مقامِ چون و چرا نہیں
تو خدا سے پوچھ وہ کون تھے، تیری بکریاں جو چرا گئے
کہیں حسن بن کے قبول میں، کہیں رنگ بن کے وہ پھول میں
کہیں نور بن کے رسول میں، وہ جمال اپنا دکھا گئے
ہو دُرود اُن پہ ہزار بار، میرے رہنما، میرے ناخدا
میرا پار بیڑا لگا گئے، میر ڈوبی کشتی ترا گئے
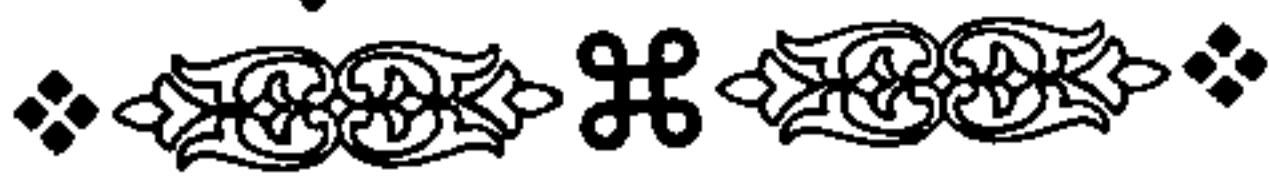
عالمِ برزخ کے پراسرار حالات پر انکشاف

"مقاماتِ اولیائے کرام" کے بعد "عالمِ برزخ" کے
حالات پر چند مفید معلومات پیش خدمت ہیں

عالمِ برزخ کے پُراسرار حالات پر انکشاف

مومن کیلئے مرنے کے بعد عالم برزخ میں اعمالِ صالح ہی کام آنے والے ہیں۔ اس بنا پر عالم برزخ کے حالات سے خبرداری مومن کے لئے بڑی مفید ہے۔ تاکہ وہ ان حالات سے آگاہ ہو کر اپنے بچاؤ کا انتظام کر سکے اور وہ اعمال کثرت سے کر سکے جو اس کے لئے بہتر مقام کے حصول میں ممد و معاون ہوگا۔

اندریں حالات علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ خدا کے مقبول بندے کے رسالہ "اللمعہ فی الاجوبۃ السبعہ" سے سات باتوں کے بارے میں احادیث پاک پیش خدمت ہیں۔ ان میں بیان ہے کہ مرنے کے بعد مومن کی روح کا مقام جنت ہوتا ہے مگر کافر اور منافق کا دوزخ میں ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل اُمور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۱)......مومن روحیں ایک دوسرے کو دیکھتی ہیں۔

(۲)......وہ زندوں کے حالات سے خبردار ہوتی رہتی ہیں۔

(۳)......روحیں مرنے والے کی پیشوائی اور استقبال کو آتی ہیں کیونکہ مومن اور صالح کی روح آزاد ہوتی ہے اور کافر کی روح پابند عذاب۔

(۴)......صاحب قبر کی روح ہر اُس آنے والے شخص کو جو قبر پر آتا ہے دیکھتی ہے اور جس کو دُنیا میں پہچانتی ہے اس سے اُنس حاصل کرتی ہے اور

سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتی ہے۔

(۵)......مومن کی روح بہشت کے درختوں میں مثل پرندہ کے مقام پاتی ہے جو قیامت کے روز اپنے جسم میں لوٹائی جائے گی۔

(۶)......شہیدوں کو قبر میں سوالات سے مستثنٰی کیا جاتا ہے۔

(۷)......مومن بچے سے قبر میں سوال نہیں ہوتا۔

مومن روحیں ایک دوسرے کو دیکھتی ہیں

روحیں مرنے والے کی پیشوائی اور استقبال کرتی ہیں اور زندوں کے حالات دریافت کرتی ہیں۔

حدیث ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ جو طبرانی اور بیہقی میں ہے اور ابن ابی الدنیا نے بواسطہ ابن لیلیٰ اُم بشیر کی حدیث روایت کی ہے کہ جب بشیر بن البراُ کی وفات ہوئی تو اس کی والدہ بہت مغموم ہوئیں۔ پس عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بنی سلمہ قبیلہ کے آدمی مرتے ہیں۔ اگر مردے ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو اُن کی معرفت اپنے بیٹے کو سلام بھیجوں' جو فوت ہو گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک مردے ایک دوسرے سے ملتے ہیں' ملاقات کرتے ہیں اور پہچانتے ہیں' جیسے کہ پرندے درختوں پر پہچانتے ہیں۔ اسی لئے جب کوئی بنی سلمہ سے مرتا اُم بشیر آ کر سلام کرتیں اور کہتیں' اے فلاں! میرا سلام میرے بیٹے بشیر کو پہنچانا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک مومنوں کی روحیں ایک مہینے کی راہ سے ملتی ہیں حالانکہ ایک دوسرے کو ہرگز نہ دیکھا ہوگا۔

اور بزار نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک مومن کی روح کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔ بس مومنوں کی ارواح جو پہلے فوت ہوگئیں اُس کے استقبال کو آتی ہیں اور پھر دُنیا میں ان کے ملاقات والوں کا حال دریافت کرتی ہیں۔ اگر وہ کہے کہ میں ان کو چھوڑ کر آیا ہوں تو خوش ہوتی ہیں' اور جو کہے کہ فلاں شخص پہلے مرگیا ہے تو وہ کہتی ہے کہ ہمارے پاس نہیں لایا گیا۔

ابن ابی الدنیا نے حضرت عبید بن عمر سے روایت کیا ہے کہ جب کوئی مرے تو روحیں اس کے استقبال کو آتی ہیں اور اس سے حالات دریافت کرتی ہیں کہ فلاں نے کیا کیا اور فلاں نے کیا کیا۔

اور حسن سے روایت ہے کہ سکراتِ موت کے وقت پانچ سو فرشتے مومن کی روح کو قبض کرنے حاضر ہوتے ہیں اور اس کی روح کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔ ان مومنوں کی روحیں جو پہلے فوت ہوچکیں ہیں اس سے باتیں دریافت کرنے کو بطور پیشوائی کے آتی ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں کہ جلدی نہ کرو' بڑی محنت سے نکلا ہے' پس کوئی اپنے بھائی اور کوئی دوست کا حال دریافت کرتا ہے۔

اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ جب کوئی مرتا ہے تو اس کا فرزند پیشوائی کو آتا ہے جیسے غائب کی پیشوائی کو۔

اور ثابت بن بنانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک جب کوئی فوت ہوکر جدائی سے رنج پاتا ہے تو اس کے اقرباء جو پہلے فوت ہوگئے اس کی پیشوائی کو آتے ہیں' وہ ایسے خوش ہوجاتا ہے جیسے کوئی مسافر اپنے گھر کو پہنچے۔

صاحب قبر کی روح ہر اس آنے والے شخص کو جو قبر پر آتا ہے دیکھتی ہے اور جس کو دُنیا میں پہچانتی ہے اس سے اُنس حاصل کرتی ہے اور سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتی ہے

ابن ابی الدنیا نے کتاب القبور میں اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں کوئی شخص جو اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرے اور اس کی قبر پر بیٹھے مگر اہلِ قبر خوش ہوتا ہے اور محبت کرتا ہے۔ وہ سلام کا جواب دیتا ہے جب تک کہ زیارت کرنے والا اُٹھ کر جدا نہ ہو وہ خوش رہتا ہے۔

ابن عبدالبر نے کتاب استذکار اور تمہید میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں کوئی شخص کہ اپنے مومن بھائی کی قبر پر گزرے جس کو دُنیا میں پہچانتا ہو اور اس کو سلام کہے تو وہ اس کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (اس حدیث کی ابو محمد عبدالحق نے تصحیح کی ہے)

ابنِ ابی الدُنیا نے کتاب القبور میں باسناد متصل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب کوئی مرد اس شخص کی قبر پر گزرے جس کو دُنیا میں پہچانتا ہو اور سلام کہے تو مردہ سلام کا جواب دیتا ہے اور اس کو پہچانتا ہے۔ اور جو ایسے شخص کی قبر پر گزرے جس کو دُنیا میں نہیں پہچانتا ہو مردہ سلام کا جواب دیتا ہے۔

اور ابنِ ابی الدُنیا نے محمد بن واسع سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ بلا شبہ جمعہ کے دن اور جمعہ سے ایک دن پہلے ایک دن بعد مردے زیارت کرنے والے کو پہچانتے ہیں۔

روایت کی ہے ضحاک سے کہ آپ نے فرمایا: جو شخص ہفتہ کے دِن آفتاب نکلنے سے پہلے کسی قبر کی زیارت کرے تو مردہ اس سے خبردار ہوتا ہے۔ لوگوں نے ضحاک

سے پوچھا: اس کا سبب کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن قرب زیادہ ہوتا ہے

زندوں کے حالات سے مردوں کو خبر ہوتی ہے

بلا شبہ مردے زندوں کے حالات جانتے ہیں اس واسطے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے متصل اسناد کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک تمہارے اعمال تمہارے اقربا مردوں اور متوفی عزیزوں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر اچھے ہوں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر برے ہوں تو خدا تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ تم مرنے سے پہلے سیدھے راستہ پر آ جاؤ اور ہدایت حاصل کرو جیسے ہم نے ہدایت پائی تھی۔

ابو داؤد طیالسی اپنی مسند میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیشک تمہارے اعمال تمہارے عزیزوں اور اقرباء کے سامنے ان کی قبروں میں پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر وہ اچھے ہوں تو وہ بشارت پاتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور اگر برے ہوں تو کہتے ہیں' یا اللہ! ان کو نیکی کی توفیق دے۔

اور طبرانی نے اوسط میں متصل اسناد کے ساتھ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیشک جب مومن کی روح قبض کرتے ہیں خدا کے رحمت والے بندے تو اس کی پیشوائی کو آتے ہیں جیسے دُنیا میں خوش خبری دینے والے کے پاس آیا کرتے ہیں۔ پس کہتے ہیں کہ جلدی نہ کرو تا کہ آرام پاوے' اس واسطے کہ وہ محنت اور تکلیف کھینچے ہوئے لوٹ آیا ہے۔ اس کے بعد اس سے پوچھتے ہیں کہ فلاں آدمی نے کیا کیا اور فلاں عورت نے خاوند کیا' گویا اپنے واقفوں کے حالات دریافت کرتے ہیں۔ اور جب اس شخص کا حال دریافت کرتے

ہیں جو فوت ہو چکا ہے تو وہ کہتا ہے کہ وہ مجھ سے پہلے مر گیا ہے۔ پس وہ پڑھتے ہیں "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن" کہ وہ دوزخ میں پہنچ گیا جو اُس کا اصل مقام تھا۔ وہ بہت برا ٹھکانہ اور نہایت خراب جگہ ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ تمہارے اعمال ان تمہارے اقارب اور رشتہ داروں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں جو اہل آخرت ہیں۔ وہ نیک عمل سے خوش ہوتے ہیں' بشارت پاتے ہیں اور کہتے ہیں' یا اللہ! یہ تیرا فضل اور رحمت ہے۔ اس پر پوری رحمت کرتا کہ اسی پر فوت ہو اور جب گنہگاروں کے عمل پیش کئے جاتے ہیں تو کہتے ہیں' اے پروردگار! اس کو نیک کام کی توفیق دے کہ تیرے قرب اور رضامندی کا سبب ہو۔

ابن ابی الدنیا نے کتاب مناجات میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے عمل تمہارے مردوں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر وہ اچھے عمل دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جو برے عمل دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اے اللہ! اس کو توبہ کی توفیق دے اور سیدھے راستہ پر لا۔

اور حکم ترمذی نے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پیش کئے جاتے ہیں اعمال پیر اور جمعرات کو خدا تعالیٰ کے سامنے اور انبیاء کے سامنے اور ماں باپ کے سامنے جمعہ کے دن' بس نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں۔ ان کے چہروں کی سفیدی اور چمک زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور جب یہ حال ہے تو خدا سے ڈرو اور اپنے گناہوں کے سبب اپنے مردوں کو رنج نہ پہنچاؤ۔

اور روایت کیا ہے ابن ابی الدنیا نے کتاب مناجات میں متصل اسناد کے ساتھ نعمان بن بشیر سے کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے' فرماتے تھے' ڈرو خدا سے اپنے بھائیوں کے حق میں جو مردہ ہیں کیونکہ تمہارے اعمال ان پر پیش کئے جاتے ہیں۔ اور نیز متصل اسناد کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے کہ اپنے مردوں کو رُسوا نہ کرو اپنے اعمال کی برائی سے' اس واسطے کہ تمہارے اعمال تمہارے عزیز مردوں کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔

اور نیز یہ کہ روایت کیا ہے حضرت بلال بن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ نے' فرماتے تھے کہ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میرے خالو عبداللہ بن رواحہ قیامت کے دن مجھ سے ناراض نہ ہوں۔ اور عبدالوہاب بن مجاہد سے روایت ہے کہ اُنہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ فرمایا: بشارت پاتا ہے باپ بیٹے کی نیکی سے جب کہ باپ کے مرنے کے بعد وہ نیک ہو۔ کیونکہ اس سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔

مردے آدمیوں کی بات سنتے ہیں اور جو اُن کے حق میں کیا جائے اُس سے خبردار ہوتے ہیں

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں متصل اَسناد کے ساتھ حضرت اَبوسعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ البتہ مردہ جانتا ہے کہ جو اس کو نہلاتا ہے' اور جو اس کو اُٹھائے اور جو اس کو قبر میں رکھے۔ اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا دوسرے اسناد کے ساتھ اور ابن ابی الدنیا وغیرہ نے مختلف اسنادوں کے ساتھ عمر بن دینار اور بکر بن عبداللہ المزنی وسفیان ثوری وغیرہ سے اسی مضمون کو روایت کیا ہے۔ اور ابن ابی الدنیا نے متصل اسناد کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا: مردہ کی روح فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے جب کہ مردے کو غسل دیتے ہیں' وہ فرشتہ ہمراہ قبر کی طرف جاتا ہے اور جب قبر میں رکھتے ہیں تو قبر میں چلا جاتا ہے۔ پس اس وقت مردہ کو خطاب کیا جاتا ہے۔ اور دوسری روایت عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ سے ہیں کہ فرمایا: روح فرشتے کے ہاتھ میں ہے جو جنازہ کے ہمراہ جاتا ہے اور کہتا ہے اس سے جو اس کے حق میں کہتے ہیں۔

جب قبر میں پہنچا تو روح کو میت کے ہمراہ دفن کرتا ہے۔

مرنے کے بعد ارواح کہاں پر ہوتی ہیں؟

مومن کی روح بہشت میں مثل پرندہ کے ہوتی ہے۔

یہ مسئلہ مشکل ہے۔ حضرت اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد کے ساتھ کعب بن مالک سے روایت کی ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البتہ مومن کی روح پرندہ معلق ہے بہشت کے درختوں میں۔ اور جس روز اللہ تعالیٰ زندہ کرے گا اس روح کو جسم میں لوٹا دے گا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو اپنی مسند میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ اس کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں۔

اور امام احمد اور طبرانی نے کبیر میں اسناد حسن کے ساتھ حضرت اُمِ ہانی سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' مومن کی روح معلق پرندہ ہے بہشت کے درخت میں قیامت کے دن تک۔ پھر آجائے گی ہر روح اپنے جسم میں۔

اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: کہ شہیدوں کی روحیں خدا تعالیٰ کے پاس سبز پرندوں میں ہوتی ہیں' بہشت کی نہروں میں جس جگہ چاہتی ہیں پھرتی ہیں' پھر آتی ہیں اور عرش کے نیچے قندیلوں میں جگہ پکڑتی ہیں۔

اور روایت کیا ہے امام احمد' ابوداؤد اور حاکم وغیرہ نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے ہمراہی جنگ اُحد میں شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اَرواح کو سبز پرندوں میں رکھ دیا' وہ بہشت کی ندیوں میں آتی ہیں اور بہشت کے میوے کھاتی ہیں' اور عرش کے نیچے سونے کی

قندیلوں میں جگہ پکڑتی ہیں۔

حضرت امام احمد اور عبد بن حمید نے روایت کیا اپنی مسند میں اور طبرانی نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہشت کی ندی کے کنارے پر سبز قبہ میں شہید رہتے ہیں اور ہر صبح شام بہشت سے ان کا رزق آتا ہے۔

اور روایت کیا ہے بیہقی و طبرانی نے صحیح اسناد سے عبدالرحمان بن کعب بن مالک سے کہ جب کعب بن مالک کی وفات کا وقت آیا تو اُم بشیر نے کہا: اگر تم فلاں شخص کو پاؤ تو میرا اسلام کہو۔ بس کعب نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں بخشے۔ اے اُم بشیر! میں اس سے مشغول ہوں گا کہ کسی کو سلام پہنچاؤں۔ پس اُم بشیر نے کہا: کیا تم نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے' بیشک مومن کی روح بہشت میں پھرتی ہے جس جگہ چاہتی ہے اور کافر کی روح سجین میں ہوتی ہے' بیشک میں نے سنا۔ اور جواب دیا کہ اس سے میری مراد یہی تھی۔

اور روایت کیا طبرانی نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مومنوں کی ارواح کا حال پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ سبز پرندوں میں ہوتی ہیں اور وہ پرندے جس جگہ بہشت میں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں۔ پھر پوچھا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کافروں کی اَرواح کہاں ہوتی ہیں؟ فرمایا گیا کہ سجین محبوس ہوتی ہیں۔ یہ حدیث مرسل ہے۔

اور روایت کیا حضرت امام احمد نے مسند میں اور حاکم نے مستدرک میں' بیہقی اور ابن داؤد نے کتاب بعث میں متصل اسناد کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے' اُنہوں نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' مومنوں کی اولاد بہشت کے ایک پہاڑ میں ہوتی ہے اور ان کی پرورش حضرت اِبراہیم علیہ السلام اور حضرت سارا علیہا السلام فرماتے ہیں' قیامت کے دن تک پھر ان کے والدین کے پاس پہنچا دیں۔ حاکم نے اس حدیث کی تصحیح کی

ہے۔

اور روایت کی ہے بیہقی نے دلائل میں اور ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے متصل اسناد کے ساتھ حضرت ابی سعید خدری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لائی گئی میرے سامنے سیڑھی کہ ارواح بنی آدم کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔ اور کسی مخلوق نے اس سیڑھی سے بہتر نہیں دیکھی۔ پس میں جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ اس سیڑھی پر آسمان کی طرف گیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا جو کھول دیا گیا' وہاں جا کر ہم نے آدم علیہ السلام کو دیکھا کہ پیش کرتے ہیں ان پر مومنوں کی ارواح کو جوان کی اولاد سے تھیں نیز فرماتے تھے کہ ہر ایک پاک روح اور پاک نفس جو ہے ان کو علیین میں رکھو۔ پھر فاجروں کی ارواح جوان کی اولاد سے تھیں پیش کی گئیں تو فرماتے تھے کہ ہر ایک روحِ خبیث اور نفسِ ناپاک کو سجین میں رکھو۔

اور ابو نعیم اصفہانی نے متصل اسناد کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' بیشک مومنوں کی ارواح ساتویں آسمان پر ہوتی ہیں اور بہشت میں اپنے گھر دیکھتی ہیں۔ یہ مرفوع حدیثیں تھیں جو بیان ہوئیں۔ اور اخبار موقوفہ جو سلف کرام سے منقول ہیں وہ یہ ہیں کہ ابن ابی الدنیا نے متصل اسناد کے ساتھ حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا: زمین میں سب سے بڑی جگہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک جنگل ہے' جس کو برہوت کہتے ہیں' اس جنگل میں کافروں کی ارواح کو رکھتے ہیں۔ یہ جگہ حضر موت کے اطراف میں ہے۔

اور روایت کیا بیہقی نے بعث و نشور میں اور ابن ابی الدنیا نے کتاب المناجات میں سعید بن مسیب سے کہ بے شک حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہم نے ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کی۔ پس ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو اپنے پروردگار سے ملاقات کرے' پس مجھے خبر دے جو کچھ تو نے پایا۔ پس کہا

کیا ملاقات ہوتی ہے زندوں کی مردوں کے ساتھ؟۔ کہا ہاں' مومنین کی روحیں تو بہشت میں ہیں' پس یہ جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں۔

اور بیہقی نے روایت کیا ہے طبرانی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اور مروزی نے اسناد کے ساتھ کتاب جنائز میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے' فرمایا: مومنوں کی اَرواح حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پاس اوپر لے جاتے ہیں' پس کہا جاتا ہے کہ تم قیامت تک ان کے متولی رہو۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس طرح روایت کی ہے کہ فرمایا: کافروں کی ارواح جمع کی جاتی ہیں جو ایک مقام دمشق میں ہے۔

اور اسناد کے ساتھ بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ انہوں نے کعب الاحبار سے روایت کیا کہ کہا جنت الماویٰ میں سبز پرندے ہیں۔ تمہاری روحیں ان میں پھرتی ہیں' بہشت میں جس جگہ چاہتی ہیں۔ اور آل فرعون کی ارواح سیاہ پرندوں میں صبح وشام آگ میں ہوتی ہیں۔ اور مومنوں کے بچے بہشت کی چڑیوں میں ہوتے ہیں۔

اور ابونعیم نے حلیہ میں اسناد کے ساتھ وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ بیشک ساتویں آسمان میں ایک گھر اللہ کا بنایا ہوا ہے جس کو بیضاء کہتے ہیں۔ مومنوں کی ارواح اس میں جمع ہوتی ہیں۔ جب دُنیا میں سے کوئی آتا ہے تو مومنوں کی ارواح پیش وائی کو آتی ہیں اور دُنیا کی خبریں دریافت کرتی ہیں جیسا کہ گھر والے اس سے دریافت کرتے ہیں جو غائب ہو گیا ہو۔

اور ابن ابی الدنیا نے مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا: مجھ کو یہ پہنچا ہے کہ مومنوں کی ارواح بہشت میں چھوڑی گئیں ہیں اور وہ جہاں چاہیں پھرتی ہیں۔

شہید کو قبر میں سوال ہوتا ہے یا نہیں؟

شہید کو قبر میں سوال نہیں ہوتا۔ علماء کی جماعت نے اس کی تصریح میں بیان کیا ہے کہ امام قرطبی استدلال لاتے ہیں صحیح مسلم کی حدیث سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا: کیا شہید کو قبر میں سوال ہوتا ہے؟ تو فرمایا کہ کافی ہے اس کو تلوار کی چمک جو اس کے سر پر پہنچی۔ امام قرطبی نے کہا کہ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ سوال قبر اس واسطے کیا جاتا ہے کہ مومن صادق منافق سے جدا ہو جائے اور ثابت رہے۔ اور شہید کا تلوار کے نیچے ہونا اول دلیل ہے اس کے ایمان کی راستی کی۔ اگر خلل ہوتا تو کافروں کے پاس چلا جاتا۔

بچوں کو قبروں میں سوال ہوتا ہے یا نہیں

اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔ حنبلیوں کے نزدیک ہے کہ ابونعیم نے کتاب الروح میں لکھا ہے اور امام نووی کا قول ہے جو روضہ اور شرح مہذب میں ہے اور وہ یہ ہے کہ تلقین دفن کے بعد بالغوں کے ساتھ خاص ہے اور بچوں کو تلقین نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام نووی نے نزدیک بچوں کے واسطے سوالِ قبر نہیں ہوتا...... واللہ اعلم

﴿مندرجہ بالا احادیث نبویہ کاشفہ اسرارِ غیبیہ سے منقول ہیں﴾

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں جنگِ یمامہ کا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ اس جنگ میں لشکر اسلام کی ٹکر مسیلمہ کذاب سے ہوئی تھی جس کے اندر بہت سے حافظ اور قاری شہید ہو گئے تھے۔ ان صحابیوں میں حضرت قیس بن ثابت بھی شہید ہو گئے۔ شام کا وقت ہو گیا اور آپ کی لاش میدان جنگ میں پڑی تھی۔ قریب ہی ایک مجاہد صحابی رات کے وقت سو گئے۔ انہوں نے خواب کے اندر حضرت قیس شہید کی وصیت کو سنا کہ ان کی روح نے بعد وصال یوں وصیت کی اے میرے دوست

صحابی: میری وصیت کو سنو اور سپہ سالار افواج خالد بن ولید کو سنا دو تا کہ وہ اس وصیت پر عمل کر کے میری مدد کر سکیں۔

وصیت میں ایک بات یہ تھی کہ جب وہ شہید ہو گئے اس وقت ان کے اوپر ایک قیمتی چادر تھی جس کو ایک شخص نے میرے اوپر سے اُتار کر اپنے پاس رکھ لی ہے۔ مگر چونکہ یہ ترکہ کا مال ہے جس پر اس کا حق نہیں بلکہ میرے ورثاء کا حق ہے اس لئے اس چادر کو اس شخص سے واپس لے کر میرے ورثاء کو دی جائے۔ آپ نے اس شخص کا پتہ بھی دیا کہ وہ اسی میدان جنگ کے اندر ان خیموں کے اندر موجود ہے اور اس کا خیمہ اسی قطار کے آخر میں ہے جس کے باہر گھوڑا بندھا ہوا ہے اور میری چادر گھوڑے کی کاٹھی کے نیچے خیمہ کے اندر پڑی ہوئی ہے۔

دوسری بات جس کی آپ نے وصیت کی وہ یہ تھی کہ بوقت شہادت میں مقروض تھا جس کی بنا پر مجھ پر پابندی ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی زیارت سے محروم ہوں لہٰذا میرا قرض ادا کیا جائے اور امیر المؤمنین کو میرا پیغام اور وصیت سنا دیں تا کہ میرا قرض ادا ہو جائے اور خدا کی زیارت سے شرف یاب ہو جاؤں۔

صبح کو اس صحابی نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو وصیت کے مطابق حضرت قیس بن ثابت شہید رضی اللہ عنہ کی طرف سے پیغام سنایا تو اُنہوں نے چادر کو اس خیمہ سے حاصل کر کے ان کے ورثاء کے حوالے کر دی اور امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے ان کا قرضہ بھی اُتار دیا۔

اس واقعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شہید زندہ ہے اسی بنا پر بعد شہادت کے وصیت کی۔ کیونکہ وصیت ہمیشہ زندہ کرتا ہے مردہ کی وصیت نہیں ہوتی۔ اور وصیت میں چادر اُٹھانے والے کا پتہ اور اس کا عمل بھی بتا دیا جس کو وہ دیکھ رہے تھے۔ دوسرے یہ کہ کافر کا خدا پر ایمان نہیں مگر شہید نے یہ بھی ظاہر کر دیا کہ خدا تعالیٰ کی ذات برحق ہے

اور مومن کو اس کی زیارت ہوتی ہے۔اور تیسرے یہ کہ مرنے والا اگر مقروض ہے تو اس کا قرض اس کو خدا کی زیارت سے محروم رکھتا ہے' اس بنا پر اس کا قرض اُتارنے کا حکم ہے۔لہٰذا عالم برزخ کے حالات پر آگاہ ہو جانا مومن کے لئے باعث برکت ہے کہ دُنیا میں رہ کر وہ ان سے آگاہ ہو کر اپنی حفاظت اور نجات کا سامان فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق کر سکتا ہے۔

چند واقعات بطورِ ذریعۂ نجات

مزید چند واقعات جو راقم الحروف عاصی محض اس بنا پر بیان کر رہا ہے تا کہ عوام کے لئے ذریعۂ ہدایت ہو' ملاحظہ کریں۔

میری اہلیہ کی وفات ۱۹۶۴ء میں ہو گئی اور اُسے گوجرانوالہ کے بڑے قبرستان میں دفن کر دیا۔اس کے چند ماہ بعد ملازمت سے ریٹائرمنٹ ہو گئی تو کچھ عرصہ کیلئے مالی مشکلات کا سامنا ہوا۔کیونکہ گریجوٹی کے حصول میں دیر ہو گئی۔اس دوران گوجرانوالہ میں رہائش ہو گئی۔ایک روز لاہور جانا پڑا اور کسی دوست کے بتانے پر وہاں پر ایک بزرگ سے ملاقات ہو گئی جو چوبرجی کے علاقہ میں قبرستان لاہور شہر کے ملحقہ علاقہ میں رہتا تھا۔جوں ہی پہلی مرتبہ اس سے ملاقات ہوئی اس بزرگ نے میری بیوی کا نام اور حلیہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ وہ تمہارے بارے میں یہ باتیں کہہ رہی ہے۔میں نے کہا کہ وہ تو فوت ہو چکی ہے اور گوجرانوالہ کے قبرستان میں مدفون ہے۔اس نے صاف بتا دیا کہ وہ اس وقت کھڑی ہے اور دائیں جانب تمہارے پہلو میں کھڑی ہے' جو مجھے بتا رہی ہے اور میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔میں نے کہا کہ مجھے نظر نہیں آتی۔اس نے کہا کہ ہر ایک کو نظر نہیں آ سکتی' سوائے ان کے جن پر خدا کا خاص فضل ہو' یہ مقام ہر ایک کو عطاء نہیں ہوتا۔کیونکہ مومن کی روح آزاد ہوتی ہے اس پر پابندی نہیں

کہ قبر میں مقید رہے یا کسی خاص مقام پر مقید ہو۔ یہ پابندی کافر اور منکر، گستاخ اور بے ادب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے کہ وہ عذاب میں مبتلا ہوتا ہے اور پابند ہو جاتا ہے۔

قرآنِ کریم کے فرمان "قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ" (پ ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۸۵) کے مطابق روح اس لئے زندہ ہے کہ وہ امر ربی ہے کہ جب خدا حی قیوم زندہ ہے اس کا امر بھی زندہ ہے۔ اور موت کا عمل روح کو جسم سے جدا کر دیتا ہے جو عالم برزخ میں منتقل ہو جاتا ہے اور یہ مقام عالم آخرت اور عالم دُنیا کے مابین ہے۔ عالم برزخ کے حالات سے آگاہی مومن کے حق میں بہت فائدہ مند ہے۔ کیونکہ جب اسے یہ معلوم ہو جائے کہ بعد وفات انسان کے ساتھ کیا گزرتی ہے تو وہ اس کے حق میں باعث عبرت ہو سکتا ہے۔ اسی نظریہ کو مدنظر رکھتے ہوئے مزید مندرجہ ذیل واقعات پیش کیے جا رہے ہیں۔

-◆●◆❖◆●◆-

ایک بزرگ شخصیت حبیب الرحمان ڈاکٹر ہومیو جو علامہ اقبال کے مکان کے ساتھ مسجد ملحقہ کے جانب شمال میں رہتے تھے، اور وہیں پر ان کا کلینک تھا جو ریلوے ہیڈ کوارٹر آفس کے عین جانب مشرق برلب سڑک تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نومسلم ہیں کیونکہ پہلے ہندو تھے۔ ایک ملاقات کے موقع پر کچھ دوستوں کے درمیان انہوں نے اپنا واقعہ یوں بیان کیا کہ جب ان کی عمر تقریباً پچیس برس کی تھی اور شادی شدہ تھے، ایک رات جب وہ اپنی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور رات کا آخری حصہ تھا، ان پر ایسی حالت طاری ہو گئی کہ ان پر موت واقع ہو گئی۔ ہوا یوں کہ اچانک ان کے سامنے چند ایسی صورتیں ظاہر ہوئی جن کو وہ نہیں جانتے تھے، بڑی ڈراؤنی شکلیں۔ آنکھیں سرخ، بھاری بھرکم جسم، سیاہ رنگ اور چہرے سخت ڈراؤنے تھے۔ آتے ہی اس قدر سخت کلامی سے پیش آئے اور ڈرایا اور یہ کہا کہ اے رام کشن تم ابھی یہیں پر ہو،

حالانکہ تمہیں عدالت میں طلب کیا گیا ہے کیونکہ تم بڑے مجرم ہو۔ ہم تم کو لینے آ چکے ہیں' خیر چاہتے ہو تو ہمارے آگے ہو جاؤ اور فوراً روانہ ہو جائیں۔ ان کی شکلوں سے میں خوف زدہ تھا' جب سخت کلامی سے پیش آئے تو مجھے فوراً آگے آگے دوڑنا پڑا۔ رفتار سست ہوتی تو وہ بہت سخت ڈانٹ پلاتے' جس سے بھاگنے میں تیزی آ جاتی۔ یہاں تک کہ ایک ویرانے میں پہنچے تو وہاں پر ایک مکان کے اندر مجھے دھکا دے کر بند کر دیا۔ میں سخت اندھیرے میں پریشان حال ہو گیا کہ مجھے وہاں پر چھوڑ کر وہ کہیں اور طرف چلے گئے۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ وہ واپس آ گئے۔ میرا نام لے کر بلایا اور ڈانٹ پلاتے ہوئے مجھے بھگاتے بھگاتے واپس لے آئے اور میں اپنے مکان کے اندر داخل ہو گیا' کیونکہ میری واپسی کا حکم ان کو مل گیا تھا۔

اس دوران میرے جسم میں جان نہ تھی اور میرے رشتہ دار اور والدین مجھے مردہ سمجھ کر چتا پر جلانے کے لئے لیجانے والے تھے کہ عین اس وقت میرے بائیں پاؤں کے انگوٹھا میں حرکت آ گئی اور تھوڑی دیر کے بعد میرے بدن میں جان پڑ گئی۔ میں اُٹھ کر بیٹھ گیا اور سارے خوش ہو گئے۔ مگر جوں ہی میں زندہ ہو گیا عین اسی وقت میرے محلے کا عمر رسیدہ رام کشن ہندو مر گیا اور وہاں سے رونے کی آوازیں آنے لگیں جیسے ماتم برپا ہو گیا۔ میں نے جب یہ سنا تو بتا دیا کہ وہ جہاں پر جا رہا ہے میں اس جگہ کو دیکھ آیا ہوں۔ مجھے اس لئے لے جایا گیا تھا کہ میں اس کا ہم نام تھا' مگر وہاں پہنچنے پر میرے بارے میں واپسی کا حکم ہوا' اور میرے محلے کے رام کشن بوڑھے اور معمر آدمی کو بلا لیا گیا

ڈاکٹر موصوف نے مزید کہا کہ اس کے چند روز بعد مجھے سرکارِ مدینہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو گئی اور حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس اِرشاد فرمایا کہ بیٹا تجھے اپنے انجام کی خبر دی جا چکی ہے کہ موت کے بعد تیرا ٹھکانہ کہاں ہوگا' پھر بھی تم نے اس کی فکر نہیں کی۔ تم خوش قسمت ہو کہ موقع مل گیا ہے' اس لئے کلمہ پڑھ کر اسلام

قبول کر لو اور خدا کا شکریہ ادا کرو۔ صبح اٹھا تو اس کا ذکر اپنی اہلیہ سے کر کے اسے صاف بتا دیا کہ میں خواب میں اسلام قبول کر چکا ہوں' اس لئے آج اس کا اعلان کرنے والا ہوں تاکہ کسی اللہ والے کے ہاتھ پر توبہ کر کے پاک ہو جاؤں۔ تم چاہو تو میرا ساتھ دو اور مسلمان ہو جاؤ ورنہ تمہیں اختیار ہے کہ ساتھ نہ دو' مگر یاد رکھو کہ موت کے بعد تمہارا حشر وہی ہو گا جو مجھے دکھایا گیا اور اس کے بعد مہلت مل گئی ہے۔ میری اہلیہ نے میرا ساتھ دیا اور وہ بھی مشرف بہ اسلام ہو گئی' اور ہم اسلام پر زندگی گزار رہے ہیں۔

اب ہم بوڑھے ہو چکے ہیں' کوئی اولاد نہیں' مگر اس کا غم نہیں کیونکہ دنیا میں ہمیں نجات کا سامان عطا ہو گیا ہے۔ دونوں بڑے نیک اور صالح تھے۔ کبھی کبھی ان سے مل کر خوشی ہوتی کہ کتنے خوش بخت ہیں جو سرور کائنات' فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے منظور نظر ہو گئے۔ اس کے بعد تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ"۔

-◆●◆❖◆●◆-

عالم برزخ کے حالات میں ایک واقع ایک نیک مومنہ' پابندِ صوم وصلوٰۃ کے ساتھ ہوا۔ وہ اس طرح پر ہے کہ میرے والد محترم کی پابند صوم وصلوٰۃ والدہ محترمہ نے اپنا واقع بیان کیا ہے کہ شادی کے تھوڑے عرصہ کے بعد جب کہ ابھی اُن کی کوئی اولاد نہ تھی' ایک رات میں اپنے بستر پر لیٹی تھی کہ رات کے آخری حصہ میں میرے جسم سے جان نکل گئی۔ صبح گھر میں کہرام مچ گیا جب مجھے مردہ پڑا دیکھا۔ فوراً میرے والدین کو خبر دی گئی جو گکھڑ منڈی کے قریب ایک گاؤں گڑھا نزلہ میں رہتے تھے۔ وہ میری موت کی اچانک خبر پا کر سخت پریشانی کے عالم میں گوجرانوالہ آ گئے۔

ہوا یوں کہ چند آدمی سفید لباس میں ملبوس' پُر وقار اور بارعب' میرے سامنے

آ گئے اور کہنے لگے کہ آپ کی عدالت میں طلبی ہے' ہمارے ساتھ حاضری کے لئے چلیں۔ مجھے سمجھ میں نہ آیا کہ بغیر جرم کے حاضری کیوں ہوئی ہے! مگر اُن کا احترام تھا کہ اُن کے ساتھ روانہ ہو گئی۔ جوں ہی مکان کے دروازہ سے باہر قدم رکھا تو ایک بہت بلند سیڑھی نظر آ گئی جس پر اُن کے ہمراہ چڑھنا شروع کر دیا۔ سفر اتنا طویل تھا کہ ختم ہونے کو نہ آتا تھا۔ آخر اتنا بلند مقام آ گیا کہ ایک مقام پر مجھے ایک بزرگ ہستی کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ اُنہوں نے دیکھتے ہی سر بلند کر کے کہا کہ یہ وہ نہیں ہے' واپس لے جاؤ۔ اس کے بعد واپسی کا سفر شروع ہو گیا۔ حتیٰ کہ اپنے مکان کے اندر واپس آ گئی اور میرے جسم کے اندر جان پڑ گئی۔ پہلے میرے بائیں پاؤں کے انگوٹھے میں حرکت ہوئی' اس کے بعد باقی جسم حرکت میں آ گیا اور میں اُٹھ کر چارپائی پر بیٹھ گئی اور گھر میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی۔ اس وقت سورج کافی بلندی پر تھا اور میرے ماں باپ بھی آ چکے تھے' انہوں نے اپنے سامنے مجھے زندہ ہوتے دیکھ لیا تھا۔ وہ خوشی میں پھولے نہ سماتے تھے۔

عین اسی وقت میری ہم نام معمر اور بوڑھی خاتون جو میرے محلے میں رہتی تھی اور اہل محلہ کی روٹیاں پکایا کرتی تھی وہ فوت ہو گئی۔ اس کا جنازہ میں بڑی مخلوق شامل ہوئی کیونکہ وہ بڑی خوش اخلاق مومنہ تھی اور سب کو اس کی جدائی کا صدمہ تھا۔

اس واقعہ کے بعد میری دادی صاحبہ کے دل پر ساری عمر اِتنا گہرا اثر رہا کہ ہر وقت خدا سے ڈرنے والی' پابند صوم و صلوٰۃ' با اخلاق' پاک باز ہو گئیں۔ جس وقت اُنہوں نے اپنا یہ واقع مجھے بیان کیا' اس وقت وہ بڑھاپے کے عالم میں تھیں اور میں ابھی نابالغ بچہ تھا۔ یہ واقعہ میں نے سُنا تو اُس نے میرے دل پر بھی گہرے اثرات مرتب کئے' جو میری زندگی میں میرے راہ نما ثابت ہوئے۔ بچپن سے ہی پابند صوم و صلوٰۃ' خوفِ خدا شامل حال ہو گیا۔ خدا کا شکر ہے کہ دُنیا میں ہی عالمِ برزخ کے

حالات سے آگاہی ہوگئی۔ میری دادی صاحبہ کو میرا بڑا خیال رہتا' اور میں بھی عبادت سمجھ کر اُن کی خدمت کرتا۔ وہ ایک ایسی ہستی تھیں جس نے مر کر پھر دُنیا کو ہدایت دینے کے لئے زندگی پائی تھی۔ آخر وہ وقت آ گیا کہ وہ دُنیا سے رُخصت ہو گئیں' مگر آخری سانس تک مجھے دل سے پیار کیا۔ آپ نے مجھے نام لیکر بلایا اور اپنے سینے سے لگا کر میرے لئے دُعا کی۔ اُس وقت سارے خاندان کے افراد جن میں باپ' چچا' تایا' اور باقی افراد تھے' خاموش کھڑے تھے کہ وہ اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ انہوں نے شہادت کی موت پائی کیونکہ وہ مکان کی چھت سے نیچے گر پڑی تھیں جس کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کی نظر کمزور ہو چکی تھی۔ ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن''

-◆●◆❖◆●◆-

عالم برزخ کے چند حالات مشت نمونہ از خروارے ہیں جس سے آگاہ ہو کر اگر اِنسان کو عبرت نہ ہو تو اس کا وہی حشر ہوگا جو کفار' بے ادب اور گستاخوں کے لئے مقرر ہو چکا ہے۔ کیونکہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ موت کے بعد عالم آخرت ہے مگر آخرت سے پہلے عالم دُنیا کے بعد عالم برزخ کا مقام بھی ہے جس کے اندر قیامت تک قیام ہے۔ اس میں وہی شخص چین پا سکتا ہے جس نے سرورِ کائنات' فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن تھام کر اس کے لئے تیاری کی ہے' ورنہ وہ نقصان میں رہے گا کیونکہ وہاں پر عزت و اکرام حضور باعثِ تخلیق کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں ہے۔ بے ادب اور گستاخ کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ عالم جہنم' برزخ سے شروع ہو جاتا ہے اور عالم آخرت کی زندگی میں جو ختم ہونے والی نہیں' وہ اسی عذاب جہنم میں مبتلا رہتا ہے۔

اس پر غور کرنے کے لئے ارشاد خداوندی ہے۔

''کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ'' ﴿پ۱ سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۸﴾

ترجمہ:- بھلا تم خدا کے منکر ہو گئے حالانکہ تم مردہ تھے۔ اس نے تم کو زندگی بخشی پھر تمہیں مارے گا' پھر جلائے گا (زندہ کرے گا) پھر اسی کی طرف لوٹے گا۔

اس میں بیان ہوا ہے کہ تم پہلے عناصر کی شکل میں بے جان تھے' تم کو بے جان نطفہ بنایا' پھر نطفہ سے خون کا لوتھڑا بنا اور پھر ماں کے پیٹ میں صورت بنا کر اس میں زندگی بخشی اور تم دُنیا میں آ گئے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد موت طاری کر کے عالم برزخ میں منتقل کر دیا اور قیامت کے روز دوبارہ زندگی عطا کر کے دائمی زندگی عطا کرے گا۔ لہٰذا اس آخرت کی زندگی کا مدار دُنیا کی زندگی پر ہے اس میں عمل صالح ہوں گے تو زندگی اچھی ہو گئی اور اگر اعمال بُرے ہوئے تو دائمی زندگی بھی بُری ہو جائے گی اور ہمیشہ کے لئے وبالِ جان ہو گی۔

چنانچہ انسان کی اپنی پیدائش اس کے لئے باعث ہدایت ہے مگر ہدایت صرف اس کے لئے ہے جو آیاتِ قرآنِ کریم کی روشنی میں اس پر غور وفکر کرتا ہے' کیونکہ جب وہ غور کرتا ہے تو اس کے سامنے وہ دنیا آ جاتی ہے جو ماں کے پیٹ میں رہنے کے متعلق تھی اور جب وہ ماں کے شکم سے باہر قدم رکھتا ہے تو اس دنیائے فانی میں پہنچ جاتا ہے۔ باوجودیکہ یہ دنیا فانی ہے مگر اس دنیا کے مقابلہ میں اس کی ماں کا پیٹ کوئی نسبت نہیں رکھ سکتا کہ وہ مشت بھر ہے اور عالم دنیا مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک اتنی وسیع و عریض ہے کہ اس کی نسبت ہی قائم کرنا مشکل ہے۔

اس کلیہ کی بنا پر عالم برزخ کے مقابلہ میں عالم دنیا کا بھی کوئی مقام نہیں کہ یہ دنیا مثل ماں کے پیٹ کے بالشت بھر ہی نظر آتی ہے۔ اسی طرح سے عالم آخرت کے سامنے عالم برزخ کا حال ہے کہ عالم آخرت انسان کی عقل وفکر سے باہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں کے حالات پر آگاہی کیلئے انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث ہوئے اور حضور نبی کریم' خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت اسی کی آخری کڑی ہے۔ جس پر ایمان لانا ہی نجات

کی دلیل ہے کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام خاتم النبیین حدیث پاک کے مطابق ہے جس میں ارشاد کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس نبوت کی عمارت کی آخری اینٹ ہیں۔

ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے بغیر عالم برزخ اور عالم آخرت کے حالات انسان پر کھل نہیں سکتے کیونکہ وحی الٰہی کا منبع حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اِرشاد ہے کہ جس کا خاتمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر ہوا اس پر جنت واجب ہو گی اس امر کا اظہار ہے کہ اس دل کے اندر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے۔ جو پاک ہیں اس لئے ان کی موجودگی دل کو پاک بنا دیتی ہے اور پاک کا مقام جنت ہے۔ لہٰذا ایسا مومن جنتی ہے۔ اور فرمانِ الٰہی کے مطابق......

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ" ﴿پ۴ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۶۴﴾

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پاک کرنے والے اور تزکیہ نفس کے لئے مامور من اللہ ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر اِنسان نہ پاک ہو سکتا ہے۔ نہ عمل صالح کا حق دار ہو سکتا ہے اس صورت میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے کے بغیر کسی کا دعوٰی ایمان اور نجات کا خیال باطل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز پنج گانہ میں نمازی "اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ" کو اپنی زبان سے ادا کر کے اپنے ایمان کا دل و زبان سے اقرار کرتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق باللہ روزِ ازل سے تا ابد دائمی طور پر قائم ہے۔ لہٰذا اس کے ایمان کی پختگی کے لئے ہر نماز میں اس کا اقرار لازمی قرار دیا گیا ہے۔

افسوس ہے کلمہ گو لوگوں پر کہ ایسے اقرار کے بعد بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام تعلق باللہ دائمی پر ایمان نہیں رکھتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ کمالات' علم غیب' اختیارات' حیات النبی' نورانیت' مقام حاضر و ناظر کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ کمالات ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق باللہ کی دلیل ہیں۔ اس لئے اس

انکار کے بعد وہ کیونکر عالم برزخ اور عالم آخرت میں سرخ رُو ہو سکتے ہیں اور دائمی زندگی میں نجات پا سکتے ہیں۔

جس انسان کو پیدا ہوتے ہی اس کے دائیں کان میں اذان سنائی جائے اور بائیں کان میں اقامت سنائی جائے' اُس کو بتایا جاتا ہے کہ دُنیا میں تیرا قیام صرف اتنا ہی ہے جتنا اذان کے بعد اقامت (تکبیر) کا کہ اس کے بعد جماعت کھڑی ہو جاتی ہے۔ لہٰذا غفلت کو چھوڑ کر عالم آخرت کی فکر کر۔ لہٰذا دامنِ مصطفیٰ ﷺ کو تھام لے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلے پر ایمان قائم کر لے کیونکہ حضور ﷺ کے بغیر نجات ناممکن ہے۔ غلامی کا دعویٰ کیا ہے تو پھر آقا کے کمالات پر ایمان قائم لے جو آ خدا نے عطاء کئے ہیں۔ آپ پر تنقید کفر ہے۔

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں............عشق پر ایمان کی بنیاد رکھ

خدا تعالیٰ کے فرمان "اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ" ﴿پ۲۳ سورۂ یٰس آیت ۷۷﴾ پر جب تک توجہ نہ ہوگی کہ اپنی پیدائش پر غور کرے کہ کیسے اُس کی تخلیق ہوئی نطفہ سے' پھر وہ جھگڑا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہو سکتا کہ جب عالم دُنیا کا مقام عالم برزخ کے مقابلے میں مثل ماں کے پیٹ بالشت بھر کے برابر ہے تو پھر امام الانبیاء ﷺ کے مقام پر تنقید اور اعتراضات ایمان کی دلیل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ برزخ کے مقابلہ میں دُنیا کا مقام بالشت بھر ہے۔ اور حدیث پاک میں حضور رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

"اِنَّ اللّٰهَ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْهَا وَ اِلٰی مَا هُوَ کَائِنٌ فِیْهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ" کہ اللہ تعالیٰ نے دُنیا کو حضور سید عالم ﷺ کے سامنے پیش کر دیا اور حضور ﷺ اس کو اور دُنیا میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے ہاتھ کی ہتھیلی کو۔

اِن دلائل کی موجودگی میں خدا کے رسول کے علم پر اعتراضات' مقام حاضر و ناظر اور جملہ کمالات کا انکار ایمان کی دلیل نہیں سراسر گمراہی اور بے دینی ہے۔ کہ جب یہ دُنیا بالشت بھر ہو اور کوئی شخص اپنے مکان کے اندر بیٹھا سارے حالات کو جانتا ہے بلکہ موجود سائنسی دور میں لاہور میں بیٹھا وہ امریکہ' افریقہ' کینڈا' آسٹریلیا' یورپ اور کسی براعظم کے کسی شہر سے رابطہ قائم کر سکتا ہے' ادھر بیٹھے شخص کی بات سُن سکتا ہے۔ کو متری کو دیکھ اور سُن سکتا ہے۔ گویا یہ سارا کرۂ ارض مثل ایک مکان کے ہے تو پھر روحانی طاقت کا انکار کیوں ہے! جب مادی طاقت کا یہ مقام ہے۔ تو انبیاء کرام بالخصوص اِمامُ الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کا مقام تو بے مثال ہے۔ اِس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عطاء سے اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے روحانی کمالات بھی بے مثال ہیں کہ قرآن کریم کے اندر حضرت سلیمان علیہ السلام نبی کے شاگرد اور وزیر آصف بن برخیا کا مقام

"قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ" ﴿پ۱۹ سورۂ النمل آیت نمبر ۴۰﴾

بیان ہے کہ آپ نبی کے وسیلے اور علم کی عطا سے آنکھ جھپکنے سے پہلے ملکۂ بلقیس کا تخت ملک سباء سے اُٹھا کر لے آئے اور حاضر خدمت کر دیا۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ گمراہوں کو ہدایت عطا فرمائے کیونکہ جب تک اس کی نظر کرم نہ ہو گی کسی کو ہدایت عطا نہیں ہو سکتی۔ اس لئے دلائل کے بعد دعا بھی ضروری ہے۔

وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ